معدہ کی شکایت تمام بیماریوں کی جڑ ہے ......
سب کا واحد علاج نمک سلیمانی ہے
نمک سلیمانی تمام شکایتوں کو دور کرکے معدہ کو مقوی کرتا ہے اور بدن میں خون صالح بافراط پیدا کرکے تندرستی بڑھاتا ہے۔ دائمی قبض۔ بدہضمی شکم میں درد اور نفخ ہوجانا۔ کمی اشتہا یعنی بھوک نہ لگنا۔ کھٹے ڈکار آنا۔ سینہ جلنا۔ منہ سے بدمزہ پانی چھوٹنا۔ طحال یعنی تاپ تلی ضعف معدہ۔ وبائی امراض ہیضہ۔ اسہال پیچش بواسیر۔ درد کمر۔ درد گردہ۔ اوجاع اورام مفاصل یعنی گنٹھیا۔ درد سر ضعف دماغ ضعف بصر وغیرہ اور دیگر امراض میں مثل تریاق کے حکمی تاثیر رکھتا ہے۔ بچوں کو دانت نکلنے کی حالت میں نفع پہنچاتا ہے۔ عورتوں کی خاص بیماریوں کے واسطے، ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو تو فائدہ کثیر بخشتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے اور غذا کو فوراً ہضم کرتا ہے جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا ہوتا ہے اور ہر قسم کی سستی اور غمگینی دور کرتا ہے اور طاقت مردانگی بڑھاتا ہے۔ فساد خون کو زائل کرکے رنگت کو صاف شفاف رکھتا ہے۔ قلب کو قوت اور فرحت بخشتا ہے۔ پژمردہ طبیعت کو خورسند کرتا ہے اور وہم و فکر کو زائل کرتا ہے اور معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کرکے اسکی قوت کا محافظ رہتا ہے۔ ہیضہ اور طاعون کے دنوں میں اس کا استعمال اکسیر کا کام دیتا ہے۔ ہر گھر میں اس نمک کی ایک شیشی موجود رکھنی نہایت ضروری ہے اس سے وقت پر جادو کا اثر پڑتا ہے۔
جو لوگ نمک سلیمانی باقاعدہ استعمال کرتے ہیں اُن کی رائے ہے اور اکثر نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ استعمال سے اول بدن کا وزن کیا جائے۔ تو ہر ماہ خون صالح اس قدر زیادہ پیدا ہوتا ہے کہ دو تین ماہ میں دس پونڈ سے زیادہ وزن بڑھ جاتا ہے۔ جن لوگوں کو دودھ ہضم نہ ہوتا ہو وہ اس کو ضرور باقاعدہ روزمرہ استعمال کرتے رہیں۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲ ار) تین شیشی دو روپیہ چار آنے (عہ) چھ شیشی چار روپیہ آٹھ آنے (للعہ)
نمک سلیمانی نے میری صحت کو قابل رشک بنا دیا
بال اڑانے کا بے ضرر پوڈر
یہ پوڈر نرم سے نرم جگہ پر بھی بے ضرر اور بلا تکلیف بال اڑا کر جلد کو ریشم کی مانند ملائم کر دیتا ہے۔ قلعی و چونہ اور ہڑتال اس میں نہیں ہے۔ قیمت فی پیکٹ چھ آنے (۶ر)
اعوان ہیئر آئل یعنی بالوں کے لگانے کا خوشبودار تیل
کارخانہ آبحیات لمیٹڈ نے طبی اصول کے موافق بالوں کی اصلیت اور روئیدگی و طریق پرورش اور قیام وغیرہ کے حالات پر غور کرکے موجودہ تیلوں کے اجزائے مروجہ کے تمام نقصانات کو مدنظر رکھ کر یہ تیل بیس برس سے ایجاد کیا ہوا ہے جو سر پر لگانے سے بالوں کو تقویت دیتا ہے اور اعصاب و عروق کو مضبوط کرتا ہے۔ درد سر۔ سر کا چکر۔ یبوست سے بالوں کا گرنا اور بدخوابی دور ہوجاتی ہے۔ بالوں کی جڑھیں تر رہتی ہیں اور بال لمبے و چمکدار رہتے ہیں۔ دماغ کو طاقت رہتی ہے مسامات میں اسکے اثر سے وہ رطوبت جلد تر تبدیل ہوتی ہے جس سے بال سفید ہوجایا کرتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول
پتہ ملنے کا:- مینیجر کارخانہ آب حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)

ادب لطیف اعلیٰ افسانوں ڈراموں اور تنقیدوں کا ماہوار مجلّہ

افسانہ

مدیر مسئول: ——— سید نذیر نیازی بی اے

نمبر ۱	اپریل ۱۹۳۳ء	جلد ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
	پیغامات	آنریبل سر سکندر حیات خان صاحب کے بی ای سر اکبر حیدری فنانس ممبر سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن سر جگندر سنگھ - وزیر زراعت پنجاب گورنمنٹ آنریبل مسٹر گوکل چند نارنگ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ پنجاب نواب سید راس مسعود صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی آنریبل سر فضل حسین صاحب ممبر کونسل ہز ایکسیلنسی وائسرائے آنریبل جسٹس جے لعل جج ہائیکورٹ لاہور نواب اکبر یار جنگ وزیر تعلیم سرکار آصفیہ خواجہ غلام السیدین صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج علیگڑھ	۱ تا ۹

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	
		مسٹر فخر الحسن - ایم - اے، پروفیسر ادب انگریزی	
		جناب حامد علی خان صاحب جائینٹ ایڈیٹر "ہمایوں"	
		ڈاکٹر یوسف حسن صاحب ڈی لٹ	
		قاضی فضل حق صاحب - ایم - اے	
		مولانا اختر جوناگڑھی	
		جناب محمد مجیب صاحب بی اے (آکسن) پروفیسر جامعہ ملیہ	
		ڈاکٹر اعظم کریوی	
		ڈاکٹر تارا چند صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی	
		جناب محمد حسین صاحب ادیب ایم اے، ایم او ایل	
		ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور	
		ملک عبد القیوم صاحب ایم اے، بیرسٹرایٹ لا، لیکچرار لاء کالج - لاہور	
		جناب ظفر قریشی - بی - اے	
		ملک فضل حق صاحب ایم ایس سی پروفیسر پرنس آف ویلز کالج جموں	
۲	طعام خانہ (افسانہ)	جیمز جائس (ترجمہ جناب اسرائیل احمد خان صاحب بی اے)	۸
۳	کہیں جاتے ہوئے	سید شبیر حسین صاحب جوش ملیح آبادی	۱۷
۴	خیالات پریشان	حکیم احمد شجاع صاحب بی۔ اے اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل	۱۸
۵	کہانی کی پیدائش	جناب ظفر قریشی بی - اے	۲۰
۶	صبح و شام	سید عابد علی صاحب عابد ایم - اے - ایم او ایل	۲۲
۷	احسن الکلام	جناب احسن مارہروی	۲۴
۸	حشرِ جذبات	جناب ثاقب کانپوری	۲۴
۹	پری پہاڑ کا قصہ	ہینس اینڈرسین (مترجمہ اسرائیل احمد صاحب بی اے)	۲۵
۱۰	ایوانِ عدل	آسکر وائیلڈ (مترجمہ جناب منصور احمد صاحب بی - اے نائب مدیر "ہمایوں")	۳۲
۱۱	پیغام	سید عبد اللطیف صاحب ایم - اے، پی ایچ ڈی پروفیسر انگریزی جامعہ عثمانیہ	۳۳
۱۲	کنواروں کی انجمن (افسانہ)	ڈاکٹر موہن سنگھ صاحب ایم - اے، پی ایچ - ڈی	۳۶
۱۳	افسانہ کی ماہیت	جناب محمد حسین صاحب ایم - اے، بی - ای، او ٹی	۳۷

آب و تاب سے طیار ہو رہے ہیں

"افسانہ"

کے تین مندرجہ ذیل خاص نمبر ابھی سے بہت شان و شوکت کے ساتھ طیار ہو رہے ہیں:-

(۱) "انگریزی ادبیات نمبر" انگلستان کے بیسویں صدی کے بہترین مصنفین مثلاً ڈی، ایچ، لارنس، جیمز جائس۔ طامس ہارڈی، جان گالزوردی۔ جوزف کانریڈ، کیتھرین مینسفلیڈ، وغیرہ کے افسانوں اور ڈراموں کے تراجم کے لیئے اس نمبر کے لیئے خاص اجازتیں اُجرتاً حاصل کی جا رہی ہیں۔ پُرانے مصنفین مثلاً ایڈگر ایلن پو، میریڈتھ وغیرہم کے بہترین افسانوں کے تراجم بھی اس میں چھپینگے۔ انگلستان کے بہترین نقادانِ ادب سے "پیغامات" کے لیئے درخواستیں کی گئی ہیں نمبر نہایت آب و تاب سے کئی ماہ کے اہتمام کیساتھ نکلے گا، اور صرف اتنی تعداد میں چھپے گا جتنی درخواستیں پہلے سے اسکے لئے وصول ہو جائیں کاغذ نہایت اعلیٰ لگایا جاوے گا۔ ضخامت کم از کم دو یا ڈھائی سو صفحہ ہو گی ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف **دو روپیہ** ہو گی۔ افسانہ کے خریداروں سے ایک روپیہ بارہ آنہ لئے جاویں گے ابھی سے اپنا آرڈر بھیج دیں تاکہ آپ کو یقینی طور پر ایک کاپی مل سکے۔

(۲) "سنسکرت ادبیات نمبر" ہندو مسلم اتحاد کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان کی یہ دونوں بہن قومیں ایک دوسرے کے ادبیات اور ایک دوسرے کی روایات سے روشناسی حاصل کریں۔

"افسانہ" اس سلسلہ میں ایک ایسی کوشش کرے گا جسکی نظیر اردو صحافت میں ابھی تک کسی نے پیش نہیں کی سنسکرت کی قدیم ادبیاتِ افسانہ اور ڈرامہ کے عام فہم تراجم ایک خاص نمبر کی صورت میں شائع کئے جائینگے۔ جن کے متعلق سنسکرت کے کئی پروفیسروں کے تعاون کیساتھ کام ابھی سے شروع ہو چکا ہے دو چند ماہ اور جاری رہے گا۔ کاغذ اعلیٰ لگایا جاویگا۔ ضخامت بہت کافی ہوگی اور صرف اتنی کاپیاں شائع کی جاوینگی جتنے آرڈر پہلے سے موصول ہو جاویں۔ قیمت **دو روپیہ** ہو گی۔ خریدارانِ افسانہ سے **ایک روپیہ بارہ آنہ**۔ ابھی سے اپنا آرڈر بھیج دیں۔

(۳) "عربی ادبیات نمبر" اس میں عربی زبان کے بہترین افسانے شائع کئے جاویں گے۔ عربی زبان میں "افسانہ" کے فن کو جس حد تک ترقی حاصل ہوئی اس کا اتنا ثبوت ہی کافی ہے کہ الف لیلہ کے تراجم ہر زبان میں موجود ہیں اور ہر ملک کے شعراء نے الف لیلہ کو افسانہ کی بہترین کتاب تسلیم کیا ہے۔ "الف لیلہ" کے تو تراجم عام دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن عربی میں بہت سے ایسے مصنفین ہیں جنہوں نے "فن افسانہ" کو حدِ کمال تک پہنچایا۔ لیکن جن کے نام عام دنیا نہیں جانتی ان مصنفین کے شاہکاروں کے تراجم "عربی ادبیات نمبر" کے لئے کروائے جا رہے ہیں۔ نمبر سید نذیر نیازی صاحب کے زیرِ اہتمام بہت سے احباب کے تعاون سے طیار ہو رہا ہے اور اردو میں ایک نایاب چیز ہوگا کاغذ نہایت اعلیٰ لگایا جاویگا۔ ضخامت بہت کافی ہوگی۔ لیکن صرف اتنی تعداد میں چھپے گا جتنے آرڈر موصول ہوں قیمت دو روپیہ اور خریدارانِ افسانہ سے ایک روپیہ بارہ آنے ہوگی۔ ابھی سے اپنا آرڈر بھیج دیں۔

منیجر "افسانہ" انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس ۲۵ لاہور

عالمگیر الیکٹرک پریس تحصیل بازار لاہور میں باہتمام چونی لال پرنٹر پبلشر کے چھپکر دفتر رسالہ افسانہ انارکلی لاہور سے شائع ہوا۔

"افسانہ"

کے سرپرست

آنریبل کپتان سردار سر سکندر حیات خان صاحب

ممبر مالیات و سابق گورنر پنجاب

کا پیغام

اُردو زبان میں ایک ادبی رسالہ جس میں اُردو خوان پبلک کو عمدہ افسانے اور اعلیٰ لٹریچر مہیّا کیا جائے اُس قابلِ تحسین کام میں جو کہ اس صوبے نے اُردو ادبیات کی ترقی کیلئے کیا ہے ایک نہایت قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔ اِس لئے "افسانہ" ہر تعلیم یافتہ شخص کی ہمت افزائی کا مستحق ہے۔

آنریبل نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری وزیر مال حیدر آباد دکن

نے

بہت بہت افزا الفاظ میں رسالہ کا خیر مقدم کیا ہے۔ سر اکبر کے اُردو زبان پر بیحد احسانات ہیں اور اس بات کا علم کہ ”آپ اس رسالہ کو بہت دلچسپی سے پڑھا کریں گے“ ہمارے لئے بہت حوصلہ افزا چیز ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کے بیحد مشکور ہیں اور ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ آپ کی رسالہ سے دلچسپی ایک دائمی چیز ہوگی اور آپ ہمیں اکثر ممنون ہونے کا موقعہ دیتے رہا کریں گے۔ رسالہ کا نام ”شہرزاد“ کی بجائے سر محمد اقبال کے ارشاد پر ”افسانہ“ رکھ دیا گیا ؛

آنریبل سردار سر جوگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت پنجاب گورنمنٹ

میری دعا ہے کہ یہ رسالہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ اس کو بہت کثیر اشاعت نصیب ہو۔ اپنے قارئین کے لئے وسعتِ نظر کا پیغامبر اور ذوقِ سلیم کی تخلیق کا موجب ہو اور اس کے صفحات سے وہ سچی خوشی حاصل کیا کریں۔ یہ اُن عندیوں اور اُن اعلیٰ مقاصد کو تقویت پہنچائے۔ جو ہندوستان کے بہترین مردوں اور ہندوستان کی بہترین عورتوں کے ہزارہا سال سے خاصے رہے ہیں ؛

آنریبل مسٹر گوکل چند نارنگ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ۔ پنجاب گورنمنٹ

اس قسم کے رسالے کی اُردو زبان میں بہت گنجائش ہے اور مجھے کوئی شک نہیں کہ آپ حضرات اس کو صحیح طریقہ سے چلائیں گے اور کامیاب بنا سکیں گے ؛

ڈاکٹر سید راس مسعود نواب مسعود جنگ بہادر سابق ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن

وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

ہماری دنیا آمد و رفت کے ذرائع میں ترقیوں کی بدولت دن بدن زیادہ چھوٹی ہوتی جاتی ہیں۔ امنِ کلی قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دُنیا کے تمام گروہوں کی زندگیوں کے تہذیبی پہلوؤں کو خوب سمجھا جائے۔ ان کو سمجھنے کا بہترین ذریعہ ادبیات ہیں۔ اس لئے میں ”فسانہ“ کے فاضل مدیر کے اس خیال کو بہت مستحسن نظروں سے دیکھتا ہوں۔ کہ یورپین زبانوں کے شاہکاروں کے اچھے تراجم ہمیشہ ”افسانہ“ کی خصوصیت رہیں ؛

آنریبل سر فضل حسین کے سی ایس آئی۔ ممبر کونسل ہز ایکسلنسی وائسرائے :-

میں رسالہ ”افسانہ“ کے اجرا پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور اس کی کامیابی کا صدق دل سے خواہاں ہوں ؛

آنریبل جسٹس جے لال صاحب جج ہائی کورٹ لاہور

رسالہ "افسانہ" کے اجرا کی خبر سُن کر مجھ کو بہت خوشی ہوئی۔ میرے خیال میں ایڈیٹر حضرات کے نام اِس بات کی کافی ضمانت ہیں کہ رسالہ بہت کامیاب ہوگا۔ رسالہ کے مقاصد بہت قابل تحسین ہیں اور مجھے کوئی شک نہیں کہ رسالہ بہت مفید ثابت ہوگا

آنریبل نواب اکبر یار جنگ صاحب وزیر تعلیم سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

نے رسالہ کے اجرا پر بہت خوشنودی کا اظہار کیا ہے اور چند الفاظ کے بعد جنہیں ہم بجائے اپنے استحقاق کے نواب صاحب کی مہربانی پر محمول کرتے ہیں، آپ نے بھی رسالہ کے ساتھ دلچسپی لیتے رہنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے بہت ممنونِ احسان ہیں۔

خواجہ غلام السیدین صاحب ایم۔ اے۔ ایم ای ڈی (لیڈز) پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

رسالہ افسانہ کے اجرا کا ارادہ بہت نیک اور مفید ہے اور اگر اس رسالہ کے ذریعہ اردو زبان میں عمدہ افسانوں اور ڈراموں وغیرہ کا اضافہ ہو جائے تو یہ ہمارے ادب کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ ہمارا یہ ادبی شعبہ ابھی تک بہت ناقص اور کم مایہ ہے اور اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ آجکل جو رجحانات اس پر غالب ہیں وہ کسی بہتر مستقبل کی پیشین گوئی نہیں کرتے۔ مختصر افسانہ نویسی کا فن دوسرے ممالک میں نہایت بلند درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ ناول اور ڈرامے صدیوں سے یورپ کے ممالک میں قومی زندگی اور مسائل کی نہایت صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ اور انھوں نے ایک حد تک نئے تعلیم یافتہ جمہور کی زندگی میں وہ جگہ لے لی ہے جو پہلے زمانہ میں تاریخ اور فلسفہ کو حاصل تھی۔ وہ نہ صرف تفریح کا مشغلہ ہیں بلکہ تعلیم کا ذریعہ بھی بن گئے ہیں۔ وہ تعلیم نہیں جو براہِ راست وعظ و تلقین کے ذریعے کی جائے۔ بلکہ وہ تعلیم جو زندگی کے روشن اور تاریک پہلوؤں کو دکھا کر اور انسانی جذبات کی بلندیوں اور پستیوں کی سچی تصویریں کھینچ کر ہمارے خیالات کو وسیع۔ ہماری ہمدردی کو بیدار اور ہماری انسانیت کو حساس بناتی ہے۔ برخلاف اس کے ہمارے افسانے اور ناول اور ڈرامے بالعموم مصنوعی جذبات، نقلی خیالات اور مواقع یا نہایت ادنیٰ درجہ کی ظرافت پر مبنی ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پرانے ناولوں اور افسانوں میں سے ایک تھوڑی سی تعداد ایسی نکل سکتی ہے جو اس الزام سے بری ہے۔ لیکن دورِ جدید کی تصانیف میں شاید مستثنیات کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ ہو۔ مغرب میں بھی "ادب لطیف" اور افسانہ نگاری اور ناول نگاری کرنے والوں میں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہے۔ جن کی کتابیں خس و خاشاک کی طرح پیدا ہوتی ہیں اور اسی طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ لیکن وہاں ایک معقول تعداد ایسے مصنفین کی بھی ہے۔ جن کا نام ادب اور احترام سے لیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ کے رسالہ کے ذریعہ اس صورت حال کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ جمہور کی بدمذاقی کو بالکل نظرانداز کر کے اپنے قائم کردہ معیار پر رسالے کو چلا سکیں تو آپ اردو ادب پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ "ذوقِ نغمہ" کی کمی ضرور ہے۔ لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ "نوا ریزی" کو زیادہ تلخ کر دیا جائے۔ یہ نہیں۔ کہ نوائے بے ہنگام کو اس کی بجائے رائج کیا جائے۔

مسٹر ظفر الحسن ایم۔ اے پروفیسر ادبیات انگریزی الہ آباد یونیورسٹی

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں۔ جو اردو ادب کی کم مائگی کے شاکی ہیں۔ میرے خیال میں ہماری زبان اس وقت نئے احباب کے

دور سے گذر رہی ہے۔ اور تخلیقی قوت ملک میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ایک معیاری ادب کے قیام کے واسطے ادب کے تمام اصناف کے لئے جداگانہ کوشش کی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں جہاں ادبی نقطۂ نظر سے کوئی سماجی مرکز معیار کو قائم کرنے کے لئے اور تخلیقی قوت کے نشوونما میں مدد دینے، ہمت افزائی کرنے اور صحیح راستہ پر لگانے کے لئے موجود نہیں ہے یہ کام بلند پایہ رسائل ہی انجام دے سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی لائق مجلس مدیران کی رہنمائی میں "افسانہ" یہ کام بخوبی دے سکیگا۔

جناب حامد علی خان صاحب جائینٹ ایڈیٹر "ہمایوں"

مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ افسانے کے نام سے ایک اردو رسالہ جاری کر رہے ہیں۔ جس کا مقصد افسانے کی تنقید و اشاعت ہوگا۔ فی الواقع اردو میں ایک ایسے رسالے کی ضرورت تھی۔ جو صحیح افسانہ نویسی کا مذاق پیدا کرے۔ عہدِ قدیم سے افسانہ ادبیات کا ایک نہایت اہم شعبہ رہا ہے۔ بلکہ اقوام عالم کا قدیم ادب بیشتر اسی صنف پر مشتمل تھا۔ آجکل مہذب ممالک میں افسانے کے فن نے بہت ترقی کی ہے اور اسی لحاظ سے افسانے کی اہمیت پہلے سے زیادہ واضح ہو گئی ہے۔ افسانہ قومی ادبیات میں ہر قوم کی صحیح زندگی کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اور ایک قوم کے دل اور روح کو دوسری اقوام سے متعارف کرنے میں نہایت اہم حصہ لیتا ہے۔ چنانچہ روسی افسانہ نگاروں اور ادیبوں نے روس کو دیکھتے دیکھتے اقوام عالم کے اعلیٰ علمی طبقے میں شامل کر دیا۔

مناسب ہے کہ ہمارے ادبا بھی محض ترجمے پر قناعت نہ کریں۔ ترجمہ بجائے خود مفید ہے۔ لیکن یہ حقیقی ادب کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ دنیا سے اپنے دل و دماغ کی عظمت تسلیم کرانے کے لئے ہمیں ایسی چیزیں پیش کرنی چاہئیں جو ہمارے سوا کوئی دوسرا نہ کر سکے۔ ہمیں اپنی زندگی کے مرقعے دنیا کی نظروں کے سامنے لانے چاہیں۔ اس سے بہتر تحفہ ہم دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنی روزانہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ناقابل توجہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ دنیا کے لئے ان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ جس طرح اب تاریخ سے مراد محض بادشاہوں کے تخت و تاج کے حالات اور لڑائیوں کے تذکرے نہیں۔ بلکہ قوموں کے تمدنی۔ معاشرتی اور ذہنی مطالعہ کا نام تاریخ ہے اسی طرح افسانہ بھی اب "ایک تھا بادشاہ" سے شروع ہونے والی روئداد کا نام نہیں۔ ادبیات میں بھی جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ غریب طبقہ ہی قوم کے تمدن و معاشرت کا صحیح نمونہ ہوتا ہے۔ امراء کی زندگی سراسر مصنوعی ہوتی ہے یہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ افسانہ نویس معمولی زندگی کو ناقابل توجہ سمجھ کر صرف محلوں کے خواب نہ دیکھتے رہیں۔ بلکہ من حیث المجموع اپنی قوم کے تمدن و معاشرت۔ رسم و رواج اور عادات و خصائل کو اپنے ادب میں محفوظ کر کے نہ صرف اپنی تہذیب کے تحفظ کا بندوبست کریں۔ بلکہ دنیا پر بھی اپنی روح کی عظمت آشکارا کر دیں۔

چونکہ یہ رسالہ پنجاب سے شائع ہوگا۔ اس لئے پنجابی ادبا سے بالخصوص توقع ہے۔ کہ وہ پنجاب کی چلتی پھرتی زندگی کی تصویروں سے ادب اردو کو مالا مال کریں گے۔ اب وقت ہے کہ دوسرے صوبوں کی نقالی کا خیال بڑی حد تک ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ جب تک اردو اس طرح پنجاب سے متاثر نہ ہوگی اور جب تک اس طرح پنجاب بہ صحیح طور پر اردو کو اپنے دل و دماغ کا محرم نہ بنالے گا۔ اردو پنجاب کی زبان نہیں بن سکتی اور نہ پنجابی اس میں ایسا کوئی قابل قدر ادب پیدا کر سکتے ہیں۔ جس کی دنیا کو ضرورت ہو۔

ڈاکٹر یوسف حسین صاحب ایم۔ اے۔ ڈی لٹ (پیرس)

مجھے کامل امید ہے کہ رسالہ افسانہ خوب کامیاب رہے گا۔ مجھ سے جو قلمی خدمت ممکن ہوئی۔ میں کرتا رہونگا۔

خانصاحب قاضی فضل حق صاحب ایم - اے - پروفیسر گورنمنٹ کالج - لاہور

اس وقت ادبیات کے مختلف شعبوں میں "افسانہ" کو جو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے - اس کا اندازہ کرتے ہوئے آپ جیسے اہل ذوق کی صحیح رہنمائی میں مجھے یقین ہے کہ رسالہ "افسانہ" اردو ادبیات کی بہت گراں مایہ خدمت کریگا ؂

مولانا اختر جوناگڑھی

افسانہ کے اجرا پر مبارکباد عرض کرتا ہوں کبھی کبھی مضمون بھی ارسال کرتا رہونگا - ایک عرصہ سے موسمی بخار میں صاحب فراش ہوں - اس لئے اس وقت تعمیل ارشاد سے قاصر ؂

جناب محمد مجیب صاحب بی - اے (آکسفرڈ) پروفیسر روسی جامعہ ملیہ دہلی

آپ کی ارشاد کی تعمیل سے انکار کرتے ہوئے سخت شرمندہ ہوں لیکن میری مجبوریاں اور مصروفیتیں کچھ ایسی ہیں کہ سردست انکار کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی - جامعہ ملیہ کے کام سے جو وقت بچتا ہے - وہ "تاریخ فلسفہ سیاسیات" کے نذر ہوتا ہے - یہ کتاب میں نے اگست ۱۹۳۱ء میں تیار کرنے کا وعدہ کیا تھا - مگر وہ ابھی تک مکمل نہیں ہوسکی - مجھے اتنی مہلت دیجئے - کہ اپنے موجودہ کام کو ختم کرلوں اور پھر انشاء اللہ جو ہوسکا - بہت خوشی سے کیا کرونگا ؂

ڈاکٹر اعظم کریوی

دو ماہ سے بیمار ہوں - ڈاکٹروں نے دماغی کام سے منع کر رکھا ہے - اس لئے فی الحال تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں - صحت ہولے - تو قلمی خدمت سے کوتاہی نہ کرونگا - فی الحال "افسانہ" کے اجرا پر میری دلی مبارکباد قبول کیجئے - مجھے یقین ہے - کہ آپ ایسے ادب نواز اور تجربہ کار ادیب کی نگرانی میں "افسانہ" نہایت مفید اور کامیاب پرچہ ثابت ہوگا ؂

ڈاکٹر تاراچند صاحب ایم - اے - ڈی - لٹ - مدیر ہندوستانی :-

آپ صاحبان کی ادارت میں جو رسالہ شائع ہوگا - اردو ادب میں قابل قدر اضافہ کرنے کی اہلیت رکھے گا ؂

جناب محمد حسین صاحب ادیب ایم - اے - ایم ای ڈی :-

اس معاشی جدوجہد کے زمانہ میں مختصر افسانوں نے ایک اہم صنف ادب کی شکل اختیار کرلی ہے - اردو میں ایک ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی جو افسانوی لٹریچر کے لئے مخصوص ہو مجھے بیحد مسرت ہوئی کہ تین اعلیٰ علمی قابلیت کے مدیروں کی زیر نگرانی رسالہ "افسانہ" جاری ہونیوالا ہے - ایسا لائق وموافق حلقہ ادارت بذاتہ خود رسالہ کی بلند پائگی کا ضامن ہے - میں رسالہ افسانہ کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کرتا ہوں - خداوندکریم اسے نظر بد سے بچائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی کرے ؂

افسانہ کیلئے ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کا خاص پیغام

اہلِ ہند کے لیئے اِس امر کا احساس بہت ضروری ہے کہ ہم ایک ایسے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ تہذیب ایک نیا جنم لے رہی ہے جبکہ دُنیا کے بسنے والوں کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ مِل جل کر رہنا نہایت ضروری ہو گیا ہے تاکہ تہذیب نے مذہب فنونِ لطیفہ اور ایجاداتِ سائنس کے جو مختلف النّوع تحفے ہم کو بخشے ہیں ان میں ایک ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ قومیت اور فرقہ بندیوں کی بجائے ہمکو معقول پسندی اور ایک دوسرے کے سمجھنے کی کوشش کرنے کے راستے اختیار کرنے چاہئیں کیونکہ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر زمانہ مستقبل میں آزادی اور ایمان کی شاندار عمارتیں قائم کی جا سکتی ہیں۔ دُنیا آج جن آلام میں گرفتار ہے۔ انکی وجہ دنیا کی غیر منضبط کیفیت ہے۔ موجودہ زمانہ کے انسانوں کا عدم تیقّن اور فقدانِ اطمینان اس عظیم الشان انقلاب کا پتہ دے رہا ہے۔ جو کہ مہذب دُنیا کے قعرِ نہاں میں برپا ہے۔ ہم سب پر فرداً فرداً یہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے کہ ہم بدی کی اس مہیب طاقت کا مقابلہ کریں جو موجودہ صورت حالات میں نمایاں ہے اور جو ہماری مختلف اقوام اور ملتوں کے باہمی اتحاد کی راہ میں حائل ہے اور اخلاقی خودداری کی بے محابا طاقت سے اِن سدود کے برخلاف بر سرِ پیکار ہو جاویں۔ جو انسانوں کو اِس کارزارِ حیات میں باہمی اتحاد و اخوت کے اِس نیئے دَور میں گامزن ہونے سے روکتی ہیں۔

اپریل ۱۹۳۳ء

از ملک عبد القیوم صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا، سابق ایڈیٹر مسلم کرانیکل لنڈن وایسٹرن ٹائمز، لکچرار۔ لا کالج۔ لاہور

ایک عرب راوی کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں الف لیلہ ولیلہ کا مصنف کمالِ عرق ریزی سے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کی تیاری اور ترتیب میں مصروف تھا۔ تو اس کے کتب خانہ میں ایک دوست کا گذر ہوا۔ اس دوست نے مصنف کے انہماک سے متاثر ہو کر صاحبِ تصنیف سے سوال کیا:۔

”اے دوست۔ وہ کیا چیز ہے۔ جس کی تیاری میں آپ اس قدر جانفشانی کا اظہار کر رہے ہیں“۔

مصنف نے جواب دیا” میں ایسے دفتر کی تصنیف میں مصروف ہوں۔ جو عربی تمدن میں ایسی روح پھونکیگا۔ جس سے اس تمدن کی یاد دنیا اور دنیا میں رہنے والوں کے دلوں میں ابد الآباد تک زندہ رہے گی“۔

ممکن ہے۔ بظاہر یہ بیان صاحبِ الف لیلہ ولیلہ کی خودستائی پر محمول کیا جائے۔ مگر اس میں ہرگز کلام نہیں کہ صرف الف لیلہ ہی ایک ایسی شے ہے۔ جس نے بغداد اور خلافتِ بغداد کے کارناموں کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ناظرین الف لیلہ بخوبی واقف ہیں کہ اس بے مثل دفتر کے اجزا محض یا وہ قصوں اور بے معنی کہانیوں کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ عربی معاشرت۔ عربی سیاسیات اور عربی تمدن کی کارفرمائیوں کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ دُنیا کے جس گوشے میں جایئے۔ چین ہو یا جاپان۔ روس ہو یا ایران۔ افسانۂ الف لیلہ ولیلہ ہر کتب خانہ کا سرمایۂ ناز ہے اور جس دلچسپی اور شوق سے بچے اور بوڑھے اسے پڑھتے ہیں اور جو ہر دلعزیزی اس کتاب کو حاصل ہوئی۔ وہ کسی اور تصنیف کے حصے میں نہیں آئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ جو پیشین گوئی مصنفِ کتاب نے اپنی تصنیف کے حق میں کی وہ بجنسہٖ ثابت ہو رہی ہے اور ہوتی رہیگی تو گویا الف لیلہ ولیلہ سے صرف عربی زبان ہی زندہ نہیں رہی۔ بلکہ دنیا بھر کی زبانیں جن میں یہ عدیم النظیر مجموعہ ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسی ایک امر کے سبب سندِ بقا حاصل کر چکی ہیں۔ افسانہ نگاری اور قصہ گوئی جسے جدید اصطلاح میں ”فکشن“ کہتے ہیں۔ کسی قوم کے تمدن اور اور اس کے ادب کو زندہ رکھنے کے لئے ایک نہایت ہی کامیاب اور موثر ذریعہ ہے۔ البتہ ضروری ہے کہ افسانہ بے معنی تخیل اور سوقیانہ مضامین کا طومار نہ ہو۔ بلکہ جماعتِ انسانی کی صحیح معاشرت کا مرقع ہو۔

ہندوستان میں فن افسانہ نگاری کے نام لیوا زمانۂ قدیم سے موجود ہیں۔ مگر ان افسانہ نگاروں کی تصانیف کا بیشتر حصہ ذوق سلیم سے گرے ہوئے اجزا پر مشتمل ہے۔ جس کے سبب آج ان افسانوں کے نام لوگوں کی یاد سے محو ہو چکے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ اس فن کی حالاتِ زمانہ کی ضرورت کے مطابق تجدید کی جائے۔ اور شائقین فن کے لئے ایک خزانِ ادب ترتیب دیا جائے۔ جس سے ایک طرف ادبِ اردو کے قرار و قیام میں مدد ملے۔ تو دوسری طرف تہذیبِ اخلاق ایسے مہتم بالشان مقصد کی توسیع ہو۔ میرے عزیز دوست جناب ملک محمد اسلم خانصاحب ایم۔ اے (کنٹب) بیرسٹرایٹ لا لاہور نے اس نصب العین کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور ”مخزنِ افسانہ“ کے اجرا سے اُردو فسانہ نگاری کے جسد بے جان میں نئی روح پھونکنے کا تہیہ کیا ہے۔ میں انکے ارادے کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ وہ اس عزم میں کامیاب ہونگے۔ اسوقت ملک میں کوڑیوں موقتی اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ جو ایک حد تک علم دوست شائقین کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں لیکن ملک صاحب موصوف کا میدانِ سعی ایک ایسا میدان ہے جسکی حد و دکچھ بہت زیادہ وسیع نہیں اور کیا عجب ہے افسانہ میگزین کے اجرا سے رتن ناتھ سرشار۔ ملک محمد جائسی اڈنندن بھاٹا ایسے نامور ادبا اور فسانہ نگاروں کے جانشین پیدا ہو جائیں۔

پہلی اشاعت

(از ظفر قریشی بی۔ اے دہلوی)

قوموں کی تعمیر و ترقی میں داستان نے بڑی مدد کی ہے۔ داستان کی شکلیں مختلف ہوتی رہی ہیں۔ تاریخ۔ اساطیر الاولین۔ قصص المذاہب۔ مافوق الفطرت واقعات۔ ابطال پرستی۔ حقیقت۔ مبالغہ و دروغ۔ زورِ خیال۔ قومی فخر کی داستانیں اور حالات بہادری و شجاعت۔ علو ہمت و پرکاری کے معاملات یہ سب مل کر قوم کو ابھارتے ہیں۔ اِس لئے کہانی کی ضرورت ہر زمانہ میں مختلف طریقوں سے محسوس ہوتی رہی ہے ؂

مشرق نے یہ فن پیدا کیا۔ اس کی پرورش کی۔ اس کی خدمت کی۔ اِس میں اضافہ کیا۔ داستان گوئی کے فن پر محنت کی۔ کتابیں لکھیں محفلیں آراستہ کیں۔ ہندو قدیم اور اسلامی بادشاہتوں میں اِس آرٹ نے خاص نشو ونما پائی۔ اور اِس کے ذریعہ ملک اور قوم کی تعمیرِ و ترقی میں کام لیا گیا۔ قوت عمل و تحریک جذبات اِس سے حاصل کی گئی۔ داستان کے ذریعہ وہ کام لیا گیا۔ جو بت سازی۔ شاعری، جنگ۔ مذہب اور انسانی رجحانات سے بھی نہ ہوسکا ؂

ہمارے ملک کو اِس وقت حقیقت آفرین و سبق آموز حکایتوں۔ پرجذبات۔ فسانوں، تحریکِ عمل پیدا کرنے والے قصوں اور جوش و خیالات بھر دینے والی کہانیوں کی سخت ضرورت ہے تاکہ دل میں اُمنگ اور دماغ میں خیال پیدا ہو۔ یہ علمی بیداری قوم کو تعمیر کے راستہ پر ڈالنے میں مدد دیگی۔ اور دیگر اقوام کے اچھے کامیاب فسانوں کے ماڈلوں سے ہم اپنے ملک کے لئے مثال لائیں۔ تاکہ ملک کی اقتصادی بہبودی، قومی فخر کے احساس اور معاشرتی بیداری کی طرف ہمارا قدم بھی اُٹھنے لگے۔ داستان سے قوم کے عروج اور علو برتری میں ترقی ہو۔ یہ رسالہ اِسی مقصد کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ ایسے علمی چرچے ملک کو بیدار کرتے ہیں اور اسکا معاشرتی نظام مضبوط و مستحکم کرتے ہیں۔ میرے خیال میں رسالہ کے اجرا پر کارکنان ہمت افزائی کے مستحق ہیں۔ اہلِ ملک سے سرپرستی کی التماس کرتے ہوئے میں خدا سے ملتجی ہوں۔ کہ اِسے ابدالآباد تک قائم رکھے ؂

ملک فضل حق صاحب ایم ایس سی پروفیسر پرنس آف ویلز کالج جموں

رسالہ افسانہ کا اجرا ادبیات کی ایک ایسی کمی کو پورا کرتا ہے۔ جس کا اہلِ ذوق مدت سے احساس کر رہے تھے۔ یورپ کے ممالک میں جہاں افسانہ نویسی ایک بہت ترقی یافتہ فن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ایسے رسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں جن میں زندگی کے خوبصورت اور صحیح مرقعے دکھائے جائیں۔ اردو میں بھی ایک اِس قسم کے رسالہ کا معرض وجود میں آجانا اُردو زبان کے لئے خوش قسمتی کا موجب ہے ؂

میں اِس موقعہ پر دو لفظ ایک ادبی خیانت کے متعلق کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو بدقسمتی سے اردو میں بہت عام ہو گئی ہے۔ میں نے اُردو کے بہترین افسانوں کو جو لکھنے والوں نے طبعزاد ظاہر کئے، اکثر مترجم یا ماخوذ پایا ہے۔ انکے ماخذ اکثر روسی۔ فرانسیسی یا انگریزی تھے۔ مجھے قوی ثوق ہے کہ افسانہ کے موقر اصحاب قلم اِس الزام سے اپنی برأت کا عملی ثبوت دیتے رہا کریں گے ؂

طعام خانہ

(آئرلینڈ کے معجز نگار جیمز جائس (JAMES JOYCE) کے مجموعہ "اہل ڈبلن" کے ایک افسانہ کا ترجمہ جو مصنف کی خاص اجازت سے "افسانہ" کے لئے کرایا گیا ہے۔ جیمز جائس انگریزی زبان کا مسلمہ بہترین حقیقت نگار (REALIST) ہے)

(از جناب اسرائیل احمد خان صاحب بی۔ اے)

مسز موفی ایک قصاب کی لڑکی تھی۔ وہ ایک ایسی عورت تھی جو تمام معاملات متعلقہ کو اپنے ہی قبضۂ قدرت میں رکھنے کا فن جانتی تھی۔ جنسِ لطیف کی یہ خود عزم بالتزم کا ایک مردانہ نمونہ تھی۔ اُس نے شادی اپنے باپ کے فورمین سے کی تھی۔ اور سپرنگ گارڈن ("بہار باغ") کے قریب گوشت کی ایک دوکان کھول رکھی تھی لیکن اس کے شوہر مسٹر موفی نے اپنے خسر کی آنکھیں مُندتے ہی بدوضعی اور اوباشی کی زندگی شروع کر دی۔ دوسروں کے شراب خانے اور اپنی دوکان گوشت نے مل کر اس کے لئے شراب وکباب کی دوگونہ "خورد و نوش" تیار کر دی تھی: وہ خوب پیتا اور اپنی آمدنی کو دل کھول کر "نذرِ مے" کرتا۔ اب وہ مقروض بھی ہو گیا۔ توبہ وغیرہ اس سے کرانا بے سود تھا۔ اس لئے کہ وہ بھی اپنے سارے ہم مشربوں کے ساتھ اس مقولے کا قائل تھا کہ "توبہ توڑنے ہی کے لئے کی جاتی ہے"! چند روز کے بعد اس نے اپنے کاروبار میں ایک مزید نالائقی کا اضافہ کیا۔ وہ دوکان کے اندر خراب گوشت رکھنے لگا اور عین گاہکوں کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا تکرار کرنے لگا۔ ان چند در چند باتوں نے بالآخر اس کی دوکان کو بٹھا دیا۔ واقعات کی رفتار کا گوشۂ انقلاب یہ واقعہ تھا کہ ایک رات اپنی بیوی کے بجائے خود اسی کو　　　　کے ساتھ جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسز موفی نے اب اپنے دستِ تعاون کو کھینچ لیا تھا۔ اس نے آج شب گذاری بھی ایک ہمسایہ کے مکان میں کی۔

اس واقعے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ عورت نے پادری (قاضئ کلیسیا) کے ہاں جا کر تفریق نامہ اور ساتھ ہی بچوں کی ولایت و حضانت کا حق بھی خود ہی حاصل کر لیا۔ مسز موفی نے اب اس ناخلف شوہر کو بالکل عاق کر دیا۔ اس نے اس کو صندوقچی سے ایک پیسہ دیا۔ نہ دوکان سے ایک گوشت کی بوٹی اور نہ مکان سے ایک کمرۂ رہائش! بالکل کشتی شکستہ ہو کر غریب مسٹر موفی کو مجبوراً اب شہر کے شیرف کے پیش خدمت کی حیثیت سے ایک غلامانہ ملازمت اختیار کر لینی پڑی۔ وہ ایک بلا نوش شراب خوار تھا۔ اور سخت ذلت و مسکنت کی حالت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سفید نظر آتا تھا۔ مونچھوں اور ابروؤں کا رنگ بھی قدرے سفید سی دکھائی دیتا تھا آنکھیں اپنی زردی مائل رگوں کے جال کی موجودگی سے ایک خاص منظر رکھتی تھیں۔ ان میں ایک مخصوص قسم کا "کچا پن" بھی منعکس ہوتا تھا!

مسٹر موفی سارا سارا دن شیرف کی عدالت کے اس کمرے میں بیٹھا رہتا جہاں ملزم و ماخوذ لوگوں کی ضمانت کی عرضیاں گذرا کرتی تھیں۔ اس لئے کہ اس جگہ اس کو "تھوڑے" دستِ غیب" کے موقعے ملتے رہتے تھے!

مسز موفی نے اپنے شوہر کے سابقہ کاروبار کو ترک کر دیا تھا۔ اور جو کچھ رقم گوشت کی دوکان کے اثاث البیت کو بیچکر حاصل ہوئی تھی اس سے اُس نے ہارڈوِک اسٹریٹ میں ایک پبلک طعام خانے کی بنیاد رکھدی تھی۔ فی الواقع وہ ایک اولو العزم اور کامیاب عورت تھی۔ اندرونی سیرت کے علاوہ اس کے بیرونی سراپے پر بھی ایک شوکت و وجاہت ٹپکتی تھی!

اس کے دار الطعام میں آیندگان و روندگان کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ بیرونجات کے لوگوں میں زیادہ تر وہ سیاح ہوا کرتے تھے جو شہر لور پول اور جزیرۂ مَین سے آیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی اس مجمع کے اندر اہلِ شہر کی نمایندگی شہری موسیقی خانوں کے اربابِ نشاط کی آمد سے ہو جایا کرتی تھی جو لوگ مسز موفی کے دار الطعام کے علاوہ اس کے دار القیام کی بھی آبادی تھے وہ شہر کے دفاتر کے محرروں کی

جماعت تھی۔ یہ عورت اس سارے لاؤ لشکر کا نظم و نسق بڑی قابلیت اور خوش تدبیری سے کیا کرتی۔ وہ جانتی تھی کہ کن لوگوں سے قرض پر معاملہ کرلینا چاہیئے اور کن مفت خوروں کو سوکھا جواب دینا چاہیئے۔ نیز کونسے موقعے ایسے ہیں جہاں "سپر باید انداختن" پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے وہ ان تمام مقتضیات و آداب کو بطریقِ احسن پورا کرتی۔ اس قابلانہ انصرام کار کا اس کی حیثیت و مرتبت پر ردِ فعل ہونا عین متوقع بات تھی۔ چنانچہ تمام مقیمانِ دارالاقامہ مسز موتی کا ذکر خاتون کے لقب سے کیا کرتے تھے۔

مسز موتی کے جوان العمر مستقل گاہک طعام و قیام کی بہردو مدوں میں ۱۵ شلنگ فی ہفتہ دیا کرتے تھے۔ البتہ اس رقم سے وہ مطالبات الگ ہیں۔ جو بیئر شراب کی قیمت کی بابت عائد ہوا کرتے تھے۔ چونکہ یہ سارے نوجوان تقریباً ہم پیشہ و ہم مذاق تھے اس لئے وہ ایک دوسرے کے بڑے گرویدہ و دلدادہ اور باہمدگر بڑے ہی رفیق و شفیق تھے۔ ان کی باہمی صحبتوں کا موضوع عموماً یہ باتیں ہوا کرتی تھیں کہ مثلاً آجکل کون شخص حکامِ بالا کا منظورِ نظر ہے اور اس بنا پر اس کی "ترقی درجات" کے کیا کیا امکانات ہیں۔ نیز یہ کہ اس کے ساتھ بیرونی اہلکاروں کو اپنے بارے میں کس قسم کی توقعات وابستہ کرنی چاہئیں

طعام خانے کی خاتون کا ایک لڑکا تھا جس کا نام جیک موتی تھا، یہ فلیٹ اسٹریٹ میں ایک کمیشن ایجنٹ کا منشی تھا۔ اس نوجوان کو یہ امتیازی شہرت حاصل تھی کہ اس کی سیرت و شخصیت ایک ناقابلِ فہم معمہ ہے۔ فوج کے سپاہی کو چہ و بازار میں عموماً جس قسم کی حیا سوز حرکتیں کیا کرتے ہیں۔ ان کی ریس کرنے میں جنابِ جیک خاص شوق و شغف کا اظہار کیا کرتے تھے۔ یہ آوارہ مزاج نوجوان معمولاً بہت دیر کرکے گھر آیا کرتا تھا جب اس کی ملاقات دوستوں سے ہوا کرتی تو وہ ضرور کوئی "تازہ بتازہ نو بنو" قصہ چھیڑتا۔ اور ان چہ چہوں کی اس کے پاس کچھ کمی نہ تھی۔ اس حدیثِ دلنواز کا عنوان رنگین یا تو کوئی "مطربہ یا رقاصہ" ہوتی یا پھر گھڑ دوڑ کا کوئی مردِ میدان گھوڑا۔ جناب کو شعر و سخن سے بھی خاصہ ذوق تھا۔ لیکن عام طور پر بجائے "غزل" کے کوئی "ہزل" ہی گاکر اپنے سامعین کی ضیافتِ طبع فرمایا کرتے تھے۔ اتوار کی راتوں میں مسز موتی کے طعام خانے میں سب دوست آشناؤں کا عام اجتماع ہوا کرتا۔ موسیقی خانوں کے اربابِ نشاط اس موقع پر ازراہِ نوازش حاضرین کی تھوڑی سامعہ نوازی کیا کرتے۔ جماعت کا ایک شخص جس کا نام شیرڈن تھا انہی اوقات میں مختلف ساز و آلات بجاتا اور نغمات کے لئے "ہم آہنگی" کا سامان بہم پہنچاتا۔ خاتون کی لڑکی پالی موتی بھی اپنی خوشنوائی و خوش گلوئی کے دو گونہ تحائف کے ساتھ شریکِ محفل ہوا کرتی تھی۔ وہ یہ قطعہ گایا کرتی۔ ؎

ہوں شوخ و شنگ لڑکی ؎ کہتی ہوں برملا میں ! ؎ فن اور فریب بے سود ؎ ہوں بھاؤ میتی ادا میں !

پالی ایک سبک اندام ۱۹ سالہ نوشیزہ تھی۔ اس کے بالوں میں ریشم کے لچھوں کی سی ملائمت اور لطافت تھی۔ تنگ اور مدوّر دہن نے "اسبابِ حسن" پر ایک مخصوص اضافہ کیا تھا۔ اس کی آنکھیں خاکستری تھیں جو ایک خفیف سبز رنگ کی عکاسی و دلکشی کرتی تھیں۔ ان مرکب اللون آنکھوں کو جب وہ اپنے حسبِ عادت کسی سے ہمکلامی کے دوران میں آسمانِ نیلی فام کی طرف گردش دینے لگتی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زہرہ کے پر لگا کر ملاءِ اعلیٰ کو اڑ جائیگی۔ پالی کی ماں نے پہلے اس کو ایک تاجرِ غلہ کے دفتر میں بحیثیت ایک امیدوار ٹائپسٹ کے لگا دیا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ وہاں حضرت مسٹر موتی ہر دوسرے تیسرے روز اپنی ساری رسوائیوں اور بدمنظریوں کی جلو میں قبلہ و کعبہ بنکر اپنی دختر نیک اختر کو شرفِ باریابی بخشنے کے لئے جا موجود ہوتے تھے۔ مجبور ہوکر خاتون نے پالی کو دفتر سے اٹھا کر گھر کے بعض کاموں کی نگرانی پر متعین کردیا۔

چونکہ پالی ایسی نشاط پرور اداؤں کی مالک تھی۔ اس لئے ارادہ یہ کیا گیا کہ اس کو طعام خانے کے آنے جانے والے نوجوانوں کی پذیرائی اور خاطر مدارات کا نازک فریضہ تفویض کیا جائے۔ نوجوانوں کے لئے ایک دلنواز نسوانی وجود کے ذریعے ایسے تفننِ طبع کی بہم رسانی از بس ضروری تھی۔ اس لئے کہ یہ چیز ان کے نفوس و ارواح کی ایک ایسی تشنگی ہے کہ وہ اذعانی طور سے خود بخود اس بات پر ایک ایمان بالغیب قائم کرلیتی ہیں کہ شش جہت میں کہیں نہ کہیں ضرور کوئی دلربا موجود ہے۔ ؎

دلیل آپ جگر تفتگی و تشنہ لبی است

پائیؔ اگرچہ جوبن کے ان رسیا تشنوروں سے بہت ہی دامن کشاں رہا کرتی تھی۔ لیکن نوجوانوں کے لئے طعام خانے کے اندر اس کی موجودگی ہی کافی نوازش تھی جس کی چاٹ میں وہ کوئے یار کے اندر پڑے رہتے تھے۔ مسز مونی حقیقی صورت حالات کی پوری راز آشنا تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ پائی ہی کا "روحانی میخانہ" ہے۔۔۔ نہ کہ خود اس کا مطبخ ؎

ہستے دمطرب و لغمہ بہ درو بعد سماع ☆ بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوشش

کا نقشہ جما رہتا ہے۔

غرض ایک وقت تک یہی منظر قائم رہا کہ ع

عشق بھی تھا برہنہ سر حسن بھی بے نقاب تھا ☆

لیکن ظاہر ہے کہ کوئی لڑکی ہمیشہ کے لئے شوقینوں کے ہاتھوں میں گل بازی نہیں بنی رہ سکتی۔ اس لئے ایک عرصے کے تعطل و دفع الوقتی کے بعد مسز مونی نے پائی کو پھر ٹائپ رائیٹنگ کی کسی تربیت گاہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ محفلِ عشاق کی برہم زنی کی یہ آخری فرصت تھی۔ اس لئے کہ نظر باز خاتون دیکھ رہی تھی کہ اب قریب ہے کہ پائی ایک خاص نوجوان کے گلے کا ہار بن جائے۔

پائی اس سے بے خبر نہ تھی کہ اس کی حرکات و سکنات کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی ماں کی مسلسل "خاموشی" اپنے اندر ایک "نیم رضا" کی غیر ملفوظ بشارت رکھتی تھی۔ عشق و مُشک را نتواں نہفتن۔ چنانچہ اب یہ معاملہ سارے گھر کے اندر افسانۂ بزم و انجمن ہو رہا تھا۔ لیکن مسز مونی برابر اپنی عدم مداخلت کی پالسی پر قائم تھی۔ پائی نے اب مصلحتہً ایک خفیف رنگ مغائرت کی نقاب اپنے چہرے پر ڈال لی۔ لیکن اُدھر معاً نوجوان مضطرب ہو کر رہ گیا۔ ؎

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو ☆ ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

لیکن آخرکار جب اس کے خیال میں صحیح لمحہ آیا تو خاتون نے دخل دیا۔ وہ معاشرتی مسائل کی ایسی ہی تشقیح و تجزیہ کرنا جانتی تھی۔ جیسا کہ ایک قصاب گوشت کے رگ پٹھے کی قطع و برید کیا کرتا ہے۔ اور چونکہ معاملہ اپنے جگر گوشہ کا ہی تھا۔ اس لئے وہ اپنے آلات کے استعمال سے باز نہ رہی۔

موسم سرما کی ایک تابناک صبح یکشنبہ کا وقت و ساعت تھا۔ ہوا کا درجۂ حرارت عین نقطۂ اعتدال پر تھا۔ لیکن ساتھ ہی ابھی ابھی ایک تازہ موجِ نسیم بھی حرکت میں آ چکی تھی۔ مسز مونی کے طعام خانے کی ساری کھڑکیاں اور دریچے کھلے ہوئے تھے۔ اور خوشنما رنگ اور خوش قطع جھالروں کے پردے اور چلمنیں حسین رنگین غباروں کی طرح خراماں خراماں اڑ رہے تھے۔ سینٹ جارج چرچ کا گھنٹہ اپنے غیر منقطع تسلسل کے ساتھ آوازۂ اذان کو بجا رہا تھا۔ اور نمازی لوگ کہیں ایک ایک دو دو اور کہیں ٹولیوں اور ٹکڑیوں میں کلیسیا کے چھوٹے سے دائرہ نما صحن کے اندر سرگرم آمد و شد تھے۔ ان کے دستانہ پوش ہاتھوں میں انجیل مقدس کی چھوٹی چھوٹی جلدیں تھیں لیکن انداز عبودیت بھی ان کتابوں سے کچھ کم ان کی نیتوں کا مظہر نہ تھا۔ جو اس وقت ان کے سراپا پر چھایا ہوا تھا۔

مسز مونی کے طعام خانے کے ناشتہ کا دسترخوان اٹھ چکا تھا۔ کھانے کی میز پر رکابیاں اور قابیں پڑی ہوئی تھیں جن پر کھائے ہوئے انڈوں کے زرد نشان اور لحم و شحم کے چھوٹے چھوٹے ریزوں اور نیم خوردہ نوالوں کی باقیات الصلحات نظر آ رہی تھیں۔ مسز مونی ایک بید کی بنی ہوئی آرام کرسی میں لیٹی ہوئی تھی اور اپنی زیر نگرانی طعام خانے کی ملازمہ میری سے اس ایسی خورد سے کو اٹھوا کر جگہ کو صاف کرا رہی تھی۔ اس نے میری کو ہدایت کی کہ روٹی کے ٹکڑوں کو جمع کر کے محفوظ کر لیا جائے تاکہ وہ سہ شنبہ کے دن پکنے والے شیرۂ نان کا مائۂ خمیر بن جائیں۔ جب میز کی صفائی ہو ئی۔ روٹی کے ریزے اٹھائے گئے۔ اور باقیماندہ شکر اور مکھن باحتیاط تمام قفل کنجی میں

رکھدیا گیا۔ تو اب مسز مونی نے اس ملاقات کے اعادے پر غور کرنا شروع کیا جو ایک دفعہ گذشتہ شام کو اس کی پالی کے ساتھ ہو چکی تھی۔ رازِ درونِ پردہ جب بے نقاب ہوا تو خاتون کو معلوم ہوا کہ اس کے شکوک بالکل بجا تھے۔ اب مسز مونی نے آزادانہ سوالات کیئے۔ اور پالی نے بھی پوست کندہ جوابات دیئے۔ بلا شبہ اس مکالمہ میں جانبین کی پوزیشن دو طرفہ کسی قدر ناگواری سے دوچار تھی۔ مسز مونی کے معاملے میں تو یہ قباحت اس لیئے پیدا ہوئی تھی کہ وہ اس خبر وحشت کو دلیری کے ساتھ سننے کی طاقت اور ایک نگاہِ غلط انداز کے ساتھ اس کے متعلق چشم پوشی اختیار کر لینے کی مصلحت کا ثبوت نہ دے سکی تھی۔ اور پالی کی انفعال و خجالت کا باعث یہ تھا کہ اشارات و کنایات قلدتاً اس کے لیئے سخت تکلیف کے موجب ہوا کرتے تھے۔ مزید براں وہ اس بات کو پسند نہ کرتی تھی کہ لوگ یہ خیال قائم کریں کہ پالی اپنی دوشیزگی کی معصومیت کے ساتھ اتنی عیارانہ موقع شناسی بھی رکھتی ہے کہ والدہ ماجدہ کی خطا پوشی سے فائدہ اٹھانے سے باز نہ رہ سکی اور اتباعِ نفس اور اطاعتِ والدین کی (علی الترتیب) لذت اور سعادت ہر دو کو بیکوقت حاصل کر لیا۔

مسز مونی گفتگو کے فیصلہ کن حصے کو سنکر اس شدنی حادثے پر دریائے فکر میں غرق ہو گئی تھی۔ اس خواب فکر سے وہ کئی ساعت کے بعد جاگی۔ سینٹ جارج چرچ کی "موسیقیٔ اذان" عرصہ ہوا ختم ہو چکی تھی۔ اور اب جو اس نے اپنے سامنے ہی لگے ہوئے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی تو اس کی سوئیاں ۱۱ بجکر ۱۷ منٹ بتا رہی تھیں۔ اس نے اسی دم یہ فیصلہ کیا کہ اب اس وقت اس معاملے کو اسی نوبت پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ مسٹر ڈورین (اس المیہ کا ہیرو) کے ساتھ اس مہم میں نبٹنے کے لیئے کافی وقتِ فرصت ملیگا۔ لیکن فی الحال عجلت کر کے مارل برو سٹریٹ میں پہنچ جانا چاہیئے جہاں ۱۲ بجے کی موجودگی ضروری ہے۔ سر دست خاتون نے اپنے دل کو یہ تسلی دے لی کہ انشاء اللہ وہ اس بساطِ سیاست پر سے جیت کر اٹھیگی۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ اس کام کی صحیح بسم اللہ یہ ہوگی کہ وہ ساری مجلسی رائے عامہ کو پہلے اپنی حمایت و ہمنوائی میں تیار کرے۔

وہ ایک آر پار لڑائی لڑنا چاہتی تھی۔ بات بھی یہی تھی۔ اس کی ذات پر بُری طرح حملہ کیا گیا تھا۔ اس نے اس کو ایک شریف آدمی سمجھکر اپنی چھت کے نیچے اس کو پناہ دی۔ لیکن وہ مارِ آستیں ثابت ہوا۔

مسٹر ڈورین کی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال کی تھی جس کے معنے یہ ہیں کہ نوخیزی و ناتجربہ کاری کو اس کی معذرت میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ناواقفیت کا ذکر بھی بے محل تھا۔ اس لیئے کہ اب وہ بچہ نہ تھا۔ اور دنیا کو کافی دیکھ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ کمسنی خام کاری اور نادانی تو ساری پالی ہی کی تھی جس سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا۔

مگر اب سوال یہ تھا کہ اس شنیع حرکت کا وہ کیا کفارہ پیش کریگا؟ اس لیئے کہ اس میں کس کو کلام ہو سکتا تھا کہ معاملہ ایسا ہے کہ ع

جُرم را ایں جا عقوبت ہست استغفار نیست

اگر ایسے حوادث و خبائث کے ارتکاب میں بھی کچھ نہ کیا جائیگا تو مرد لوگ تو بالکل مرفوع القلم ہی ہو جائینگے۔ ایک مرد بڑی آسانی اور بڑی آزادی سے اپنے لمحۂ لذت سے خوش کام ہو لیا کریگا۔ اور پھر اپنے "صیدِ ہوس" کو صیدِ زبوں بنا کر چلتا بنا کریگا۔ ایسی شانِ تغافل اور ایسی ادائے تجاہل کے ساتھ کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ چہ خوش۔ ع

کسی پہ بن گئی آپ کی ادا ٹھہری

کچھ مائیں اس میں شک نہیں کہ ایسی بھی ہونگی جو تھوڑا بہت لے لوا کر معاملے کو رفت و گذشت کرا لینگی۔ اور خاتون ایسی ننگ آفریں مثالوں سے عملاً ناواقف بھی نہیں تھی۔ لیکن شریف لوگ کیونکر ان مبتذل انسانوں کے کردار و افعال کو اپنے لیئے مباح کرا سکتے ہیں۔ پھر روپیہ کا اس جگہ مایۂ تلافی فرض کیا جانا ایک اصولی غلطی بھی ہے۔ اس لیئے کہ ع

دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

"پس اگر چہ مانع ہر جانب ہے تو صرف ایک۔ اور وہ یہ ہے ..... شادی"! خاتون نے فیصلہ کیا۔

قبل اس کے مسز مونی اپنی ملازمہ میری کو مکان کی بالائی منزل پر مسٹر ڈورین کے پاس یہ پیام دیکر بھیجے کہ خاتون آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہے۔ اس نے ایک دفعہ پھر اس گنجفۂ سیاست میں اپنے ہاتھ کے پتّوں کا جائزہ لیا اور اس مرتبہ بھی اس نے یہی پیشگوئی کی کہ "وہ جیتیگی"۔

مسٹر ڈورین ایک خاموش اور متین شخص تھا۔ اپنے عہد کے دوسرے عام نوجوانوں کی طرح بلند بانگ اور غوغائی نہ تھا۔ چنانچہ اگر اس کی جگہ معاملہ مسٹر شیرڈن یا میڈ یا مسٹر بنٹیہم سے ہوتا تو ان لوگوں کے طوفان بدتمیزی کی وجہ سے خاتون کا کام بڑا مشکل ہو جاتا۔ پس مسز مونی کو دوسروں کے برعکس مسٹر ڈورین سے یہ امید بھی نہ تھی کہ وہ اپنی تشہیر کو کسی صورت میں بھی گوارا کر سکیگا۔ پھر طعام خانے کے سارے ساکنین میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو مینائے مے کی شکست کے اس حادثۂ ناملائم سے بے خبر رہا ہو۔ بعض افسانہ تراشوں نے تو اس ٹریجیڈی کے اجمال کی ساری تفصیل بھی فراہم کر لی تھی۔ مزید براں مسٹر ڈورین کا جو مفاد خطرے میں تھا وہ کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ وہ مسلسل ۱۳ سال سے ایک راسخ الاعتقاد مقلد مشرب مسیحی کی شراب کی دوکان کے دفتر میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ ایسی نازک پوزیشن رکھتے ہوئے اس راز کی طشت ازبامی مسز مونی کے طعام خانے کے ساتھ ساتھ اپنے آقا کے دفتر سے بھی اس کو اخراج کی تہدید اپنے اندر رکھتی تھی۔ البتہ اگر وہ خاتون کی پیش کردہ تلافیٔ مافات کی صورت کو قبول کر لے تو یہ عقدہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل ہو جا سکتا تھا۔

الغرض مسز مونی کو اپنے حسب منشا معاملے کے روبراہ ہو جانے کی امید زیادہ تھی اور مسٹر ڈورین کی طرف سے کسی انحراف یا ابتذال کے مظاہرے کا اندیشہ کم۔

اب تقریباً نصف ساعت کی حالتِ منتظرہ ختم ہو چکی تھی۔ خاتون دفعتہً اٹھی اور قدِ آدم آئینے میں اپنے سراپا کا معائنہ کیا۔ اپنے پُر شوکت اور گلستان منظر چہرے کے جلوے سے پورے طور پر مطمئن ہوئی جس پر اس وقت عزم بالجزم کے خط و خال کھنچے ہوئے تھے۔ اسی لمحے پر ایک اور خیال کی آمد نے "سمندِ ناز" پہ ایک اور تازیانے کا کام دیا۔ بعض طبقۂ اشراف کی خوددار ماؤں کے آدابِ سیاست اس کے حافظے میں تازہ ہو گئے جو اپنی بیٹیوں کو ایسا دیکھنا ہرگز پسند نہیں کرتیں۔

مسٹر ڈورین بھی اس صبح بہت ہی متفکر و مشوش نظر آتا ہے۔ اس کا سارا سکونِ خاطر متزلزل ہے۔ اس نے طلوع صبح سے اس وقت تک ایک سے زائد بار اپنی ڈاڑھی منڈانے کی کوشش کی ہے لیکن ہر مرتبہ اس کا اقدام نذرِ اضطراب و اضطرار ہوتا رہا ہے۔ پورے تین دن کے چیونٹی کے انڈے اس کے رخساروں پر جمع ہو گئے ہیں جنہوں نے اب پَر پُرزے بھی نکال لئے ہیں۔ اور مسٹر ڈورین کے جبڑوں کے زیریں کناروں پر ایک جھالر سی ٹنک گئی ہے۔ اس غبار آلود مطلع میں کثافت کے بعض اور اسباب بھی ہیں۔ چنانچہ ہر دوسرے تیسرے منٹ مسٹر ڈورین کی عینک کے تالوں پر ایک "آبی گرد" آ جمتی ہے جس کو وہ اپنے دستی رومال سے صاف کر دیتا ہے۔ شبِ گذشتہ میں اسنے جو اعترافِ گناہ گرجا کے اندر کیا تھا اس نے اس کی روح کی کوفت و کلفت کو اور افزوں کر دیا تھا۔ کمبخت پادری نے اس ناگفتنی افتاد کے ہر ناگفتہ بہ جزیے پر پوری روشنی ڈلوائی تھی۔ اور آخر میں اس کے گناہِ کبیرہ کو ایسی ہولناک مبالغہ طرازی کے ساتھ آب و رنگ دیکر ایک فردِ جرم ترتیب دی تھی کہ مسٹر ڈورین کو مادی و دنیاوی کفارہ والی تزکیۂ نفس کی صورت ہزار درجہ قابلِ ترجیح نظر آنے لگی تھی۔

جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تھا۔ اب چارہ کیا تھا بجز اس کے کہ کہیں بھاگ جائے یا ہمیشہ کے لئے اس حسین بیڑی کو پازیب بنا لے۔ لیکن اتنا یقین ہے کہ وہ صورتِ حاضرہ کے مکروہ منظر کو خیرہ چشمی کے ساتھ ایک غیر محدود عرصے تک دیکھتا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس

رنگین داستان کی ہر دلعزیزی و کثرتِ اشاعت ایک طے شدہ واقعہ تھا۔ اس سلسلے میں وہ اس کے آقا کے بھی فردِ گوش زد ہونے والی تھی۔ ڈبلن ایک ایسا مختصر سا شہر ہے جہاں ہر شخص دوسرے کا کچا چٹھا جانتا ہے۔ مسٹر ڈورین کا دل اس کے سینے کے اطراف سے بُری طرح ٹکرانے لگا جبکہ اس نے عالمِ تخیل ہی میں خرانٹ لیونرڈ کو اپنی خشم گین آواز میں چلّاتے سُنا۔
"حاضر کرو مسٹر ڈورین کو یہاں"
اُف! اس کی یہ ساری طول طویل سالہائے ملازمت ایک لمحۂ لغزش کی نذر؟ ساری مساعیِ حسنہ اور خدماتِ جلیلہ کا ریکارڈ "ایک حرفِ غلط"؟ آہ۔ اس کی نامراد جد و جہد اس حقیقت کی مصداق ہوئی کہ ع
متاعِ جمع کن شاید کہ غارت گر شود پیدا
بہیبات کہ عہدِ شباب اس نے بھی کم و بیش اسی رنگ میں گذارا تھا جوان الفاظ میں۔ عند خواہ ہوم کرتا ہے کہ ع
واعظا مرنج از ما عالم جوانیہا ست
اپنی نوجوانانہ لاابالیوں میں اس نے فلسفۂ الحاد حتیٰ کہ انکارِ ہستیٔ باری تعالےٰ کے بڑے بڑے طوفان اٹھائے تھے۔ مگر سنِ شباب کا یہ مخصوص مرض اپنے وبائی موسم کے انقضا کے ساتھ خود ہی صحت پذیر بھی ہو گیا تھا۔ اور اگرچہ حسبِ معمولِ قدیم وہ اب بھی جریدۂ "رینالڈ" کا ایک نسخہ خریدا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ مختصر حال ہی قال تھا جس کی تنسیخ "حال" سے ہوتی رہتی تھی اس لئے کہ اب وہ مذہبی فرائض و شعائر سے بیگانہ زندگی نہ بسر کرتا تھا کم و بیش اب وہ "بارہ آنے" مسیحی تھا۔
مسٹر ڈورین کے پاس روپیہ کافی تھا۔ اور آلۂ مصالحت جس حد تک نذ ہو سکتا تھا وہ اس کے بیش از بیش مطالبہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار بھی تھا۔ لیکن بات یہ نہ تھی۔ اصل مشکل اس کی بدنامی کا سوال تھا۔ پالی کے معاملے میں مخصوص طور پر یہ خدشہ زیادہ دستگیر تھا۔ اس کی پہلی وجہ تو اس لڑکی کا باپ ہی تھا۔ جو ایک بدنام شہرت حاصل کر چکا تھا۔ دوسری وجہ اس کی ماں کے طعام خانے کا نام نیک تھا جو اب ایک معتدبہ مقبولیت کا مالک بن گیا تھا۔ الغرض اس شکنجے کے درمیان اس کی شخصیت کو بالکل پامال ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو رہا تھا۔ وہ گوشِ تصور ہی سے دوستوں کی چہ میگوئیاں اور فرمائشی قہقہوں کو سُن سُن کر بدحال ہوا جاتا تھا۔
لیکن وہ پالی کے خیال سے گلہ مند ہونے لگتا ہے۔ اس لڑکی نے بھی تو اپنے آپ کو آزادانہ وقفِ اختلاط بنا کر کچھ کم غضب نہیں کیا ہے۔..... مگر نہیں نہیں۔ ع ہے ہے خدا نکردہ تجھے ظلم راں کہوں۔ کس کو خبر ہے کہ ع
جو اپنا دشمنِ جاں ہو وہی دل کی دوا ٹھہرے
لیکن اسی حالتِ بیم و رجا میں ایک اور مماثل کشمکشِ عشق اور ترکِ عشق کی بھی پیدا ہے۔ عشق کو جب پیامِ ازدواج دیا جاتا ہے تو اس کے نفس کے اندر ایک ایسا ہی ردِ عمل پیدا ہوا کرتا ہے۔ جذبۂ تجرد کسی "عدو" کا حریف نہیں بن سکتا۔ شادی ساری شادیوں اور خوشیوں پر مہر کر دیتی ہے"۔ ازدواج نام ہے ایسی پابزنجیری کا جس میں آہنی زنجیر کا کام ایک طلائی کڑی سے لیا جاتا ہے"۔

عین جس وقت کہ وہ اس عالمِ بیچارگی و درماندگی میں اپنے لائحۂ عمل کو اپنے پراگندہ دماغ میں لئے ہوئے پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پالی کے ہاتھ کی نرم دستک دروازے پر سنائی دی۔ جس کے ساتھ ہی وہ اندر چلی آئی۔ اس نے مسٹر ڈورین کو ساری سرگذشت سنائی۔ اس نے بتایا کہ میں نے ماں سے ہر چیز دا شگاف بیان کر دی۔ اور اب وہ تم سے گفتگو کرنے ہی والی ہے۔ ....." لافِ تمکین کی اس معصومانہ نمایش کے معاً بعد رازِ سینہ گداز نے دفعتہً پالی کو بیتاب کر دیا۔ وہ چیخ اٹھی جس کے ساتھ اس کی باہیں

مسٹر ڈورین کے گلے میں حمائل ہوگئیں۔

پیارے۔ میرے پیارے۔ بتاؤ کہ اب کیا ہوگا؟ میں کس گھاٹ لگوں گی؟ وہ بولی۔ اس رسوائی و طعونی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنی زندگی ہی سے مخلصی حاصل کر لینے کا عزم کر چکی ہوں۔

مسٹر ڈورین نے اس کو تسلی دی۔ اس نے کہا۔ جانِ من۔ ڈرو مت۔ اللہ نے چاہا تو سب خیر ہوگی۔ اس قدر یاس و ہراس اچھا نہیں۔ اور جس وقت وہ اس کے سینے کے اندر سکون و اطمینان کی ایک لہر دوڑا دینے کی اس سعیِ لاحاصل میں معروف تھا اس کی قمیض کا کپڑا الغلگیر لڑکی کے اضطرابِ قلب کے طوفان و تلاطم کی امواج کو اپنے اہتزازات سے ثبت کر رہا تھا۔

سارا حادثہ تنہا اسی کی کمزوریوں کا نتیجہ نہ تھا۔ ایک ناکتخدا جوان کی پوری شتاقی ذہن کے ساتھ اس کو وہ اولین عمل بوس و کنار یا دتعاجس کا ارتکاب پاآئی کے لباس نے۔ پاآئی کے نفسِ دوشیزگی نے اور پاآئی کی ریشمی انگلیوں نے اس کی ہستی کے ساتھ کیا تھا۔

...... پھر...... ایک رات کو جبکہ بہت ناوقت ہوگیا تھا اور وہ بستر پر جانے کے لئے اپنے لبادۂ شب باشی میں داخل ہی ہونا چاہتا تھا پاآئی نے انہی آدابِ خلوت و راز داری کے ساتھ جس کی تعلیم اس طرح دی گئی ہے کہ ع آہستہ تا نبود خبر رندانِ شاہد باز را۔ اس کے کمرے کے کواڑوں پر اپنے نازک ناخنوں سے کھٹ کھٹ کر کے اس کے اعماقِ قلب کے عشقِ خوابیدہ کے فتنے کو جگا یا تھا۔

اس کی اس غیر معمولی آمد کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ وہ اپنا چراغ جو ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ گیا تھا مسٹر ڈورین کے چراغ سے دوبارہ روشن کرنا چاہتی تھی۔ مگر معاملہ شاید اس کے بالکل برعکس ہوا۔ اس لئے کہ ع عشق اول در دلِ معشوق پیدا میشود۔ تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود۔

پاآئی کی محفلِ محبت کی یہ شب چراغاں تھی۔ وہ پھولدار فلالین کی ایک ڈھیلی ڈھالی عباسی پہنے ہوئے تھی۔ اس کی حنائی انگلیاں اس کی زیر پائیوں کے پہنچوں میں سے چمک رہی تھیں۔ اور اس کا خون اس کی مہک دار جلدِ بدن کے نیچے سے ایک عجیب گرمیٔ شباب کے ساتھ معرہ افگنی کر رہا تھا۔ جس وقت اس نے اپنا چراغ جلایا تو اس کے ہاتھوں اور کلائیوں سے بھی ایک نزہت آگین خوشبو نے اٹھکر مسٹر ڈورین کے مشامِ جان کو بیخود کر دیا۔ اس حسین آتش زن کی ہر عیلہ ت و اشارت بلائے جان تھی۔

جب کبھی راتوں کے وقت مسٹر ڈورین دیر کر کے طعام خانے میں لوٹا کرتا تو پاآئی ہی تھی جو اس کے کھانے کو گرم کر دیا کرتی تھی کھانا گرم ہو کر اگرچہ مزیدار ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن ایسے عالم میں کہ رات کی تاخیری ساعتیں ہوں کمرے کی خلوت ہو۔ اور وہ اس کے پہلو میں موجود۔ تو یہ سارا لذیذ دسترخوان ایک لذیذ تر ضیافتِ حسن کے الوانِ نعمت کے سامنے بالکل بے مزہ ہو جایا کرتا تھا...... پھر اس دلبر کی دل نوازیاں بڑی قابلِ داد تھیں۔ چنانچہ اگر کسی رات کو موسم سرد۔ یا بارشی۔ یا طوفانی ہوتا۔ تو مسٹر ڈورین کے لئے بلاناغہ گرم جوشاندے کا ایک گلاس حاضر ہوتا۔ ایں۔ کیا ایک روح دوسری روح کے ساتھ اپنے ناقابلِ اشتباہ جذبۂ الفت و رفافت کا اظہار کر رہی تھی؟

وہ اکثر راتوں میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے زینے کے اوپر چڑھا کرتے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چراغ ہوتا۔ (بمصداق۔ ع دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی)۔ اسی ہیئت سے وہ آخری منزل کے قریب پہنچ جاتے۔ اور پھر بادلِ ناخواستہ ایک دوسرے کو شب بخیر کہتے۔ (تاکہ شب بھر کی آفات و بلیات سے ان کے ناشکیب قلوب مامون و مصئون گذر جائیں)۔ رخصتی سلام دو طرفہ بوسوں کے تبادلے سے ہوتا۔ اور جب دونوں ایک دوسرے کا دامن چھوڑتے تو متوں مدہوش و سرشار رہتے۔ ع

ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے۔

لیکن یہ خوابِ نوشین اب ایک صبحِ محشر کی شکل میں اپنی تعبیر لایا تھا۔ جذبۂ خود غرضی اس کو اس موقع پر بیگانہ دستی اور تغافل کیشی کی تحریک کر رہا تھا۔ لیکن ناموسِ محبت دامنگیر ہو رہا تھا۔ نامۂ اعمال کے ساتھ صفحۂ دل سے بھی اس گناہ کا نقش مٹانا ناممکن ہو رہا تھا۔ ع

بیتابم از شکنجۂ طبعِ سلیم خویش

اسی اثنا میں میرّی داخل ہوئی اور وہی پیامِ موت لائی کہ :-

خاتون دیوان خانے کے اندر آپ کو قدم رنجہ فرمائی کی تکلیف دینا چاہتی ہیں۔

وہ فی الفور کھڑا ہوگیا اور اپنے کپڑے پہنکر درست ہوگیا۔ لیکن اس طرح کہ یہ کل کارروائی بجائے اختیار کے "اضطرار" کا مظہر نظر آتی تھی۔ مسٹر ڈورین جس وقت خود جرأت آموزی کا ایسی بُری طرح محتاج ہو رہا تھا۔ وہ کسی اَور کی دلدہی کیا کرتا چنانچہ ادھر اس نے کمرے کو چھوڑا۔ اور ادھر پاآلی پچھاڑ کھاکر بستر پر گر پڑی۔ ؎

رگ و پے میں جب اُترے زہرِ غم تب دیکھئے کیا ہو ؛ ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

ہجوم ہموم و غموم کی تاریکیوں کے ساتھ ساتھ اس کے چشمے کے شیشے اس مرتبہ بالکل اندھے ہوگئے۔ جن کی کثافت کو دور کرنے کے لئے "رومال" سے پورے "ریگمال" کی طرح کام لیا گیا۔ مسٹر ڈورین اگرچہ نیچے اُتر رہا تھا۔ لیکن اس کا دل یہ چاہ رہا تھا کہ وہ مکان کی بالائی ترین منزل پر چڑھ جاتا۔ اور وہاں سے فضائے ہوا میں اُڑ کر کسی ارضِ غیر معلوم میں پہنچ جاتا۔ جہاں اس کے کان اپنی رسوائی کے چرچوں سے آشنا نہ ہوتے۔ ...... بلا سے کے آقا اور طعام خانے کی خاتون دونوں کی قہر آلود اور عتاب بار نگاہیں اس کے واہمے میں آکر اس کو کھائے جاتی تھیں۔ ...... زینے کے سب سے زیریں حصے میں اس کی مٹ بھیڑ مسٹر جیک مو فی (پاآلی کا بھائی) سے ہوئی۔ جو شراب دو آتشہ کے پورے دو قرابے شیرِ مادر کی طرح پی کر بمصداق ع "کیا شرابِ ناب نے پستی سے پایا ہے عروج" اوپر کی منزل کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں کے درمیان ایک نہایت سرد مہرانہ قسم کا تبادلۂ سلام ہوا۔ گداختہ دل عاشقِ غمگین کو اس "بگڑے دل" اوباش کی ہیئتِ کذائی پر کسی خون آشام حیوان کا دھوکا ہوا۔ مسٹر ڈورین کے قدم جب آخری سیڑھی پر آگئے تو اس نے سر اوپر اٹھا کر جیک کو ایک نگاہِ غلط انداز کے ساتھ دیکھا۔ آخرالذکر بھی معنی خیز آڑی ترچھی آنکھوں سے مسٹر ڈورین کو دیکھ رہا تھا۔

یکبارگی مسٹر ڈورین کا ذہن طعام خانے کی شبستانِ عشرت کی ایک رات کی واردات کی طرف منتقل ہوا۔ جبکہ شہر کے موسیقی خانوں کے اربابِ نشاط میں سے ایک نے جو ایک لندنی چھیلا تھا۔ اپنی ترنم آفرینیوں کے دوران میں پاآلی کی "حیاتِ معاشقہ" کے متعلق ایک شوخ تلمیح کی۔ یہ ہونا تھا۔ کہ جیک آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے اپنے متشددانہ مظاہرات سے ساری بزم کو رزم بنا دیا۔ ...

ہر شخص اس کو ٹھنڈا کرنے میں لگ گیا۔ بانیٔ اشتعال نوجوان اپنی ساری زندہ دلی و بذلہ سنجی بھول گیا اور عذر و معذرت کرنے لگا۔ اس نے ایک مصنوعی تبسم کو قائم رکھتے ہوئے کہا کہ خفا ہونے کی کوئی بات نہیں۔ یہ محض ایک سخن گسترانہ "بات" تھی۔ لیکن نیم مجنوں جیک سے ان سخن طرازیوں کی داد ملنا معلوم۔ چنانچہ برابر شور و غوغا کرتا رہا اور بالآخر اس نادر شاہی تنبیہ پر اپنے اجتماع کو ختم کیا کہ اگر اب کی دفعہ کسی نے اس کی بہن کو موضوعِ گفتگو بنایا تو خیر نہ ہوگی۔

پاآلی تھوڑی دیر تک تو پلنگ پر پڑی ہوئی وقفِ آہ و کراہ رہی۔ لیکن پھر اس کی طبیعت نے ایک انگڑائی لی۔ اس نے خود ہی اپنی اشک شوئی کی۔ بمصداق ؎

اَور ہمدرد کہاں؟ ہو نہ ہو اے حضرتِ دل ؛ درد اب تم کو ہمارا ہو۔ تمہارا ہم کو

اس کے بعد وہ سنگار دان کے پاس گئی۔ اپنے منہ پر پانی کا ایک چھینٹا دیکر آتشِ حُسن کو بھڑکایا۔ کان کے قریب کی زلفِ گرہ گیر کو خوش ترتیب بنایا۔ اور اس ادائے خود آرائی کو تا دیر باقی رکھنے کے لئے ایک پن بالوں میں لگائی۔ یہ کرکے وہ پلنگ پر واپس آئی اور پائینتی کی طرف بیٹھ گئی۔ معاً اس کی نظر سرہانے کے تکیوں پر پڑی۔ اس چیز کا منظر بڑا بلیغ تھا۔ پاآلی کے دل میں بعض عمیق و بعید اور خوش آئند تخیلات چٹکیاں لینے لگے۔ وہ پوری سیر دلی کے ساتھ اس لطیفۂ غیبی پر غور کرنے کے لئے پلنگ کے کنارے کے بلند جنگلے کی آہنی سلاخ پر اپنی گردن کی گُدی رکھکر غرقِ فکر ہوگئی۔ اور ایک سکونِ خواب اس پر طاری ہونے لگا۔ اب اُس کے

چہرے کے بیرونی مظاہر ہیں۔ انتشار و اضطراب کا کوئی نقش نہ تھا۔

پالی کا نیم خواب دماغ پورے صبر و سکون کے ساتھ — نہیں۔ پوری امید پروری کے ساتھ — مستقبل کا انتظار کر رہا ہے اُس کی دُنیائے دل کی تاریک فضا یکسر منقلب ہو چکی ہے۔ دل شکستگی و مایوسی کی جگہ بعض دلنواز توقعات و تیقنات نے لے لی ہے۔ "سفید" نکموں کا نظارہ ایک "رنگین" تصور میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اس خواب شیریں سے آخر کار اس کو اُس کی ماں کی آواز نے جگایا۔ جو نیچے سے اس کو پکار رہی تھی۔ پالی چونک پڑی۔ یک سی اضطراری جنبش میں وہ اپنے پلنگ پر تھی۔ اور پھر زیریں سیڑھیوں پر رواں دواں۔

"پالی! پالی!"

"جی اماں!"

"نیچے آؤ۔ جانِ مادر۔ مسٹر ڈورین تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"[۱]

یہ تھی پالی کی رویائے صادقہ کی تعبیر۔ —

ہاں مشو نومید چوں واقف نئی از سرِ غیب
باشد اندر پردۂ بازیہائے پنہاں غم مخور

کہیں جاتے ہوئے

(سید شبیر حسین صاحب جوش ملیح آبادی)

پھر اس طرف رواں ہوں فسانہ لئے ہوئے　　ماضی کا ہر نفس میں ترانہ لئے ہوئے

پھر گامزن ہوں میکدۂ دوش کی طرف　　رفتار میں خمارِ شبانہ لئے ہوئے

پھر بزمِ رنگ و بو کی طرف مُڑ رہا ہے دل　　بے رنگ زندگی کا فسانہ لئے ہوئے

پھر جا رہا ہوں دورِ خرد آرمیدہ میں　　بھولا ہوا جنوں کا زمانہ لئے ہوئے

کیا نازِ عشق ہے کہ اُدھر جا رہا ہوں جوش
باوصف فقر طبع شہانہ لئے ہوئے　　(خاص)

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ وہ پالی سے شادی کی درخواست کرنا چاہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیالاتِ پریشاں

(از حکیم احمد شجاع صاحب بی۔اے۔ اسسٹنٹ سیکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل)

دُنیا میں دو اوصاف بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

(۱) دینی امور میں احترام۔

(۲) دنیادی کاروبار میں راستبازی۔

انتقام تقاضائے فطرت ہے اور تعین شخصی سے بے نیاز۔ ستم رسیدہ شخص محض اپنے ستانے والے ہی سے نہیں بلکہ نسلِ آدم سے انتقام لیتا ہے۔

تم اپنے دوستوں کو اپنی انتہائی طاقت کی انتہائی وسعت تک فائدہ پہنچاؤ۔ اور ان سے کسی فائدہ کی توقع نہ رکھو یہی تمہاری غیر فانی دوستی کا راز ہے۔

گنہگار جس کو احساس گناہ ہو نجات سے محروم ہے۔ بے گناہ نجات کا حقدار ہے۔ مگر پشیمان اور تائب گناہگار نجات اور رحمتِ خداوندی کے لئے سب سے زیادہ موزون ہے

لازم ہے کہ انسان کی عمر اس کی حماقتوں کی عمر سے زیادہ لمبی ہو ورنہ وہ اس کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔ ——

نیک آدمی اور بُرے آدمی میں صرف اتنا فرق ہے کہ بُرا آدمی اپنے عیوب کو نیکی کا لباس پہنانے کا ہنر نہیں جانتا

عین اس وقت جب مرد عورت کے دل پر فتح پاتا ہے۔ اس کی شکست شروع ہو جاتی ہے۔

عورت کی محبت انسان کی سب سے بڑی فتح اور اُس کی نفرت انسان کی سب سے بڑی شکست ہے۔

میری خوشی کی ہستی اس پتنگے کی زندگی کی مانند ہے جس کی پیدائش۔ زندگی اور موت شمع کی ایک چمک کے ساتھ وابستہ ہے۔

اگر قناعت کی زندگی چاہتے ہو تو غریبوں کے ساتھ رہو۔ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے اخلاق پر ناز ہو تو بد اخلاق انسانوں سے میل جول رکھو۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تم اپنے آپ کو پہچانو تو اپنے عیوب کا مطالعہ کرو۔ ——

وہی لوگ دنیا کو کامیابی کے راز بتا سکتے ہیں۔ جن کی اپنی زندگی ناکامیابیوں کی ایک لمبی کہانی ہو۔

لوگوں کو اب جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔ ان کے بیانات غیر معمولی اور سراپا جھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ ——

میں نے مختلف اوقات میں دیکھا ہے کہ شراب خانوں کی عمارتیں بلند قہقہوں ۔ بدآہنگ نغموں اور پُرزور اظہار شادمانی سے گونجتی رہتی ہیں۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ ان بدمست اور خود فراموش لوگوں نے کسی حقیقی خوشی اور غیر فانی مسرّت کا راز دریافت کرلیا ہے۔ یا یہ کہ یہ مجھ سے زیادہ عمیق فریب میں سرگرداں ہیں ۔

گھڑی کی کل ایک دن اپنی درستیٔ نظام اور ظاہری ہیئت ربط و ضبط کے باوجود ایجاں باقی ۔ ہے۔ گویا اس کے ایام کارگذاری ختم ہو جاتے ہیں۔

موت فقدانِ عناصر کا نام نہیں بلکہ انحطاطِ عناصر کا نام ہے ۔

اگر کسی شخص کو دنیاوی دلچسپیوں کے علم سے محروم رکھ کر یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ اخلاقِ حسنہ کے مدارج طے کر رہا ہے۔ اور نیک ہے ۔ تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی شخص کو علم سے بہرہ رکھ کر اسے عالم متصوّر کرلیا جائے۔ نیکی اور معصومیت میں وہی فرق ہے جو علم اور جہالت میں ۔

جب کسی انسان کی حقیقی عظمت کا مطالعہ کرنا چاہو تو دیکھو کہ وہ کسی زبردست طاقت کی غیر موجودگی میں اپنے جذبات پر قادر ہے کہ نہیں۔ اپنے بچوں کے دل میں حوصلہ پیدا کرو کہ برائیوں سے محض اس لئے محترز نہ ہوں کہ انہیں کسی انسان کا ڈر ہے ۔ یہ ڈر ہمیشہ موجود نہیں رہتا ۔

اخلاقِ حسنہ کی بنیاد اگر تقلید۔ مواقع کی غیر موجودگی۔ ناسازگاریٔ حالات یا ذاتی ناقابلیتِ ارتکاب پر منحصر ہے تو یہ کوئی صفت نہیں۔ پردہ اگر عورت کو باعصمت رکھنے میں اسی قسم کی امداد دیتا ہے تو کسی نیک۔ اور راستباز عورت کو اس پر فخر نہ کرنا چاہیئے ۔ ایک مقید پرندہ قوتِ پرواز کے باوصف اس سے محروم ہے ۔

کہانی کی پیدائش

(The Birth of the Story)

ایک جدید خیال

(از ظفر قریشی بی۔اے دہلوی)

ایک دفعہ کسی دوست نے کپلنگ مشہور انگریز شاعر و قصہ نویس سے پوچھا کہ دُنیا میں کہانی پیدا کیونکر ہوئی۔ اس کے آغاز کی وجہ اور اسباب و محل کیا تھے۔ کپلنگ نے جواب دیا۔ کہ قصہ اور "کہانی" کی ابتدا و پیدائش دروغ گوئی اور دروغ بافی سے ہوئی ہے۔ اس کی تشریح میں شاعر نے کہا کہ ابتدائے آفرینش میں انسان کی بُود و باش جنگلوں اور درختوں پر ہوا کرتی تھی۔ مختلف وجوہ کی بنا پر انسانوں کی ٹولیاں بن گئی تھیں۔ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے رہا کرتے تھے اور بدامنی پھیلی رہتی تھی۔ بدامنی مٹانے اور اس حالت کو روکنے کے لئے بعض دانا انسانوں نے یہ ترکیب سوچی کہ لوگوں کو ورغلایا جائے۔ حالات سے بے خبر کیا جائے۔ یا ان تک غلط اطلاعات پہنچائی جائیں اور ان کے ذہن و رائے کو اپنی چرب زبانی اور عکس اندازی سے حسبِ مرضی تیز اور ہلکا کیا جائے۔ ان تمام مختلف النوع اسباب کی وجہ سے ایک فن پیدا ہو گیا ہے۔ جسے ہم **دروغ گوئی** کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دروغ گوئی کرنے کے لئے چونکہ مختلف خیالات ہوتے تھے اور لوگوں کو سمجھانے بجھانے پڑجاتے یا بعض اوقات انہیں لڑائی جھگڑے پر آمادہ کرنے کے لئے ایک تار و پود بنانا پڑتا تھا جسے انگریزی میں "یارن" (YARN.) کہتے ہیں۔ دروغ بافی اور "یارن" (بافندگی) کو ہم معنے پاکر انگریزی ادب میں کہانی یعنی من گھڑت قصہ اور "واقعہ" کے لئے "یارن" کا لفظ استعمال ہونے لگا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قصہ کی پیدائش جھوٹ بولنے اور مبالغہ آمیزی کے فن سے ہوئی۔ اس کی ضرورتیں کیسے پیدا ہوئیں یہ اس وقت کے حالات بتا سکتے ہیں۔

ایک اور افسانہ نویس ایسوکلونیا کا خیال کپلنگ کے خیال سے ذرا جُدا ہے۔ اس کے نزدیک دروغ بافی کی ابتدا اس طرح نہیں ہوئی۔ اس کا خیال ہے کہ انسانوں کے پدرِ اول باوا آدم جب پیدا ہوگئے اور دُنیا پر آئے تو ان کے ساتھ ان کی بیوی یا عورت حوا بھی تھیں۔ یہ دونوں انسان دُنیا پر سکونت پذیر ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں گفتگو کا سب سے پہلا سلسلہ مرد کی جانب سے شروع ہوا۔ اور دُنیا کا پہلا جملہ جو کہا گیا وہ "شادی" کے موضوع پر تھا۔ ایسولمونیا کے مطابق باوا آدم نے گفتگو کا سلسلہ مسئلہ ازدواج پر کیا اور حضرت حوا سے اس کے متعلق رائے دریافت کی۔ انہوں نے کچھ رائے دی۔ اور جب آدم کی اولاد بڑھی تو اس نے اپنے والدین کی باتوں کو طرح طرح سے بیان کرنا اور ان پر نمک مرچ لگانا شروع کیا۔ جس سے مبالغہ یعنی دروغ گوئی کی عادت انسان میں پیدا ہوگئی۔ دروغ گوئی سے **قصہ** پیدا ہوا۔ اس نظریہ پر دو علما متفق ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائے عالم میں انسان کا تمدن بالکل معمولی تھا مگر اس ہی وقت کہانی یا قصہ کی پیدائش ہوئی۔ اس لئے قصہ کو ہم انسان کی پیدائش اور تمدن کے آغاز سے ملحق و وابستہ کرسکتے ہیں۔

جب انسان نے ٹولیوں کی زندگی چھوڑ کر منظم ہونا شروع کردیا۔ تو علم اور فن کی ضرورتیں محسوس ہونی شروع ہوئیں۔

علم وفنون کی ترقیوں۔ راحت وآرام۔ مصائب ومشکلات بھی اس سلسلہ میں انسانوں کو پیش آنے لگے۔ اور جوں جوں تمدن ترقی کرتا چلا گیا اور فطرت کے مظاہر کے مشاہدہ سے انسان کی عقل اور گویائی کی طاقت ترقی کرنے لگی۔ قصہ گوئی اور داستان کے جراثیم نے بھی نشو ونما پانی شروع کر دی۔ ایک انسان نے اپنی راحت کا حال دوسرے کو بیان کیا۔ اس نے کسی خاص معاملہ کی دقت کو اپنے سے زیادہ سمجھ والے آدمی کے سامنے بیان کیا۔ کچھ آدمیوں نے کائنات کے ایک منظر یا مظہر کو کسی طرح دوسرے سے بیان کیا۔ دوسرے نے اس ہی بات کو اور طریقہ سے سمجھایا۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ معاشرہ یا سوسائٹی پیچیدہ اور خلط ملط ہوتی چلی گئی۔ دروغ گوئی "اور کہانی" کی ابتدائی شکلیں زیادہ وسیع اور حیرت انگیز شکلیں اختیار کرنے لگیں۔ جھوٹ کی ترقی یافتہ شکل مبالغہ آمیزی یا مغالطہ دہی ہے۔ جھوٹ تمدن کے ساتھ جسقدر بڑھتا رہا۔ مبالغہ آمیزی میں بھی ترقی ہوگئی۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ ہم اپنے کسی واقعہ یا ذاتی تجربہ یا نظارہ کو دوسروں سے بالکل اسی طرح بیان نہیں کر دیتے جس طرح مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس میں رنگ آمیزی کرتے ہیں۔ گفتگو اور بیان کو لذت دار اور چٹخے دار بناتے ہیں۔ اور ہر شخص ایک ہی بات کو ایک نئے طریقہ اور انداز سے بیان کرتا ہے۔ اس لئے سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان نے "بیان کرنے" یعنی قصہ یا داستان یا مبالغہ آمیز واقعہ" کے اظہار کا فن کس طرح پیدا کیا۔

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کہانی کی ابتدا اگر دروغ بافی سے ہوئی ہے تو "حقیقت" (REALITY.) یا واقعہ (FACT.) کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ دنیا میں سب سے پہلے تو "واقعہ" یا حقیقت" ہی ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد "دروغ" کی گنجائش نکلتی ہے۔ مثلاً ابتدائی انسان پہاڑ پر چڑھکر آفتاب کے غروب ہونے کا نظارہ دیکھا کرتا تھا۔ لیکن اسے "بیان کرنے" کا فن نہیں آیا تھا جب اس کی ابتدا ہوئی تو اس نے دوسرے لوگوں سے آکر اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ ایک سونے کا تھال آسمان پر سے اُتر رہا تھا کہ آسمان کا شکم پھٹ گیا۔ اور وہ تھال اس میں سما گیا۔ ایک اور شخص نے ہوا کے چلنے بادلوں کے آنے اور دیگر مظاہر قدرت کو توڑ مروڑ کر اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق طرح طرح کے لوازمات سے آراستہ کر کے اسے بیان کرنا اور اپنے مشاہدہ اور تجربہ ماحول کے اعتبارات کو اس میں دخل دیکر بیان کرنا شروع کیا یہ تھی کہانی کی پیدائش۔

سچائی کی جگہ دروغ بافی اور دروغ بیانی اور مبالغہ آمیزی نے لے لی تو کہانی پیدا ہوئی جس نے دروغ بیانی میں زیادہ چرب زبانی اور فن کاری دکھائی وہ زیادہ اچھا ثابت ہوا۔ اس کی کہانی "کی زیادہ تعریف ہونے لگی۔ فرضی خیالات جھوٹے واقعات میں رنگ آمیزی اور مبالغہ نے من گھڑت داستان اور افسانوں کو پیدا کیا۔

جب تمدن کافی ترقی کر گیا تو انسان میں کہانی سننے کا شوق پیدا ہوا۔ فرصت کے اوقات میں کہانی سننا ایک عام بات ہوگئی۔ بعض لوگوں نے کہانیاں سُنانا اپنا پیشہ ہی بنا لیا۔ یہ داستان گو کہلائے۔ انھوں نے کہانیوں کو زیادہ خوبصورت بنانے کی کوشش کی اور جس طرح ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں اس فن داستان گوئی میں مختلف خیالات۔ رنگ آمیزی۔ موقع اور محل کا اضافہ۔ کہانی کا نظارہ اور دیگر دلچسپیاں پیدا ہونے لگیں۔ علوم وفنون کی چاشنی جذبات کی آمد۔ رقت۔ خوشی۔ غم۔ غصہ۔ محبت۔ حسد اور دیگر جذبات کے اشارات کہانیوں میں نظر آنے لگے۔ ابکے آغاز کی "سادگی" اب پُرکاری میں تبدیل ہوگئی۔ قوم وملک کے رواج۔ رسوم و عادات۔ جغرافیائی کیفیات۔ تاریخی بیانات اور مذہبی عنصر بھی کار فرما نظر آنے لگا۔ اور کہانی جس کی ابتدا دروغ گوئی سے شروع ہوئی۔ اب موجودہ شکل میں دکھائی دیتی ہے۔

کہانی کی پیدائش کی جو کہانی اس مضمون میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں مبالغہ آمیزی۔ رنگ کاری یا تلبیس واختراع سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ جو داستان کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس میں صرف "واقعہ" بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ کوئی قصہ نہیں ہے بلکہ ایک "بیان" (Narration.)۔ اس لئے قاری کو اس مضمون کی نوعیت کا لحاظ رکھنا چاہئے + (فقط) +

صبح و شام

(از سید عابد علی صاحب عابد ایم۔اے۔ ایم۔او۔ایل۔ ایل ایل۔بی)

ہم ماحول کو متاثر ہی کرتے۔ بلکہ ماحول سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔ (ہارڈی)

جس طرح فطرت کے مظاہر میں دھوپ چھاؤں۔ صبح و شام ہے۔ اسی طرح انسانی رُوح کی کیفیات میں بھی صبح و شام دھوپ چھاؤں ہے۔ (ایک قدیم چینی مصنف)

ا

تاریک بارانی رات۔ سرد ہوا کے جھکڑ۔ بارش کی بوچھاڑ کی آواز ـــ دور افق پر بجلی کی سنہری لکیریں۔ مریخ کے آتشیں تازیانے۔ آگ کے سانپ۔

وہ ان سب چیزوں کی ہیئت کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن اُس کی کسی حرکت سے اس احساس کا اظہار نہیں ہوتا۔ خاموش ایک آرام کرسی پر لیٹا ہے۔ آنکھیں نیم وا۔ ایک ہاتھ گال پر رکھے۔ آتشدان میں لکڑیاں۔ جلنے کی آواز اسے محسوس ہوتی ہے۔ معلوم نہیں ہوتی ـــ آتشدان سے ایک شعلہ بلند ہوتا ہے۔ اور اس کے چہرے کو روشن کر دیتا ہے۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ گڑھے ہیں۔ ہونٹ بالکل سفید۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے۔ اضطراب کے کتنے دوزخوں میں سے گذر کر یہ سکون حاصل ہوا ہے۔ ایک مجروح و مذبوح تبسم کا اثر اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوتا ہے۔ تو یہ سب جھوٹ تھا۔ فریب! دھوکا۔ اس نے کتنی بار اپنے دل کو سمجھایا تھا کہ نادان! التفات پر نہ جا! ہائے معصوم دل ـــ

تو یہ سب کچھ اُسے بے قصور مار ڈالنے کے لئے مار رکھنے کے لئے تھا! تو وہ چاندنی رات خواب تھی! لیکن کس قدر شیریں خواب! چاندنی کس قدر دل افروز تھی۔ فضا گرد و غبار سے پاک۔ نیلا نیلا بے داغ آسمان۔ اُجلی اُجلی دُنیا۔ ایک حسین کا مزہ تھی۔ نُور میں نہا کر اٹھی تھی۔ ہائے وہ چاندنی رات۔ اُس نے کس پیار سے چاند کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ "پیارے۔ چلو چاند کی کشتی میں بیٹھ کر آسمان کے نیلے سمندر کی سیر کریں۔ اور اتنی دُور چلے جائیں کہ کھو جائیں۔ کہکشاں کی نُوریں فضا میں گم ہو جائیں۔ اس دنیا کی دھندلی فضا میں پھر سانس نہ لیں۔ پھر واپس نہ آئیں۔"

تو یہ سب دھوکا تھا! ہائے عورت! تجھے یہ فریب دیکر کیا حاصل ہوا! کیا مجھے کچل کر تیرے خرام ناز میں زیادہ دلکشی پیدا ہو گئی۔

اُس نے کرسی پر پہلو بدلا۔ سامنے الماری میں کتابیں دیکھ کر اسے براؤننگ کے شعر یاد آئے۔

"میرا دل اس کے پائے ناز سے کچلا گیا" ـــ

اور اُس کے پائے ناز کی کیا خطا!

میرے دل کا قصور ہے!

وہ اُس کی رفتارِ ناز کی راہ میں کیوں آیا تھا کہ کچلا گیا۔

یکایک مکان کانپنے لگا۔ تصویریں دیواروں کے ساتھ ٹکرانے لگیں۔ کہیں نزدیک بجلی کڑکڑا کر گری۔ کھڑکیوں کے شیشے چیخ کر ٹوٹ گئے۔ زلزلہ اور بجلی اور وہ کرسی پر لیٹا خاموش دیکھتا اور سنتا رہا ـــ بوچھاڑ کی آواز زیادہ گہری تیز اور خوفناک ہو گئی۔ اس نے کرسی پر پھر پہلو بدلا ـــ ایک لمحے کے لئے اس کی توجہ فطرت کے عناصر کی خوفناک جنگ کی طرف ہوئی تھی۔ اب

پھر ــــ تو وہ دن ــــ شاید وہ میرے خیال کا غبار ہیں۔ شاید کوئی جیتی جاگتی عورت نہیں۔ میری تمناؤں اور آرزوؤں کا مجسمہ ہے۔ میرے ذہن کی تخلیق ہے۔ شاید وہ ایک بُت ہے جسے میرے ہاتھوں نے تراشا ہے۔ اور جسے میں جاندار سمجھنے لگا ہوں ــــ وہ بیتاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

تو جس طرح میں نے اس بُت کو تراشا ہے۔ میں اسے برباد بھی کر سکتا ہوں۔ حقیقت کی ایک ضرب اس وہم کو پارہ پارہ کر دینے کے لئے کافی ہے ــــ میں اس بُت کو توڑ دونگا۔ فنا کر دونگا

اب وہ کمرے میں دیوانہ وار تیز تیز ادھر سے ادھر پھر رہا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ قدم سست ہو جاتے ہیں۔ سر جھک جاتا ہے ــــ کھڑکی کے پاس کھڑا ہے۔ مُنہ پہ بارش کے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ رو رہا ہے۔ گرم گرم آنسو گالوں پر بہ رہے ہیں۔ غصہ مٹ چکا ہے۔ پھر وہی ناکامی اور مایوسی کا احساس ــــ

ہائے کس طرح کہوں کہ وہ دن خواب تھے۔ ابھی آنکھوں کے آگے وہ منظر قائم ہے۔ جاتے وقت اس نے کس حسرت سے کہا تھا! پیارے خط کا جواب دو گے نہ۔ ان چند لفظوں میں کتنے ایما تھے۔ کتنے اشارے تھے۔ گویا میں خط کا جواب نہ لکھونگا۔ مرد کی بیوفائی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ یہ فریب تھا! کس طرح مانوں۔ میری جھوٹی خفگی پر اس نے کس کس طرح مجھے منایا ہے۔ کس طرح ہاتھ جوڑے ہیں ــــ

یہ سوچتا ہوا وہ پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اضطراب زیادہ ہو چکا تھا۔

فریب نہ تھا! وہ سچی تھی تو پھر اس خاموشی کے کیا معنے ہیں! آج اسے گئے ہوئے بیس دن ہو گئے۔ خط کا ایک پرزہ نہیں۔ اس قدر مصروفیت ــــ مصروفیت کیسی بے پروائی۔ تغافل۔ نہیں تغافل نہیں۔ ارادہ۔ جان بوجھکر خاموشی! فریب۔ دھوکا ــــ

اب غصے سے بیتاب ہے۔ اپنے بال نوچ رہا ہے۔ ناخن گالوں میں گڑو دیئے ہیں ــــ چیخ چیخ کر رو رہا ہے۔ بادلوں کی گڑ گڑاہٹ کی آواز آتی ہے۔ بارش پھر تیز ہو گئی ــــ تھک گیا۔ کرسی پر گر گیا ہے ــــ آنکھ لگ گئی ہے۔

صبح۔ آسمان نیل گوں بے داغ۔ دُنیا نہائی ہوئی اُجلی سفید۔ ٹھنڈی ہوا۔ سورج کی حدت خوش گوار ــــ

وہ کرسی پر سے اُٹھا۔ رات کا مصیبت ناک منظر فراموش کر چکا ہے۔ دن کا خوشگوار اثر محسوس کرتا ہے۔ کھڑکی میں سے باہر جھانکتا ہے۔ ڈاکیہ آرہا ہے۔ ہاں اسی طرف آرہا ہے۔ ہاتھ میں خط ہے۔ لیٹر بکس میں ڈالدیا ــــ اطمینان کی ایک گہری سانس لیتا ہے۔

بار الہا تیرا شکر ہے۔

ابھی ہمت نہیں کہ نیچے اُترے۔ کرسی پر بیٹھا ہوا مُسکرا رہا ہے ــــ (عابد علی)

احسن الکلام

سن کے ذی ہوش بھی دیوانہ ہے
عجب افسوں مرا افسانہ ہے

دل ہے اور حسرتِ جانانہ ہے
گھر بہ، ہمایۂ ویرانہ ہے

مست ہوں دیکھ کے چشم ساقی
کیا کرامات کا میخانہ ہے

ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہیں تری
یا چھلکتا ہوا پیمانہ ہے

دل میں سب کچھ ہے۔ اگر کچھ بھی نہیں
بیتِ معمور بہ ویرانہ ہے

سازِ ہستی کی دمِ سوزِ فنا
جس کو پروا نہیں، پروانہ ہے

ایک تصویر کی نیرنگی سے
آئینہ خانہ پری خانہ ہے

کوئی اپنا سرِ تربت نہ رہا
آشنا سبزۂ بیگانہ ہے

جمع ایک آنکھ میں تیری ساقی
مئے و مے خانہ و پیمانہ ہے

عشق میں اپنا پرایا کیسا
اب تو اغیار سے یارانہ ہے

کیا جوانی کا ہو مذکور احسن
کہ وہ بھولا ہوا افسانہ ہے

(از احسن مارہروی)

حشرِ جذبات

(از سحر طراز حضرت ثاقب کانپوری)

موجِ بیتابیٔ دل جنبشِ مژگاں ہو جائے
کیا قیامت ہو جو برپا کوئی طوفاں ہو جائے

تو بہ مے کا تصور جو نمایاں ہو جائے
دامنِ زہد بھی آلودۂ عصیاں ہو جائے

اے جنوں عالمِ وحشت مجھے زنداں ہو جائے
آنکھ جس ذرے پہ ڈالوں وہ بیاباں ہو جائے

اب تو مٹ جائے یہ محدودِ نگاہی کا اثر
کاش قسمت سے مرا گھر ہی بیاباں ہو جائے

تابشِ حسن اسے دعوتِ نظارہ نہ دے
ترے جلووں کے تلون سے جو حیراں ہو جائے

دیکھ اے سوزِ دروں دل سے دھواں اٹھتا ہے
ضبط کا راز نہ عالم پہ نمایاں ہو جائے

اس گنہ گار کا پردہ نہ اٹھا محشر میں
دوسروں کی جو خطاؤں پہ پشیماں ہو جائے

ضبط کر ضبط کہ ایسا نہ ہو محرومیٔ دید
شکوۂ تنگیٔ دامانِ گلستاں ہو جائے

سجدہ تو دیر ہو مفہوم بنائے کعبہ
خام ہے کفر اگر کفر بھی ایماں ہو جائے

خانۂ ویرانی و عبرت کا سبق ہے جس میں
ذہن سے محو وہ رودادِ گلستاں ہو جائے

وہم ہی وہم ہے تکمیلِ تمنا کا خیال
جب نگاہوں کا تصور بھی غمِ جاں ہو جائے

میری آنکھیں تو ہیں خونابہ فشاں اے ثاقب
میں جو چاہوں تو یہ دامن بھی گلستاں ہو جائے

پری پہاڑ کا قصہ

ڈنمارک کے معجز نگار ہینس اینڈرسین کے قلم سے

ترجمہ خاص برائے افسانہ

(چونکہ اینڈرسین کے افسانے خاص طور پر بچوں کی دلچسپی کے لیئے ہیں۔ اس لیئے مشکل الفاظ کے معانی صفحہ کے تحت میں دے دیئے گئے ہیں)

ایک پرانے درخت پر تین چار چھپکلیاں نظر آتی تھیں۔ اس وقت اُن پر ایک بے چینی اور گھبراہٹ سی سوار تھی۔ وہ درخت کی شاخوں اور شگافوں میں جلدی جلدی گھس اور نکل رہی تھیں۔ اور اُن کو کسی جگہ قرار نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں اُن کی فکر و تشویش کا کچھ کچھ پتہ لگنے لگا۔ جبکہ اُنھوں نے آپس میں اپنی قومی زبان کے اندر گفتگو شروع کی "ذرا دیکھو تو!" اُن میں سے ایک نے کہا "پری پہاڑ کے پیٹ میں کیسی گڑبڑی اور کھلبلی سُنائی دے رہی ہے! میرا تو اسکی وجہ سے کھانا پینا حرام ہوگیا ہے! آج دو راتیں ہونے آتی ہیں کہ میری پلک سے پلک نہیں لگی ہے۔ دانت کے درد میں بھی کبھی مجھکو ایسی بے خوابی[1] کی شکایت نہیں ہوئی تھی!"

"میرا خیال ہے کہ ہوا کے اندر کچھ ہے!" دوسری چھپکلی بولی، "پہاڑ کی رو جیں پری پہاڑ کو رات کے وقت چار بڑے بڑے سُرخ ستونوں[2] پر اُٹھا لیتی ہیں اور صبح تک پہاڑ کی صفائی اور جھاڑ پونچھ کا کام جاری رہتا ہے۔ آج کل یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ پری پہاڑ کی کنواری پریاں نئے نئے ناچوں کی مشق کیا کرتی ہیں۔ ہاں یہ یقینی ہے کہ ہوا میں کچھ ہے!"

"ہاں میں بھی اس معاملے میں اپنا کچھ اظہارِ خیال کر سکتی ہوں" تیسری چھپکلی نے کہا "میرا ذریعۂ معلومات[3] ایک گھینسلا ہے جس سے میری مدتوں کی شناسائی[4] ہے۔ اس گھینسے سے بڑھ کر اچھا مُخبر[5] اس بارے میں کوئی دُوسرا نہیں ہوسکتا اِسلئے کہ وہ پری پہاڑ سے ابھی ابھی آیا ہے۔ وہ کئی دِن اور رات پہاڑ کے اندر اپنی ننھی ننھی سُرنگیں کھودتا رہا ہے اور اس عرصے میں اُس نے وہاں بہت کچھ سُنا ہے۔ ہاں میں بھی کہہ سکتی ہوں کہ اُس نے "سُنا ہے"۔ اسلئے کہ دیکھنے کی قابلیت اور آنکھوں کی نعمت سے وہ محروم[6] ہے۔ لیکن اُسکے سُننے اور چھونے کے حواس[7] بڑے بے نظیر ہیں اور اپنے کانوں اور اپنے چمڑے کے انہی آلات[8] کے ذریعے سے اُس نے وہ حالات معلوم کیئے ہیں جو میں اس وقت آپکے سامنے پیش کرتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ پری پہاڑ والوں کے ہاں کوئی باہر کے بہت ہی معزز مہمان آنے والے ہیں۔ ان لوگوں کا پتہ نشان گھینسے نے کچھ نہ بتایا اور شاید یہ بات اُسے خود بھی معلوم نہ ہوسکی۔ پہاڑ کے اندر ان مہمانوں کی پیشوائی[9] کی بڑی بڑی تیاریاں ہیں۔ شاید پہاڑ کے سارے کوچہ و بازار کو اس خاص موقع پر آئینہ بند[10] کیا جائیگا اور شہر کے اندر ایک زبردست چراغاں[11] ہوگا! جگنوؤں اور گھینسوں کی مٹیوں کی بڑی تعداد میں بہم پہنچائی[12] جا رہی ہے۔ انہی سے مہمانوں کے جلوس میں مشعل برداروں[13] کا کام لیا جائیگا۔ زینت و آرائش[14] کے دُوسرے سامان بھی قابلِ ذکر

---

[1] نیند نہ آنا [2] کھمبوں [3] حالات معلوم کرنیکا ذریعہ [4] جان پہچان، ملاقات [5] خبر دینے والا [6] بے نصیب [7] جمع ہے حاسہ کی؛ دیکھنے، سننے، چھونے، سونگھنے وغیرہ کی قابلیتیں [8] جمع ہے آلہ کی، ہتھیار، اوزار [9] آگوانی لینا، استقبال [10] سجایا ہوا [11] روشنی [12] جمع کرنا [13] مشعلیں لیکر چلنے والے [14] سجاوٹ +

ہیں۔ پری پہاڑ کا سونے چاندی اور لعل و یاقوت[1] کا سارا قدرتی خزانہ توشہ خانوں[2] سے نکالا گیا ہے ان تمام زیورات پر قلعی اور صفائی کیجا رہی ہے اور اُن میں تازہ آب و تاب[3] پیدا کرنے کیلئے اُن کو رات کے وقت چاندنی میں رکھا جاتا ہے!"

"خدا ہی جانے کہ یہ مہمانانِ عالیشان[4] کون لوگ ہیں؟" سب چھپکلیاں ایک زبان ہو کر بولیں۔" اور ہاں دیکھو تو یہ ہوا کا اندرونی شور و غل بھی تو اب بہت سخت ہو گیا ہے! اُہو، اُوہو! خدایا خیر! خدایا خیر!!"

پری پہاڑ۔ پھٹگیا اور اُسکے اندر سے ایک بوڑھی ماما نکل کر باہر آئی! یہ شاہ پہاڑ کی محل کی پرانی خانساماں[5] تھی اور شاہی خاندان سے اُس کا دُور کا رشتہ بھی تھا۔ وہ ایک سفید و سادہ لباس پہنے ہوئے تھی لیکن سینے پر شاہی طغرا[6] ریشمی اور زریں[7] تاروں اور تاگوں سے کڑھا ہوا تھا۔ یہ عورت باوجود بڑھاپے کے بہت سبک رفتار[8] تھی۔ وہ تیزی سے جنگل کے اُس حصے کی طرف گئی جہاں دلدل واقع تھی اور وہاں کے رہنے والے رین کوے سے کہا۔

"بادشاہ سلامت نے تم کو یاد فرمایا ہے اور آج ہی رات کو تمہاری حاضری کی ضرورت ہے۔ لیکن تمہارے سپرد ایک اور خدمت بھی کی گئی ہے۔ جن جن دوسرے مہمانوں کی فردِ دعوت[9] میں لپنے ساتھ لائی ہوں وہ تم لیلو اور اُس کو اُن لوگوں میں گشت کرا لو جنکے نام اُسکے اندر لکھے ہوئے ہیں۔ اس کام کا وقت کے اندر انجام پا لینا نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ آنے والا شاہی دربار غیر معمولی طور سے شاندار ہوگا جسمیں حضور بنفسِ نفیس[10] تشریف لائینگے"۔

"کن کن لوگوں کو دعوت دی گئی ہے؟" رین کوے نے پوچھا۔

"بڑا ناچ جو ہونے والا ہے" بوڑھی خانساماں نے کہنا شروع کیا" اُسمیں تو عام بلاوا ہے۔ یہانتک کہ اگر انسان بھی چاہیں تو اُسمیں شرکت کر سکتے ہیں، صرف اُن کو ہماری آدابِ مجلس[11] کی تھوڑی رعایت کرنی ہو گی۔ لیکن جو پُر تکلف دعوت پہلے دن ہوگی اُسمیں بہت ہی مخصوص قسم کے مہمان مدعو[12] ہیں! مختلف محفلوں اور مجلسوں کے مختلف مہمانوں کے تعین[13] کرنے میں مجھ میں اور بادشاہ سلامت میں تھوڑا اختلاف رائے تک ہو گیا۔ لیکن پھر بھی دعوت ناموں کی تیاری میں حضور نے اپنی پوری سختی اور باریک بینی کو قائم رکھا خشکی اور تری کے کسی شاہی مہمان کو نہیں چھوڑا گیا ہے۔ یہانتک کہ ہوا کا بادشاہ بھی معہ اپنی بیگمات اور شہزادیوں کے بلایا گیا ہے۔ یہ لوگ زمین پر کبھی قدم نہیں رکھا کرتے لیکن بہر تقدیر[14] ان کے قیام و طعام[15] وغیرہ کا کچھ نہ کچھ انتظام کر لیا جائیگا۔ درجہ اول کے سارے نوابوں کے نام بھی فہرستِ دعوت میں رکھے گئے ہیں۔ سمندر کے بادشاہ کو بھی اپنی ساری سمندری پریوں کے ساتھ دعوت دیگئی ہے۔ ان مہمانوں کی خاطر و مدارات[16] میں بھی ہم لوگوں کو تھوڑی دقت پیش آئیگی اسلئے کہ جبتک وہ ہمارے ہاں رہینگے۔ پری پہاڑ کے ایک گوشے[17] میں جہاں اُن کو اُتارا جائیگا۔ ایک سمندری فضا[18] قائم رکھنی پڑیگی!"

"کاؤں، کاؤں!" رین کوا بولا اور دعوت کے کاغذ کو اپنی چونچ میں دبا کر اُڑ گیا۔

پری پہاڑ کی نوجوان لڑکیوں کے مجمع میں ناچ کی محفل گرم تھی۔ ناچ گھر کا منظر[19] بڑا ہی دلفریب[20] تھا! گویا پرستان میں راجہ اِندر کا اکھاڑا نظر آتا تھا! ناچنے والی کنواریوں کا لباس وضع اور انداز وا قیامت تھی! اُن کے چہروں پر جو سہرے تھے وہ چاندنی کی کرنوں میں شبنم[21] کے موتی پرو کر بنائے گئے تھے! ان بے بدل سہروں کی لڑیوں کے پیچھے اُن کے مکھڑے لالے کے پھولوں کی طرح نظر آتے تھے!

---

[1] قیمتی پتھروں کے نام ہیں [2] سامان خانوں [3] چمک دمک [4] نہایت معزز مہمان [5] خانہ داری کی منتظم [6] پیچیدہ خط میں نام اور لقب وغیرہ لکھا ہوا [7] سنہری [8] ہلکی اور تیز چال والی [9] بلاوے کی فہرست [10] خاص اپنی ذات سے [11] جلسے کا قاعدہ قانون [12] دعوت دیئے ہوئے [13] مقرر کرنا [14] کسی نہ کسی طرح [15] ٹھہرانا اور کھانا [16] آؤ بھگت [17] کونے [18] سماں، [19] سماں، نقشہ [20] دل لبھانے والا [21] اوس۔

باورچیخانے کی سرگرمیاں بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہاں مینڈکوں کا قلیہ اور جھینگروں کا شوربہ تیار ہو رہا تھا سیخوں پہ کباب بھی نظر آتے تھے جنسے خوشبو کی لپٹیں اُڑ رہی تھیں۔ دسترخوان کے لئے بعض چاشنی کی چیزوں اور کئی ایک شرابوں کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

شاہی ساز و سامان کی صفائی کا کام بڑے اہتمام سے جاری تھا۔ تاج کو سلیٹ پتھر کے بُرادے سے رگڑا اور جلا کیا جا رہا تھا۔ یہ کام اب قریب تکمیل[1] کو پہنچ چکا تھا چنانچہ اب تاج کی زرق برق[2] تماشا دیکھنے کی تھی اور وُہ بالکل آفتاب[3] کی طرح چمک رہا تھا! شاہی توشہ خانے میں جو نیا خاصہ لباس بادشاہ سلامت کیلئے تیار ہو رہا تھا اُسکی آرائش و زیبائش دیکھنے والوں کو حیران کرتی تھی۔ دیوانخانے[4] کے دروازوں پر بھی نئے رنگین اور گلکار[5] پردے چڑھے دکھائی دیتے تھے۔

محل کے اندر چاروں طرف ایک چہل پہل اور ہماہمی نظر آتی تھی۔ شاہی خانساماں عورت بڑی دوڑ دھوپ میں مشغول تھی۔ اس وقت ہم اُس کو ایک پُرتکلف کام میں لگا ہُوا دیکھ رہے ہیں۔ وہ بادشاہ کی نشستگاہ[6] کے کمروں میں گلاب پاش[7] لئے ہوئے گلاب چھڑک رہی ہے۔ کمروں کی آراستگی[8] کا کام اب اِسکے بعد مکمل[9] ہو جائیگا۔

جن معزز مہمانوں کے استقبال[10] کیلئے یہ سارے انتظامات کئے جا رہے تھے اُنکا حال محل کے اندر بھی کم لوگوں کو معلوم تھا۔ چنانچہ اُن کے متعلق ہر شخص کو ایک اشتیاق تھا اور ہر طرف چہ میگوئیاں[11] ہو رہی تھیں۔ بادشاہ کی سب سے چھوٹی لڑکی نے اپنی معصومانہ[12] جستجو[13] کے شوق میں خود بادشاہ سے سوال کیا:۔

"کیوں ابّا! یہ کون لوگ ہیں جو اپنے ہاں آنے والے ہیں؟"

"اچھا" بادشاہ بولا، "اب اس معاملے کو زیادہ دیر تک چھپانے کی ضرورت نہیں! یہ ایک دلچسپ[14] راز تھا جس کا چھپانا اور کھولنا یکساں خوشی کا معاملہ ہے! میں کہنا چاہتا ہُوں کہ میری دو لڑکیوں کو دولہنیں بننے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے!

"ملک ایران کے کوہستان[15] کا ایک نواب سیاحت[16] کیلئے اس طرف آنے والا ہے وہ ایک امیر کبیر[17] شخص ہے۔ پہاڑی علاقے میں اُسکی ایک وسیع[18] ریاست ہے جو سونے چاندی کی کانوں سے مالا مال ہے! اس وقت جس سیر و سفر پر وُہ یہاں آ رہا ہے اُس کا مقصد سیر و سفر کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ وہ اپنے دو نوجوان لڑکوں کی شادی کرنا چاہتا ہے اور اُسکی نیت اس رشتے کے لئے میری لڑکیوں پر ہے۔ اُسکے یہ دونوں لڑکے اُسکے ہمسفر[19] ہونگے اور اپنے باپ کے ساتھ میرے محل میں قیام کرینگے۔ نواب مذکور[20] میرا پُرانا دوست ہے اور میں خود اس دوستی کو رشتہ داری کی صُورت میں بدل دینا چاہتا ہُوں۔ لیکن میں نے سُنا ہے کہ اُسکے لڑکے بڑے وحشی[21] ہیں خیر پرواہ نہیں، میں ان شادیوں کو ہر حال میں ضروری سمجھتا ہُوں۔ میرے دامادوں کی اصلاح[22] بعد میں ہوتی رہیگی اور مجھے اُمید ہے کہ میری شائستہ[23] بچیاں چند دن کی صُحبت میں اُن کو انسانیت کا جامہ[24] پہنا دینگی!"

"اچھا تو یہ لوگ کب تک آ جائینگے؟" چھوٹی لڑکی نے پُوچھا۔

"اُسکی نسبت کوئی قطعی بات کہی نہیں جا سکتی" بادشاہ نے جواب دیا، "اُنکی آمد کا دارومدار ہَوا اور موسم پر ہے۔ جب ایسا موقع حاصل ہوگا تو اُن کا جہاز روانہ ہوگا۔ چند روز ہُوئے اسی قسم کا ایک عُمدہ موسمی اتفاق پڑا بھی تھا۔ لیکن میرے مہمان نے اُس سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اگرچہ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اُس وقت جہاز کا لنگر اُٹھا دے۔ لیکن اس بڈھے شخص میں یہ ایک بڑا عیب ہے

---

[1] کام کا پورا ہونا [2] بیحد چمک دمک [3] سورج [4] دربار کی جگہ [5] بیل بوٹے بنے ہُوئے [6] بیٹھک کی جگہ [7] گلاب چھڑکنے کا برتن [8] سجاوٹ [9] پُورا [10] پیشوائی [11] طرح طرح کے چرچے [12] بھولے پن کی [13] تلاش [14] بعید [15] پہاڑی مُلک [16] سیر و سفر [17] بہت بڑا دولتمند [18] لمبی چوڑی [19] ساتھ ساتھ سفر کرنے والے [20] ذکر کیا ہُوا [21] جنگلی [22] درستی [23] قرینے اور سلیقے والی [24] لباس ٭

کہ وُہ وقت شناسی[1] سے کام نہیں لیتا اور اپنی آسائیوں کو اپنی غفلتوں پر قُربان کرتا رہتا ہے!"

اسی وقت دو جگنو دُور سے نظر آئے۔ وہ بڑی تیزی سے اُڑتے چلے آ رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی پرواز[2] میں ایک دُوسرے پر بازی لیجانا چاہتے ہیں۔ یہ سرکاری پیامبر[3] تھے!

"دیکھو دیکھو!" بادشاہ بولا۔ "وہ آ رہے ہیں اور کوئی خبر لا رہے ہیں! لاؤ تو میرا تاج تاکہ میں اُسے پہنکر چاندنی میں کھڑا ہو جاؤں"۔

بادشاہ کی ساتوں شہزادیاں بھی ایک خوبصورت قطار بنا کر اپنے باپ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں وہ اپنی رنگین ریشمی اوڑھنیوں میں پریاں معلوم ہوتی تھیں۔

یکبارگی دیکھا گیا کہ کچھ اجنبی لوگ سامنے کھڑے ہُوئے ہیں۔ بادشاہ کی لڑکیوں نے اپنے چہروں سے نقابیں[4] اُلٹ دیں اور نئے مہمانوں کو آداب بجالائیں[5]۔

یہ وہی ایران کے کوہستان کا نواب اور اُسکی ہمراہی[6] جماعت تھی۔ یہ بڈھا رئیس ایک پوستین[7] پہنے ہُوئے تھا اور اُسکے سر پر جو عجیب وغریب تاج تھا اُسمیں برف کے ٹکڑوں کے ہیرے جڑے ہُوئے تھے! اُسکے لڑکوں کا لباس بہت مختصر تھا چنانچہ اُن کے گلے اور سینوں کا ایک ایک حصہ کھُلا ہُوا تھا۔ یہ طرزِ پوشش[8] اُنہوں نے خود اختیار کی تھی اور غالباً اِس سے اُن کو یہ دکھانا منظور تھا کہ ہماری طاقتیں موسمی احتیاطوں سے بے پروا ہیں اور ہماری جوان رگوں کا گرم خون برف کو بھی پگھلا دینے کیلئے کافی ہے!"

"کیوں باپ، یہ سامنے کوئی پہاڑ ہے یا غار؟" چھوٹے لڑکے نے اپنے باپ سے سوال کیا۔

"بڑے گدھے ہو! تمہیں پہاڑ اور غار میں بھی تمیز کرنیکا شعور نہیں؟" باپ نے ڈانٹ بتائی اور پھر آہستہ سے کہا، "ذرا تم سب ہوش وحواس سے باتیں کرو! یہ لوگ ہماری زبان سمجھتے ہیں۔ کہیں ہماری باتوں اور حرکتوں سے یہ ہم کو بالکل گنوار سمجھنے پر نہ مجبور ہو جائیں!"

مہمان لوگ اب پری پہاڑ میں داخل ہُوئے۔ اندر کا دیوانخانہ واقعی بڑی طمطراق[9] کی جگہ تھی! امیروں، وزیروں، اور بادشاہوں کی ایک چیدہ[10] محفل یہاں جمی ہُوئی تھی۔ جلسے کی ترتیب اور قرینہ قابلِ تعریف تھا اور تمام حاضرین مجلس[11] کے آرام وآسائش کے لئے کافی سے زیادہ انتظامات کئے گئے تھے۔ سمندر کے بادشاہ اور اہلِ خاندان[12] کی نشست[13] کیلئے جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا وہ خاص طور پر دلچسپ تھا۔ اُن کی کرسیاں پانی کے بھرے ہُوئے دیگچے تھے! یہ اِسلئے کیا گیا تھا کہ وہ اپنے کو اپنے وطن کی آب وہوا میں تصوّر کریں! لیکن کوہستانی نواب کے بدتمیز لڑکوں نے آخر ایک حرکتِ ناشائستہ[14] یہاں بھی کر ہی دی! یعنی بجائے کرسیوں پر بیٹھنے کے وہ نالائق میز پر چڑھ بیٹھے!

"اپنے پاؤں نیچے آتارو بیہودو!" اُن کا باپ چلّایا، "تمہیں سُوجھتا نہیں کہ جن قابوں[15] کو تمہارے بُوٹ چھُو رہے ہیں اُن کو ابھی تھوڑی دیر میں تمہارا مُنہ چھُوئیگا؟!"

سعادتمند[16] لڑکوں نے اپنے قبلہ وکعبہ[17] کی اس ادب آموزی[18] پر اپنی بیٹھک کی نرالی ادا کی اِصلاح کر لی لیکن ابھی وہ دوبارہ اِنسانوں کی طرح بیٹھ بھی نہ پائے تھے کہ اُن سے ایک دوسری نالائقی سرزد ہونے لگی۔ اُنہوں کیا کیا کہ اپنی جیبوں سے پتھر کی کنکریاں نکالیں

---

[1] وقت یا موقع پہچاننا [2] اُڑان [3] پیام لانے والے قاصد [4] گھونگٹ [5] سلام کیا [6] ساتھ والی [7] پشم والے جانور کی کھال کا فرغل [8] پہننے کا طریقہ [9] شان وشوکت [10] چُنی ہوئی۔ بڑے بڑے لوگوں کی [11] محفل کے حاضر اور شریک لوگ [12] خاندان والوں [13] بیٹھک [14] بدتمیزی کا کام [15] رکابیوں [16] نیکبخت (بطور طنز کے) [17] یعنی باپ [18] ادب سکھانا

اور اُن دونوں کے بیچ کی کرسی پر جو بیگم بیٹھی ہوئی تھی اُس پر اُن کی گلباری[1] شروع کردی! اس پر ساری مجلس میں ایک سخت برہمی[2] پیدا ہوگئی۔ لیکن اپنے اس وحشیانہ شغل سے وہ بمشکل باز آئے تھے کہ انہوں نے اب اپنے بھاری بھاری بوٹ اُتار کر اُسی خاتون کے سامنے بطور تحفے کے پیش کردیئے!

اُن کا بڈھا باپ سخت مشکل میں مبتلا ہوگیا۔ لیکن آدمی تجربہ کار تھا۔ اپنے لڑکوں کی بیہودگیوں پر پردہ ڈالنے اور اہل محفل[3] کی توجہ کو اُنکی طرف سے ہٹا لینے کے لئے اُس نے یہ کیا کہ اپنے کوہستان کے دلچسپ حالات بڑی روانی سے بیان کرنے شروع کردیئے۔ اُس نے کہا کہ وہاں "آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ ہیں جنکے اندر سے بیسیوں ندیاں شور مچاتی ہوئی نکلتی ہیں اور بیشمار چشمے پانی کا راگ گاتے ہیں۔ پہاڑوں کے کندھے برف و یخ سے لدے ہوئے ہیں جو سورج کی روشنی میں چاندی یا ہیرے کی کانوں کی طرح نظر آتے ہیں! چاندنی راتوں کا منظر[4] اس قدر خوبصورت ہوتا ہے کہ بالکل بہشت کا سماں آنکھوں میں کھنچ جاتا ہے! نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں اس بہشت کی حور[5] و غلمان[6] بنجاتے ہیں! اور اس سارے نقشے کو دیکھ کر انسان پر ایک وجد[7] کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے!"

کوہستانی سردار نے ایسے شاعرانہ انداز میں اپنے اس خوشنما وطن کا نقشہ کھینچا کہ ساری محفل دم بخود[8] ہوکر رہ گئی!

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعوت کی تفریحی دلچسپیاں شروع ہوئیں۔ پری پہاڑ کی کنواری لڑکیوں نے ایک ناچ بڑے غضب کا ناچا۔ تماشبینوں کے لئے یہ تمیز کرنی مشکل تھی کہ ناچنے والیوں کے پاؤں کون سے ہیں اور ہاتھ کون سے! پری پہاڑ کے علاقہ کا یہ سب سے زیادہ ماہرانہ اور اُستادانہ قومی ناچ سمجھا جاتا تھا اور سب لوگوں نے اُس کی جیسی داد دی[9] اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ والوں کو اُس پر جو فخر تھا وہ بجا تھا!

اب بادشاہ نے اپنی ایک ایک لڑکی کے کمالات[10] کی نمائش[11] کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اُس نے پہلے سب سے بڑی لڑکی کو بلایا۔ یہ لڑکی اپنی جگہ پر خود ایک تماشا دیکھنے کی چیز تھی! اُس کا بدن بلور کی طرح صاف و شفاف تھا۔ چاندنی رات میں وہ ایک جلتی ہوئی شمع معلوم ہوتی تھی۔ دراصل یہ لڑکی ساری شہزادیوں کی سرتاج[12] تھی۔ اُس نے جو کمال بتایا وہ بھی بڑا نازک کام تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک سفید چھڑی اپنے سُرخی مائل[13] ہونٹوں میں دبائی اور غائب ہوگئی!

"اس خوبی کی میں زیادہ قدر نہیں کرسکتا"! ایرانی کوہستان والا نواب بولا، "اور میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں میرے لڑکے بھی میرے ہم مذاق[14] ہونگے۔ ایسی پیاری صورت اور موہنی مورت جیسی کہ شہزادی کو خدا نے دی ہے وہ ایسی چیز ہے کہ وہ ہر گھڑی آنکھوں کو نور، دل کو سرور[15] اور پہلو کو زینت بخشے، لیکن شہزادی میں جب دیکھتے دیکھتے اس طرح آنکھوں سے اوجھل ہوجانیکی عادت ہے تو اس کے طفیل میں اُس نوجوان کا سارا عیش تلخ[16] ہوجایا کریگا جو اُس کو اپنی رفیق زندگی[17] بنائیگا!

اب دوسری لڑکی سامنے آئی۔ اسمیں جو صفت تھی اُسنے دیکھنے والوں کو اور بھی حیران کردیا! یہ لڑکی جس وقت ناچ ناچتی تھی تو اُس کا سایہ بھی اُسکے ساتھ ایسی باضابطہ[18] حرکتیں کرتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دو لڑکیاں ایک ہی وقت میں ناچ رہی ہیں! ناچ کے وقت سایہ کا اس طرح ایک زندہ مورت بنجانا ایک ایسا بھید تھا جو کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا!

تیسری لڑکی اپنے اندر محفل کی دلچسپیوں کا ایک نادر[19] سامان رکھتی تھی۔ اُسکی مشتاق اُنگلیاں انگور کے جگر میں سے شراب کے

---

[1] پھول برسانا (بطور طعن کے)، [2] ناراضگی [3] محفل کے لوگ [4] سماں [5] جنت کی خوبصورت عورتیں [6] جنت کے خوبصورت لڑکے [7] دل کا سرور اور مستی [8] چپ چاپ حیران [9] ہنر کی تعریف کرنا [10] جمع ہے کمال کی [11] دکھانا [12] سردار [13] جسمیں تھوڑی تھوڑی لالی ہو [14] ایک سی پسند رکھنے والے [15] خوشی [16] کڑوا، بدمزہ [17] زندگی کی ساتھی یعنی بیوی [18] باقاعدہ [19] انوکھا، عمدہ +

سب سے لذیذ قطرے چند منٹ میں نکال لینا جانتی تھیں۔ ایک دوسرا شعبدہ[1] اُس نے یہ دکھایا کہ اندھیرے میں کھڑے ہو کر جب اُس نے ایک اِسم[2] پڑھا تو سینکڑوں جگنوؤں نے آ کر اُس کو اپنے جھرمٹ میں لیلیا! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسکے لباس میں سر سے لیکر پاؤں تک لعل ہی لعل ٹکے ہوئے ہیں!

اب چوتھی لڑکی کی باری تھی - وہ اس انداز سے آئی کہ اُسکے ہاتھوں میں ایک نازک طنبورہ[3] تھا۔ جس وقت اُس نے اپنے طنبورے کے تاروں کو چھیڑا ہے تو ساری محفل کے دل سینوں کے اندر رقص کرنے لگے!

پانچویں لڑکی نے آکر یہ بیان کیا کہ میرا ہُنر ایرانی کوہستان کی محبت کی مشق کرنا ہے! مَیں نے عہد کیا ہے کہ مَیں جب شادی کرونگی تو اپنے اسی قبلۂ محبت[5] میں پہنچکر!"

"اجی اس عشقِ ایران کی حقیقت مجھ سے پُوچھئے!" سب سے چھوٹی بہن نے جو نہایت شوخ و شریر تھی کوہستانی نواب سے کہا "ہمشیرہ[6] صاحبہ نے ایک پُرانی نظم سُن پائی ہے جو زرتشتی[7] مذہب کے اخبار بالغیب[8] سے تعلق رکھتی ہے اور جسکے ایک حصے میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ جب قیامت آئیگی تو اس عالمگیر[9] زلزلے میں صرف ایران کے کوہستانی خطّے ہی اپنی جگہ پر قائم رہجائینگے اور باقی ساری زمین زیر و زبر[10] ہو جائیگی۔ پس اس کوہستان کی طرف وہ ایک دارالاماں[11] کی حیثیت سے ہجرت[12] کرنی چاہتی ہیں! اُن کے دل کا صحیح جذبہ[13] محبتِ ایران کے بجائے موت کا خوف ہے!"

"لیکن آپ بھی غضب ہیں کہ اُسکے دل کے اندرونی گوشوں کی دَم کے دَم میں ایسی خانہ تلاشی[14] لے ڈالی!" کوہستانی نواب مُسکرا کر بولا۔ اور پھر اپنے میزبان[15] کی طرف رُخ کرکے اُس نے پُوچھا کہ "کیوں جناب، اب آپکی ساتویں لڑکی آئیگی نا؟"

جی نہیں، ساتویں سے پہلے چھٹی کا نمبر ہے!" شاہ پہاڑ نے اس نازک حسابی غلطی کو دُرست کرتے ہُوئے کہا!

بادشاہ کی چھٹی لڑکی کو بھی اگرچہ اس بات کی اطلاع دیدی گئی تھی کہ اب اُس کو دربار میں آنا ہے۔ لیکن اُس نے اپنی حاضری کیلئے کوئی تیاری نہیں کی تھی اور جب عین وقت پر اُس کو یاددہانی[16] کی گئی تو اُس نے کہا:-

"مجھے ان جلسوں اور مشغلوں کی شرکت سے معاف رکھا جائے۔ میں اپنے لئے اُن کے اندر کوئی کشش نہیں پاتی۔ اگر ہم نظرِ عبرت[17] سے کام لیں تو ہمارے لئے بجائے ان جشنوں کے ماتمی مجلسیں قائم کرنا زیادہ مناسب ہے! میرا تو یہ حال ہے کہ جب کبھی میں اپنا کوئی رنگین جوڑہ سیتی ہوتی ہُوں تو میرے دِل میں یہ خیال آیا کرتا ہے کہ ہمارے لِئے کفن کی تیاری اس سے زیادہ مقدّم کام ہے! سچ مچ دُنیا ایسی ہی ناپایدار واقع ہُوئی ہے!"

دردمند لڑکی کے مُنہ سے زندگی کی یہ سچی کہانی کسی کو زیادہ نہ بھائی اور لوگ اُسکی زندہ دِلی[18] کی طرف سے مایوس ہو کر اُسکے پاس سے جلد رخصت ہوگئے اور ساتویں شاہزادی کو بُلاوا دینے کیلئے پہنچے۔

یہ لڑکی خوشی خوشی آئی اور اہلِ محفل کی تفریحِ طبع[19] کی کوشش میں مشغول ہوگئی۔ وہ بڑی خوش مزاج معلوم ہوتی تھی اور جلسے کی دلچسپیوں میں حصہ لینے کیلئے ہر طرح آمادہ تھی وہ ایک بڑی اچھی داستان گو تھی اور ہزار ہا پریوں کی کہانیاں اُسکو یاد تھیں کوہستانی سردار نے کہا کہ "دیکھو یہ میرے ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں۔ ہر ایک اُنگلی کی ایک ایک کہانی کی مَیں تم سے فرمائش[20] کرتا ہُوں"۔

---

[1] تماشا [2] کراماتی کلمہ [3] ستار کی طرح کا ایک باجا [4] ناچ [5] محبت کا کعبہ جس جگہ کی محبت ایک زیارتگاہ کی طرح دل میں ہو۔ [6] بہن [7] زرتشت کا جو ایران کا ایک پیغمبر ہوا ہے [8] پیشینگوئیاں غیب کی خبریں [9] سارے جہان کو لپیٹ میں لے آنیوالا [10] تہ و بالا، اوپر نیچے [11] امن کا ملک [12] ترکِ وطن [13] خواہش نیت، خیال، [14] گھر کی جانچ پڑتال [15] مہماندار [16] یاد دلانا [17] غور کرنا اور ڈھونڈنا، نصیحت پکڑنا [18] خوشی وخورمی [19] دل بہلاؤ [20] کہانیاں کہنے والی [21] سبت ذخوا۔

لڑکی کی زبان رواں ہوگئی۔ اُسکی کہانیاں اس قدر ظریفانہ[1] تھیں کہ سُننے والوں کے پیٹوں میں بل پڑ پڑ گئے۔ جب لڑکی کہانیاں کہتے کہتے کوہستانی سردار کی انگوٹھی والی اُنگلی پر آئی تو سردار مسکرا کر بولا:۔

اس کہانی پر میں تم کو اسی اُنگلی کی یہ انگوٹھی نذر کرنی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ تم اُس کو قبول کروگی"!

یہ کوہستانی سردار کی طرف سے لڑکی کو شادی کا پیغام تھا!

شہزادی اس معزز مہمان کی اس معنی خیز[2] گفتگو پر ہچکچائی جس پر سردار مذکور[3] نے مندرجۂ ذیل[4] تقریر شروع کردی:۔

"خدانخواستہ[5] میں تمہاری خوشیوں کو تباہ کرنا نہیں چاہتا! انشاء اللہ[6] ہمارے ملک ایران کے اندر تمہاری زندگی خود ایک پریوں کی داستان بنجائیگی! ایرانی کوہستان زمین کی جنت ہے! وہاں پہاڑوں کی اُونچی اونچی چوٹیاں ہیں جو برف کے جواہر نگار[7] تاج پہنے ہوئے کھڑی ہیں! صنوبر کے عالیشان درختوں کی فوج صف باندھے ہوئے نظر آتی ہے! ندیاں چاروں طرف ہار ڈالے ہوئے پڑی بہ رہی ہیں چشموں کے سُہانے راگ اور باغوں کی بُلبُلوں کی غزل خوانیاں[8] وجد[9] کے سامان اپنے اندر رکھتی ہیں! سبزہ زار[10] اور سیرگاہیں قابل دید[11] ہیں۔ الغرض ان سب چیزوں نے ملکر کوہستان کے اندر واقعی ایک بہشت بنادی ہے! اس سرزمین کا حق ہے کہ وہ تم جیسی حسین حُور کو اپنے ہاں آنے کی دعوت[12] دے"!

کوہستانی نواب تو اِن عشق بازیوں اور محبت و الفت کی حرف و حکایات میں ڈوبا ہوا تھا اور دوسری طرف اُسکے وحشی لڑکے گُل کھیل رہے تھے!

عرصہ ہوا کہ وہ محفل سے بلا اطلاع و اجازت اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ دربار کی نشست و برخاست[13] کی پابندیاں اُن کے لیئے وبال جان ہوگئی تھیں۔ وہ بات بات پر ٹوکے جاتے تھے اور اُن کی ایک ایک حرکت پر اعتراض[14] کیا جاتا تھا۔ آخرکار وہ اس چیں و رچیں اور چُناں چُناں کی تاب نہ لاکر وہاں سے چلتے بنے تھے۔

باہر کے میدان میں لڑکے کھیل رہے تھے۔ یہ کوہستانی کھلنڈرے بھی اُنہی میں شامل ہوگئے اور وہاں اُنہوں نے وہ دھما چوکڑی مچائی کہ دُوسرے لڑکے پناہ مانگنے لگے! بھلا ان جنگل کے جنگلیوں کو شاہی محل کی دربارنشینی[15] سے کیا واسطہ ہوسکتا تھا؟!

اُن کا باپ اگرچہ اُن کے باپ ہونیسے انکار نہ کرسکتا تھا، لیکن عادات و اطوار[16] کے لحاظ سے وہ اسکی قطعی ناخلف[17] اولاد تھے اُنھوں نے اپنی حالت اور طفولیت سے بھرے دربار میں اپنے باپ کو شرمندہ کیا۔

باپ کا دل ان نالائق لڑکوں نے بُری طرح زخمی کیا تھا۔ لیکن اُسکے دل کے سارے زخموں کا مرہم شہزادی کی مُسکراہٹ تھی جسکے نظارے[18] سے اُسکی مشتاق آنکھیں ہمیشہ سیراب[19] ہوتی رہتی تھیں۔ وہ اُسکی ملکہ بنی اور اُسکے تاج ریاست کا سب سے قیمتی نگینہ سمجھی گئی۔

پری پہاڑ والے بادشاہ کے ہاں کا جشن[20] اب ختم ہوگیا تھا۔ ساری چیزیں اپنی پچھلی حالت پر آنی شروع ہوئیں۔ چنانچہ پہاڑ کے پہلو میں جو بڑا شگاف پڑگیا تھا اور جس میں سے ہوکر باہر کے مہمان اندر آتے جاتے تھے۔ اب یکبارگی خودبخود بند ہوگیا۔ پہاڑ کی وہ نیچینی بھی اب دُور ہوگئی تھی اور چھپکلیاں بدستور درخت کی شاخوں پر بیٹھی ہوئی ان سارے گذرے ہوئے جلسے جلوس کے ذکر کر رہی تھیں!

اسرائیل احمد خاں صاحب بی۔ اے۔

---

[1] مذاقیہ [2] اشاروں اور معنوں سے بھری ہوئی [3] اوپر ذکر کیا ہوا [4] نیچے لکھی ہوئی [5] خدا نہ کرے [6] اگر اللہ نے چاہا تو [7] ہیروں موتیوں سے جڑے ہوئے [8] غزلیں پڑھنا یا گانا [9] دل کی کیفیت اور مستی [10] ہریالی کے میدان [11] دیکھنے کے قابل [12] بُلاوا [13] اُٹھنا بیٹھنا [14] عیب نکالنا، غلطی پکڑنا [15] دربار میں بیٹھنا [16] عادتیں اور طور طریق [17] نالائق [18] تماشے [19] رس چوسنے والی [20] کوئی بڑی خوشی،

(آسکر وائیلڈ کی ایک منثور نظم!)

ایوانِ عدل میں خاموشی طاری تھی اور ایک ننگا دھڑنگا انسان خدا کے حضور میں پیش ہوا۔

اور خدا نے انسان کے اعمال کی کتاب کھولی۔

اور خدا نے انسان سے کہا "تیری زندگی بُری تھی، تو نے اُن پر ظلم کیا جو بے کس تھے، اور جن کو مدد کی ضرورت تھی اُن سے تُو نے تلخ مزاجی اور سخت دلی کا برتاؤ کیا۔ غریبوں نے تجھ کو بُلایا اور تو نہ بولا، اور تیرے کان میرے دُکھی بندوں کی پکار پر بند ہو گئے بے باپوں کے ورثے پر تو خود قابض ہو گیا، اور ہمسائے کے تاکستانوں کی طرف تُو نے لومڑیوں کو بھیجا۔ تو نے بچوں کی روٹی اُٹھائی اور کتوں کے آگے ڈال دی، اور میرے کوڑھی بندے دلدلوں میں امن سے رہتے تھے اور میری حمد کرتے تھے تو نے انہیں پہاڑوں کی طرف نکال دیا، اور میری زمین پر جس سے میں نے تجھے بنایا تھا تو نے بے گناہوں کا خون بہایا۔"

اور انسان نے جواب دیا اور کہا "ہاں، میں نے ایسا ہی کیا۔"

اور خدا نے پھر انسان کے اعمال کی کتاب کھولی۔

اور خدا نے انسان سے کہا "تیری زندگی بُری تھی، تو حُسن کے جنون میں رہا جس کو میں نے ظاہر کیا اور نیکی کی تلاش نہ کی جس کو میں نے چھپایا۔ تیرے مکان کی دیواریں بتوں کی تصویروں سے سجی ہوئی تھیں اور تیرے ناپاک بستر میں سے ارغنوں کی آواز تجھے جگاتی تھی۔ جن گناہوں کو میں نے معاف کیا اُن کے لئے تو نے سات قتل گاہیں تعمیر کیں، اور جن چیزوں کو میں نے حرام کیا اُن کو تُو نے کھایا، اور تیری قبا کے ارغوانی رنگ پر تیرے گناہ کے تین نشان نمایاں تھے۔ تیرے بُت نہ سونے کے تھے اور نہ چاندی کے جو پائدار ہوتے بلکہ گوشت کے تھے جو مر جاتا ہے۔ تو اُن کے بالوں میں خوشبوئیں لگاتا تھا اور انار اُن کے ہاتھوں میں دیتا تھا۔ تو اُن کے پاؤں میں زعفران لگاتا تھا اور قالینیں اُن کے آگے پھیلاتا تھا۔ تو سُرمہ اُن کی آنکھوں میں لگاتا تھا اور مُر میں اُن کے جسم بساتا تھا۔ تو اپنا سر اُن کے آگے زمین پر جھکاتا تھا اور اُن کا رتبہ آفتاب سے بڑھاتا تھا۔ تو اپنی رسوائی آفتاب کو دکھاتا تھا اور اپنا جنون چاند کے سامنے پیش کرتا تھا۔"

اور انسان نے جواب دیا اور کہا "ہاں" میں نے ایسا ہی کیا"۔

اور خدا نے تیسری دفعہ انسان کے اعمال کی کتاب کھولی۔

اور خُدا نے انسان سے کہا "تیری زندگی بُری تھی، کہ بھلائی کے عوض تُو نے بُرائی کی اور نیکی کے عوض بدی۔ جن ہاتھوں نے تجھے پالا تُو نے اُن کو زخمی کیا، اور جن چھاتیوں کا تُو نے دُودھ پیا اُن کی تُو نے تحقیر کی۔ جو پانی لے کر تیرے پاس آیا وہ پیاسا ہو کر گیا، اور باغی لوگ جنہوں نے اپنے خیمے میں تجھے پناہ دی صُبح ہونے سے پہلے پہلے تو نے انہیں پکڑوا دیا۔ اور تیرا دشمن جس نے تجھے چھوڑ دیا تھا تُو نے گھات میں بیٹھ کر اُس کو زخم لگایا، اور تیرا دوست جو تیرے ساتھ چلا تُو نے اُسے روپے کے عوض فروخت کر دیا، اور جنہوں نے تجھے محبت کا تحفہ دیا تو نے نفس پرستی اُن کے سامنے پیش کی۔"

اور انسان نے جواب دیا اور کہا "ہاں، میں نے ایسا ہی کیا۔"

اورخدا نے انسان کے اعمال کی کتاب بند کردی اور کہا "یقیناً میں تجھے جہنم میں بھیجوں گا۔ ہاں میں تجھے جہنم ہی میں بھیجونگا"۔
اورانسان نے چلّا کرکہا "تو ایسا نہیں کرسکتا"۔
اورخدا نے انسان سے کہا "میں کیوں ایسا نہیں کرسکتا، اور اس کی وجہ کیا ہے؟"
انسان نے جواب دیا "اس لئے کہ میں ہمیشہ جہنم ہی میں رہا"۔
اورایوانِ عدل میں خاموشی چھاگئی۔
اورتھوڑی دیر کے بعد خدا بولا، اور اُس نے انسان سے کہا "یہ دیکھ کرکہ میں تجھے جہنم میں نہیں بھیج سکتا ہوں، نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تجھے جنت میں بھیجوں۔ ہاں میں تجھے جنت ہی میں بھیجوں گا"۔
اورانسان چلّا کربولا "تو ایسا نہیں کرسکتا"۔
اورخدا نے انسان سے کہا "میں کیوں تجھے جنت میں نہیں بھیج سکتا، اوراس کی وجہ کیا ہے؟"
انسان نے جواب دیا "اس لئے کہ کبھی اور کسی جگہ بھی میں اُس کا تصور نہیں کرسکا"۔
اورایوانِ عدل میں پھر خاموشی چھاگئی۔

منصور احمد

سیّد عبداللطیف۔ ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی پروفیسر ادب انگریزی جامعۂ عثمانیہ لکھتے ہیں:۔

مجھے یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ، افسانے سے متعلق ایک ماہوار رسالہ جاری فرمانے والے ہیں اُردو میں بیسیوں رسائل اس وقت نکل رہے ہیں اور آئے دن نکلتے ہی رہتے ہیں لیکن بہت کم رسالے ایسے ہیں جو اعلیٰ پیمانہ پر ادب کے مخصوص شعبوں کی خدمت انجام دیتے ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے موجودہ رسائل میں افسانے بھی شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن متعین مقصد کیساتھ افسانہ نگاری کا تنقیدی اور تخلیقی مقصد ان کے پیشِ نظر معلوم نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے آپ کے مختص رسالہ کا اہل ملک کو خیر مقدم کرنا چاہیئے۔

اُردو ادب، دورِ حاضر کے گوناگوں اثرات کے تحت گریز پا ترقی کررہا ہے۔ اور ہر شعبۂ ادب میں ان اثرات کے ردِعمل کے نشانات بھی نمایاں ہیں۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اس خصوص میں جو بھی ترقی ہو رہی ہے وہ کارفرما قوتوں کے امکانات کے مطابق نہیں یہ بات خاص طور پر افسانہ نگاری کے میدان میں زیادہ نمایاں ہے۔

ضیافتِ طبع کا یہ شعبہ اپنے پیچھے ایک قدیم تاریخ رکھتا ہے۔ اس کی کہانی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ انسان، اپنے پرائے اور عالم خارج کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کرتا ہے۔ اس طویل عرصہ میں اس بے نت نئے رُوپ بدلے اور بھانت بھانت کی صورتیں اختیار کیں۔ قصہ گوئی، افسانہ نگاری، تمثیلی نمائندگی وغیرہ اسکی زندگی کے مختلف پہلو ہیں۔ اسکی دلچسپی ایک زندہ قوت ہے اور انسان کے جیتے جی ہمیشہ باقی رہیگی۔

فسانہ قومی حیات کی تعمیر میں خاص حصہ رکھتا ہے عام ادب کی طرح یہ شعبہ بھی انسانی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے۔ یہ انسانی زندگی سے پیدا ہوتا اور پھر اس زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پاکیزہ احساسات اور تخیلات کی پرورش اور اجتماعی نصب العین کو بلند و بالا کرتا ہے انگلستان، فرانس، روس اور دیگر ممالک کی قومی زندگی کے سنوارنے میں چپکے چپکے اس فن نے جو حصہ لیا ہے وہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

خدا کرے کہ ہمارے ادب میں افسانے کا ایسا دور شروع ہو جو ایک طرف ہماری تہذیب و شائستگی اور نصب العین کا حامل ہو تو دوسری طرف وہ اپنی لطیف قوتوں سے اس ملک کا مستقبل روشن کرے۔ اس بارے میں آپ کا رسالہ جو بھی خدمت انجام دے، ملک و ادب کے لیئے ہر طرح قابلِ تشکر ہوگا۔
خدا آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے ✣

بیچلرز کلب (کنواروں کی انجمن)

از سردار موہن سنگھ صاحب ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

(۱)

۱۹۳۱ئہ میں میں ولایت سے بیرسٹر ہو کر لوٹا۔ آتے ہی میں نے طوفان سا کھڑا کر دیا۔ دھواں دھار تقریریں کیں پنجاب کے تمام انگریزی اخباروں میں پُرزور مضامین لکھے۔ لاہور کی کاسموپالیٹین کلب میں کئی شامیں ممبروں کو اپنے مطالب سمجھانے میں صرف کیں۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ چار ہی مہینوں میں ایک شاندار کلب بیچلرز کلب کے نام سے قائم کر لی۔ پچاس سے زیادہ ممبر ہوئے۔ دس روپیہ ماہوار چندہ تھا۔ ایک وسیع مکان میں انجمن کا کام شروع ہؤا۔ تین طرح کے ممبر ہؤا کرتے تھے۔ اے کلاس میں وُہ تھے جنہوں نے سوگند کھالی تھی کہ عمر بھر شادی نہ کرینگے۔ مفلس۔ بے کار۔ غلام۔ کمزور ہندوستانی بھک منگے کو کیا حق ہے کہ زندگی ایسی نعمت کو اپنے ایسے ٹو اور بھک منگے پیدا کرنے میں ضائع کر دے سوامی رام تیرتھ نے کیا خُوب کہا تھا۔ اے کلاس والوں کو فخر تھا کہ نہ ہم پر حُسن کا جادُو چل سکتا ہے۔ نہ زر و مال کا سحر۔ عورت ذات سے دور بھاگتے تھے گویا بھُوت ہے چمٹ گیا تو کوئی ساحر و معجز نما خلاصی نہ دلوا سکیگا۔ باوا آدم کے ساتھ اماں حوا نے کیا کیا؟ بہشت سے بُری طرح نکلوا کر رہی۔ اور یہاں تو پہلے ہی جہنم کے باسی ہیں۔ اس حالت سے بھی گر جائینگے۔ اے کلاس والے بڑے ہمتی واقع ہُوئے تھے کبھی نہ کبھی مظلوم خاوند کو ہر سنیچر کو گھسیٹ لاتے اور اُس کے مُنہ سے اُس کی عبرت خیز داستاں سُنتے۔ جُوں جُوں وہ اپنی پُر درد بپتی بیان کرتا۔ تُوں تُوں آنسو بہاتا ہمارے ممبر ایک دُوسرے کی طرف دیکھکر آنکھوں سے اشارے کرتے۔ مُسکراتے اور دِل ہی دِل میں اللہ تعالےٰ کا اور میرا شُکر بجالاتے۔ واللہ ہم بڑے سیانے نکلے کیسی کیسی بلاؤں سے بچ گئے۔ بی کلاس کے ممبر وہ لوگ تھے۔ جنہیں اپنی طبیعت پر مکمل قابُو نہ تھا۔ عزم مصمم کر چکے تھے کہ شادی نہ کرینگے مگر عزم ویسا ہی تھا جیسا باوا آدم کا تھا۔ دانہ ہر رنگِ دام دیکھا اور یہ پھنسے۔ اس بات کا احساس کہ امتحان۔ کڑے امتحان میں ہم ضرور فیل ہو جائینگے انہیں ہمیشہ اپنی نظروں میں حقیر بنائے رکھتے تھا۔ اے کلاس والے ان کو ترحم کی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ اُنہیں ان بیچاروں پر ترس آتا تھا۔ دیکھو ان کی قید مقرر ہے۔ جیل خانہ کی ہوا ایک نہ ایک دِن انہیں ضرور کھانی ہے۔ کِس جوش۔ کِس حسرت سے اُس بُرے دِن کو ٹالنے کی فکر میں ہیں۔ ہمہ تن مصرُوف ہیں کہ اُس روزِ بد کی منحوس صُورت نہ دیکھیں۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی۔ ان ممبروں کی تعداد دوسری دو کلاسوں کے ممبروں سے دوچند تھی۔ اس میں زیادہ تر کالجوں کے لڑکے ہؤا کرتے تھے یا وُہ بی۔ اے جو بے کاری کے تپِ محرقہ میں مُبتلا ہو چکے تھے۔ سی کلاس والے شادی شُدہ تو تھے مگر اپنے گناہِ عظیم سے تائب۔ کفارہ یُوں کر رہے تھے کہ بچے پیدا نہ کرینگے۔ میں اِس کلب کا صدر تھا۔ اور صدارت کا مستحق بھی تھا۔ ممبروں کی زندگی میں مَیں نے انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ سب خوش تھے کہ چوبیس گھنٹوں میں کم از کم دو گھنٹے تو دِل کی بھڑاس نکالنے اور اپنی مظلوم ذات کے دُشمنوں یعنی عورتوں کو جی بھر کر کوسنے کا موقعہ ملتا ہے۔

(۲)

۱۴ر جنوری ۱۹۴۲ء کا ذکر ہے۔ میں اپنے ننھے سے بھتیجے اور اُس کی انّا کے ساتھ جالندھر سٹیشن پر پہنچا۔ لاہور کا ٹکٹ خرید کیا۔ گاڑی روانہ ہونے کو تھی جلدی سے انّا اور بچے کو سیکنڈ کلاس زنانہ میں بٹھلایا۔ انّا بوڑھی تھی۔ بچہ رونے لگا اور تین انگلیاں مُنہ میں ڈال کر زبانِ حال سے دُودھ کا تقاضا کرنے لگا۔ انّا سے سٹوو پہ دودھ گرم ہونا ناممکن تھا۔ میں نے بھائی سے اُسی روز سٹوو خریدوایا تھا۔ اُسے ساتھ لیتا آیا۔ انّا سٹوو کے استعمال سے ناواقف تھی اور بتائے جانے پر بھی اُسے کام میں لانے سے مُتأمّل تھی۔ میں نے اپنے سے کہا گاڑی میں فقط ایک با بُرقعہ عورت ہے۔ اُسے اعتراض نہ ہو تو اگلے سٹیشن تک اسی میں بیٹھ کر بچے کے لیئے دُودھ گرم کر دُوں۔ میں نے سوچا سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہی ہیں تن تنہا۔ پڑھی لکھی ہونگی ان کو کیا اعتراض ہو گا۔ میں نے انگریزی میں) کہا گاڑی چلنے کو ہے۔ سیٹی ہو چکی ہے آپ اجازت دیں تو یہیں بیٹھ کر دودھ گرم کر لُوں۔ اگلے سٹیشن پر اُتر جاؤنگا۔ اُنہوں نے چہرے پر سے بُرقعہ کو سرکایا اور انگریزی ہی میں جواب دیا۔ اجازت ہی اجازت ہے۔ مگر ہاں اگر آپ اجازت دیں تو میں ہی گرم کر دُوں۔ آپ ناحق کیوں تکلیف کرینگے۔ اور (مُسکرا کر) میں آپ سے بہتر اس کام کو کر دُونگی۔ مَیں نے کچھ جواب نہ دیا اور ایک متشکرانہ نظر اُن کے خوبصورت چہرے پر ڈال کر کمرے سے باہر آگیا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا ہی تھا کہ گاڑی چل دی میں نے کمرے میں بیٹھ کر اُسے گوشۂ تنہائی سمجھ کر اپنے دل سے بات چیت شروع کر دی۔ چار اور اصحاب موجود تھے۔ بلند آواز سے گپیں لڑا رہے تھے مگر مجھے خبر تک نہ تھی کہ وُہ کیا بک رہے ہیں۔ میں اپنی دُھن میں تھا۔ مجھے سوچنے کے لِئے کچھ مسالہ مِل گیا تھا اور نہایت تیزی سے اُس پر دماغی عمل کر رہا تھا۔

(۲)

صبح ہے۔ اپنے دفتر میں بیٹھا ہُوں۔ ڈاک دیکھ رہا ہُوں۔ ایک لفافہ نے تو مجھ پر بم پھینک دیا۔ انگریزی عبارت کا ترجمہ یُوں ہے۔ جنابِ من۔ آپ نے مجھے اپنے ننھے بھتیجے کی ننھی سی خدمت کرنیکا موقعہ دیا۔ اس کا شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے بچّوں سے بہت محبت ہے۔ خدا سب کے بچّوں کو سلامت رکھے۔　　بچّوں کی عاشق

حمیدہ

نوٹ :- کہیں آپ یہ نہ سمجھ لیجیئے کہ میں بچّوں کی ماں ہُوں۔ خط کی رسید اگر مناسب سمجھئے تو بھیج دیجیئے گا۔ پتہ درج ہے ہی

حمیدہ

مکمل ایک ہفتہ وہ خط میری جیب میں رہا۔ اُس کے بعد میں نے جواب لکھا۔ بدیں مضمُون کہ خط ملا۔ بیچلرز کلب کا پریسیڈنٹ ہونے کے حیثیت سے میں سوائے اشد ضرورت کے کسی عورت سے خط وکتابت کرنے کا مجاز نہیں۔ آپ کی مخلصانہ عنایت کے ساتھ خاموشی سے سلوک کرنا مجلسی آداب کی توہین ہے۔ اِسلئے اشد ضروری سمجھ کر یہ چند حروف لکھ دیئے۔　　یوسف

دو ہی دن گذرے تھے کہ ایک لمبا چوڑا خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں بھی اُس کلب کی ممبر ہونا چاہتی ہوں۔ آپ جہاں عورتوں کے مظالم کا ذکر کرینگے میں مردوں کے جورہائے ناروا کی داستان بیان کرونگی جس کا نتیجہ وہی ہوگا جو آپ کی کلب کا مقصد واحد ہے یعنی مردوں عورتوں دونوں کو شادی سے نفرت ہو جائیگی۔ اسکے بجائے کہ میں ایک الگ انجمن قائم کروں جس میں ہزاروں دِقتیں پیش آئیں یہی بہتر ہے کہ آپ مجھے اسی کلب میں لے لیں۔ ضروری سمجھیں تو موجودہ نام میں مناسب تبدیلی کرلیں میں وعدہ کرتی ہُوں کہ میں بہت سی عورتیں ممبر کرا دونگی قواعد کی پابندی میں میں اور میری بہنیں ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرینگی۔ بنی نوع انسان کی بہتری کے کام میں ہم عورتیں بھی ہاتھ بٹانا چاہتی ہیں۔ تعلیم نے ہم کو اس قابل بنا دیا ہے کہ ہم شادی کے قابل ترک مجلسی انتظام کی اَن گنت قباحتوں کو سمجھ کر اس کے خلاف قول وفعل سے اجتہاد کریں۔ اُمید ہے کہ آپ میرے اس خط کو غور سے پڑھینگے اور اپنے

دوستوں سے مفصل مشورہ کرکے جس قدر جلد ہوسکیگا جواب سے مجھے سرفراز فرمائینگے۔

حمیدہ کلب کی ممبر ہوگئیں۔ چھ ماہ کے اندر وہ بیس اور لڑکیوں کو ممبر بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ کلب کا نام تبدیل نہ کیا گیا۔ کیونکہ مردوں کو جو کثرت میں تھے اعتراض تھا۔ وجہ اُنہوں نے بیان نہ کی۔ وجہ یہ تھی کہ ہم عورت کی فطرت سے خوب واقف تھے اور یقین تھا کہ اور دو چار برس میں یا تو یہ ممبری چھوڑ دینگی یا ان کے بیاہے جانے پر ان سے ممبری چھین لی جائیگی۔

ساتویں مہینے میں میں نے کلب سے استعفےٰ دے دیا۔ اُس کی آخری تاریخ کو میری اور خوبصورت بلا "حمیدہ کی شادی ہوگئی ہم دونوں پہاڑ پر گئے وہاں حمیدہ کو چیچک نکل آئی۔ وہ بچ گئی مگر اُس کا چہرہ نہایت بدصورت ہوگیا اور اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی۔ ادھر میرے والد کی وفات پر مجھے معلوم ہؤا کہ وہ جائداد جس پر میں برسوں سے نظر لگائے بیٹھا تھا بیحد مقروض ہے اور ادائے قرضہ کے بعد مجھے مشکل سے دو تین ہزار روپے وصول ہو سکینگے۔ میں نے ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ زہر کھا کر خودکشی کروں ورنہ بچے پیدا ہوجائینگے اور اور آفت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ زہر کھالیا۔ اوفو میں مر رہا ہوں۔ خون خشک ہو رہا ہے۔ لو میں چلا۔۔ ہائے بچاؤ۔۔۔۔۔۔۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی اپنے کمرے میں چارپائی پر پڑا ہوں۔ بہت دن نکل آیا ہے۔ رات کو کلب سے دیر میں آیا تھا۔ اسلئے آنکھ جلدی نہ کھلی۔ تاریخ دیکھی۔ للہ الحمد یہ تو فقط ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء ہے۔ کل دوپہر ہی کو تو میں جالندھر سے لوٹا تھا۔ میں نے سگار سلگایا اور سوچنا شروع کیا۔ یہ خواب تو ضرور تھا جس کے لیئے خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ مگر اس خواب کی تعبیر کیا ہوسکتی ہے کیا فی الواقع مجھ پر اُس عورت کے حسن کا جادو چل سکتا ہے؟ کیا اتنے دنوں کے تجربے اور مشاہدے کے بعد بھی میرے دل میں کسی عورت کے لیئے جگہ ہوسکتی ہے؟ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے اُس کی طرف اس قدر مائل کردیا تھا۔ اسمیں تو کچھ شک نہ تھا کہ میں اپنے کو اُس کا مائل۔ نہیں نہیں سائل بلکہ گھائل پاتا تھا۔ خواب میں تو دل کی آرزوئیں تیر کر سطح پر آجاتی ہیں۔ اُن سے مصنوعی عقلیہ دباؤ اُٹھ جاتا ہے میرے خواب نے میری حقیقت کو مجھ پر روشن کردیا تھا۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ (باقی آئندہ)

افسانہ کی ماہیّت

از محمد حسین ادیب ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ای ۔ ڈی ۔ حیدرآباد دکن !

عُرفِ عام میں افسانہ ایک ایسا وسیع لفظ ہے جس کا اطلاق ہر قسم کے اساطیر۔ داستان ۔ قِصّہ۔ حکایات تمثیل ۔ ناول ۔ رومان ڈرامہ وغیرہ پر ہوتا ہے ۔ لیکن آج کل کے نقاد اور ماہرینِ فن اسے محدود و مخصوص معنی میں استعمال کرتے ہیں ۔ افسانہ نے ایک جداگانہ صنفِ ادب کی حیثیت اختیار کرلی ہے ۔ جسے عصرِ حاضر کے رسائل و جرائد میں بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ موجودہ زمانہ میں افسانہ سے ایک خاص قسم کا مختصر قصہ مُراد ہوتا ہے ۔ جسکی امتیازی خصوصیت اس کا دوگانہ نصب العین ہے ۔ اسی نصب العین کی تکمیل پر افسانہ کی کامیابی کا انحصار ہے افسانہ کے دُہرے نصب العین میں دو جداگانہ فنی مقاصد کی آمیزش پائی جاتی ہے ۔ ایک امریکی مقصد کہلاتا ہے ۔ جس کا بانی سر ایڈگرایلن پو تھا' دوسرا فرانسیسی مقصد ہے جس کا پہلا علمبردار موپاساں (
) تھا ۔ پو کے نزدیک افسانہ کی لازمی شرط یہ ہے کہ وہ سامع کے دل پہ کوئی واحد نقشِ تاثر ثبت کرے ۔ لیکن موپاساں کے خیال میں افسانہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے پر ڈرامائی اثر پیدا کرے ۔ لیکن آج کل کے مشاہیرِ افسانہ نویس دونوں مقصدوں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انکے افسانوں کا اثر واحد بھی ہو اور ڈرامائی بھی ۔ اس بنا پر بعضوں نے افسانہ کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ وہ مختصر ڈرامائی قصہ جو واحد و معیّن اثر پیدا کرے افسانہ کہلاتا ہے ۔

سر ایڈگرایلن پو کا قول ہے کہ کوئی افسانہ یا مختصر قصہ اُس وقت تک فنکارانہ حیثیت اختیار نہیں کرسکتا جب تک وہ پڑھنے والوں کے دل پر متحدہ نقشِ تاثر ثبت نہ کرے ۔ کوئی ہوشیار افسانہ نویس اپنے خیال اور قصہ کے نتیجہ کو واقعات کے تابع نہیں کرتا بلکہ پہلے ہی غور کرلیتا ہے کہ وہ سامع پر کس قسم کا واحد اثر پیدا کرنا چاہتا ہے ، اسکے بعد وہ اسی کے مطابق واقعات و حالات گھڑتا اور ترتیب دیتا ہے ۔ اگر اسکے ابتدائی جملوں کا میلان مجوزہ اثر آفرینی کی جانب ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھائی ہے ۔ قصہ کے واقعات بیان کرنے میں وحدتِ تاثیر کا مقصد ہر وقت افسانہ نویس کے پیشِ نظر رہنا چاہئیے ۔ سب سے پہلے اس مقصد کی تکمیل سر ایڈگرایلن پو کے ہاتھوں ہوئی تھی ۔ اسکے قصے قدیم قصوں اور افسانوں سے جداگانہ نوعیت کے ہیں ۔ قدیم افسانوں میں "الف لیلہ" کے قصے کس قدر دلچسپ ہیں لیکن باوجود اپنی دلچسپی و پرلطفی کے وہ قارئین پر واحد اثر پیدا نہیں کرتے ۔ ایک ہی قصہ میں بعض عبارتیں حزنیہ ہیں تو بعض سروریہ ۔ کہیں ابتذال ہے تو کہیں ترفع ۔ کہیں ظرافت و بذلہ سنجی ہے تو کہیں ثقاہت و سنجیدگی غرض کہ "الف لیلہ" کے قصے گوناگوں جذبات کے محرک ہوتے ہیں ۔ اسلئے فنی نقطۂ نظر سے انکا شمار آجکل کے کامیاب افسانوں میں نہیں ہوسکتا ۔

واضح رہے کہ عمومیت و مقبولیت کے لحاظ سے وحدتِ تاثیر کو ڈرامائی تاثیر پر سبقت حاصل ہے ۔ اگر کسی قصہ میں ڈراما ئیت کم ہو تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس میں کسی واحد جذبہ یا خیال کو نمایاں کیا گیا ہو ۔ برخلاف اسکے کوئی قصہ کتنا ہی ڈرامائی کیوں نہ ہو لیکن اسکے پڑھنے یا سننے سے دل پر کوئی واحد و معین اثر پیدا نہ ہو تو وہ کامیاب افسانہ نہیں کہلا سکتا ۔ آج کل کے رسائل و جرائد میں جو بیشمار قصے اور افسانے شائع ہوتے ہیں ان میں سے دو چار ہی صحیح معنوں میں ڈرامائی ہوتے ہیں ورنہ اکثر و بیشتر قصے ایسے ہوتے ہیں جو کسی ایک ہی جذبہ مثلاً خوشی یا غم یا غصہ یا نفرت یا حیرت و استعجاب کو مشتعل کرتے ہیں بعض دلچسپ قصے

جذبات کو متحرک نہیں کرتے بلکہ صرف ہمارے ذہن کو متاثر کرتے ہیں اور غور و فکر یا ذہانت و فطانت کے اظہار کا موقعہ بہم پہنچاتے ہیں سُراغ رسانی کے وہ قصے جو رموز و اسرار کے انکشاف یا پیچیدہ مسائل کے حل سے تعلق رکھتے ہیں اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ بہرکیف اس قسم کے تمام افسانوں سے وحدتِ تاثیر کا مقصد پُورا ہوتا ہے اور انہیں عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

افسانہ کا دُوسرا اہم مقصد جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سامعین پر ڈرامائی اثر پیدا کرنا ہے۔ لیکن ڈرامائی ایک ایسی صفت ہے جسکی صریح الفاظ میں تعین و تشخیص آسان امر نہیں ہے۔ مسٹر میتھیو کا خیال ہے کہ فرانس میں قدیم کلاسی دبستان (کلاسیکل سکول) کے ادیبوں کے نزدیک وحدتِ مکاں۔ وحدتِ زمان اور وحدتِ عمل کی جو سہ گانہ شرطیں ڈرامہ کے لیئے لازمی سمجھی جاتی تھیں وُہی شرطیں اَفسانہ میں بھی پائی جانی چاہئیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ افسانہ میں کوئی ایسا واقعہ بیان ہونا چاہیئے جو کسی ایک ہی مقام پر ایک ہی روز میں پیش آیا ہو۔ بعضوں نے اِسکی تشریح یُوں کی ہے کہ افسانہ میں ایک ہی مرکزی کردار۔ ایک ہی ممتاز واقعہ۔ ایک ہی نازک موقعہ۔ ایک ہی ماحول اور ایک ہی جذبہ سے بحث ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ معیار ایسا تنگ و محدُود ہے کہ شاید ہی کوئی بلند پایہ افسانہ اس پر پُورا اُتر سکے۔ خُود ڈرامائی مقصد کے علمبرداروں سے ان قیود و شرائط کی پابندی نہ ہو سکی۔ چُنانچہ انکے بعض افسانوں میں دو دو تین تین حریف کردار مُساوی حیثیت و اہمیت کے پائے جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات و حادثات بھی نہ صرف متعدد ہیں بلکہ آٹھ آٹھ دس دس سال کی مدت تک پھیلے ہُوئے ہیں۔ علاوہ بریں وہ بوقت واحد مختلف و متضاد جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔

بایں ہمہ سر آیڈ گر ایلن پو کے بعد جتنے افسانہ نویس گذرے ہیں ان کے پیشِ نظر کوئی نہ کوئی ڈرامائی مقصد ضرور رہا کیا ہے، جس کا بیّن ثبُوت یہ ہے کہ ان کے افسانوں میں پلاٹ کی پیچیدگی ضرور پائی جاتی ہے لیکن پو کے قصے بالعموم پلاٹ کے اُلجھاؤ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ پلاٹ کی ماہیت و خصوصیت سمجھ لینے کے بعد ڈرامائی مقصد کی نوعیت خُود بخُود واضح ہو جائیگی۔ پلاٹ کیا ہے؟ ان واقعات و مُعاملات کا سلسلہ ہے جو اشخاص قصہ کو پیش آتے ہیں۔ لیکن واقعات اور کردار کے مابین اثر و تاثر کا عمل جاری رہتا ہے۔ یعنی دونوں ایک دُوسرے پر اثر انداز بھی ہوتے ہیں اور ایک دُوسرے سے اثر پذیر بھی۔ اگر اثر اندازی یا اثر پذیری محض ایک طرفہ ہو تو ڈرامائی پلاٹ معرضِ وجُود میں نہیں آسکتا۔ ہیرو کی حیثیت زیادہ تر فاعلی اور شاذ و نادر انفعالی ہونی چاہیئے۔ اگر کسی بطلِ قصہ کی سیرت اور قسمت کی تشکیل صرف ایسے اتفاقی واقعات و حادثات کے تحت ہُوئی ہو جن میں اسکے عمل و ارادہ کو مُطلق دخل نہ ہو تو اسکی حیثیت محض مجہول و انفعالی ہوگی۔ یہ ہیرو کیا ہوا بانس کی الگنی ہوئی جس پر قصہ نویس مختلف تعجب خیز واقعات لٹکاتا گیا ہے۔ سندباد جہازی کا مشہور قصہ اکثر لوگوں نے پڑھا ہوگا۔ پہلا سفر اس کا ارادی فعل تھا۔ گذشتہ اسراف پر ندامت اور آئندہ اعتدال کی زندگی بسر کرنے کے خیال نے اسے بحری سفر اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ اس ارادی فعل میں ڈرامہ کا عُنصر موجُود ہے۔ لیکن اسکے بعد اس پر جو حادثات و واقعات گذرے وہ ڈرامائی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ان کو اسکے عمل و ارادہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ محض اتفاق سے اس کا جہاز ایک خوشنما جزیرے کے کنارے لنگر انداز ہوا۔ یہ بھی صرف اتفاق کی بات تھی کہ جسے لوگ جزیرہ سمجھتے تھے وہ فی الحقیقت وہیل مچھلی کی پُشت تھی۔ اور قبل اسکے کہ مسافر جہاز پر سوار ہوں مچھلی نے سمندر میں غوطہ لگایا۔ سندباد جہازی کو محض خوش قسمتی سے لکڑی کے چند تختے مِل گئے۔ جنکے سہارے سے وہ بہتا بہتا ایک جزیرہ کے کنارے جا لگا۔ اسکے بعد بھی جتنے واقعات پیش آئے وہ سب اتفاقی امور تھے۔ سندباد جہازی کی چالاکی یا بیوقوفی۔ اسکی نیک طینتی یا بداعمالی سے ان حیرت انگیز حادثات کو دُور کی بھی نسبت نہ تھی۔ لیکن یہی حیرت آزما و تحیّر خیز واقعات اگر کسی اعلیٰ قدرت افسانہ نویس کے ہاتھ لگتے تو وُہ انہیں ایسے طریقہ سے ترتیب دیتا اور اس انداز سے بیان کرتا کہ وُہ بطلِ قصہ کی اولوالعزمی و جگر کاوی کا نتیجہ معلوم ہوتے۔

اُنمل اور بے جوڑ واقعات خواہ طویل داستانوں میں بیان کیئے جائیں یا مختصر قصوں میں وہ بہر صورت معیُوب خیال کیئے

جاتے ہیں۔ اگرچہ "فسانۂ آزاد" حد درجہ دلچسپ اور پُرلطف ہے تاہم اسکے واقعات کی بے ربطی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھی جاتی۔ چنانچہ اسکے ایک معاصر نقاد کا قول ہے کہ "افسانہ کا ہے کو ہے دیوانی ہانڈی یا صدقہ کا ست بجا ہے"۔ مختصر افسانوں میں تو واقعات کی بے ربطی کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر واقعات جریب کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط۔ مسلسل اور متوالی ہوں تو کیا محض اس ربط و توالی سے افسانہ کے نصب العین کی تکمیل ہو سکتی ہے؟ ایڈگر ایلن پو اس کا جواب اثبات میں دیتا ہے کیونکہ واحد و معین اثر پیدا کرنے کیلئے واقعات کا ربط و تسلسل کافی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مضمون "امریکی ڈرامہ" میں ایک جگہ رقمطراز ہے کہ "جس طرح ہزاروں صفروں کو آپس میں ضرب دینے سے ایک کا عدد پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بیسیوں پُرجوش واقعات کے محض ربط و توالی سے پلاٹ معرضِ وجود میں نہیں آسکتا۔ اس حد تک تو سب لوگ تسلیم کرینگے۔ لیکن اس سے آگے سوچنے کی زحمت بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں۔ عام طور پر واقعات کی پیچیدگی پلاٹ کی لازمی شرط سمجھی جاتی ہے لیکن دراصل پلاٹ اس وقت مکمل کہلائیگا جبکہ واقعات کی کڑیاں ایک دوسرے کیساتھ ایسی مضبوطی سے ملی ہوئی ہوں کہ اگر ایک کڑی بھی اپنی جگہ سے ہٹا دی جائے تو سارا انظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ پلاٹ کا انتہائے کمال ہے جہاں ابتک کوئی افسانہ نویس پہنچ نہیں سکا ہے۔ لیکن اس بنا پر ہم اسے ناقابلِ رسا نہیں قرار دے سکتے۔ بہرکیف عملی نقطۂ نظر سے پلاٹ کی اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ اسکے اجزائے ترکیبی ایسے متحد و مربوط ہوں کہ کسی ایک جزو کو علیحدہ کر دینے سے پورے قصہ کو گزند پہنچے"۔ لیکن ماہرینِ فن کا خیال ہے کہ پو کا یہ بیان افسانہ کی امتیازی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ قول افسانہ سے زیادہ اُقلیدسی اشکال۔ ہندسی مسائل اور مختلف قسم کے منطقی مباحث پر صادق آتا ہے۔

اب دوسری صورت پر غور کرو اور فرض کرو کہ قصہ کے تمام واقعات و معاملات مرکزی کردار کے عمل و ارادہ کا نتیجہ ہیں ڈرامائی مقصد کے اکثر حامیوں کا خیال ہے کہ افسانہ کے پلاٹ کو ہیرو اور ہیروئن کے صرف بالارادہ اَفعال و اَعمال پر مشتمل ہونا چاہیئے لیکن یہ انکا محض خیال ہی خیال ہے۔ عملاً ان کو بھی ناگہانی حادثات سے مفر نہیں۔ اِن کا نظریہ کچھ ہو مگر خود ان کے شاہکار افسانوں میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں جو محض بخت و اتفاق پر مبنی ہیں لیکن یہی اتفاقی واقعات بطلِ قصہ کے آئندہ بالارادہ افعال و اَعمال کے محرک ثابت ہوئے ہیں۔ "نیلی چھتری" کا افسانہ بہتوں نے پڑھا ہوگا۔ یہ محض اتفاقی امر تھا کہ مسعود کو فیروزہ بائی کی دولائی اور خون آلود رومال کے ساتھ وہ تعویذ نما کاغذ کا ٹکڑا بھی مل گیا۔ جس میں نیلی چھتری کے خزانہ کا راز درج تھا۔ اسکے بعد مسعود سے جتنے مہماتی کارنامے سرزد ہوئے وہ سب اسی اتفاقی امر کے رہینِ منت تھے۔ ایسے افسانے بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن کے اَبطال کی سیرتوں میں محض ناگہانی حادثات کے زیرِ اثر انقلابِ عظیم واقع ہوا ہے۔ اگر وہ ابتدا میں خودغرض تھے تو آخیر میں باہمت و فیاض ثابت ہوئے۔ اگر پہلے ایماندار تھے تو بعد میں دغاباز بن گئے۔ پس معلوم ہوا کہ بلند پایہ افسانوں کے حقیقی پلاٹ میں واقعات اور کردار ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ تاہم ڈرامائیت کے لئے یہ ضرور ہے کہ واقعات کا صرف ایک قلیل جزو بخت و اتفاق پر مبنی ہو اور اِس کا اکثر و بیشتر حصہ ہیرو کے ارادہ و خواہش کا نتیجہ ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگرچہ ڈرامائی مقصد کے حامیوں کا خیال ہے کہ افسانہ میں وہی واقعات بیان ہونے چاہئیں۔ جن میں اشخاصِ قصہ کے عمل و ارادہ کو دخل ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر واقعہ یا معاملہ جو رجالِ داستان سے بالارادہ سرزد ہو وہ ڈرامائی بھی ہو۔ اگر کوئی ساہوکار اپنے منیم سے کوئی کاروباری مراسلہ یا جمع و خرچ کا حساب لکھائے تو گو کہ یہ فعل ساہوکار کے ارادہ و خواہش کے تابع ہے۔ لیکن اسے ہم ڈرامائی نہیں کہہ سکتے۔ فرض کرو کہ ایک زن مرید نے اپنی بیوی کیلئے لال گلوبند خریدا لیکن گھر لے گیا تو بیوی کو لال رنگ پسند نہ آیا۔ اسلئے زن مرید نے گلوبند دوکاندار کو واپس کر دیا۔ اگر معاملہ اسی حد تک رہے تو

اس میں ڈرامائی دلچسپی کی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن فرض کرو کہ دوکاندار گلوبند واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔ بات بڑھ کر دونوں میں دھینگا مشتی ہونے لگتی ہے۔ زن مرید مار کھا کر گھر بھاگ جاتا ہے لیکن وہاں اسکی بدمزاج بیوی اسکی بزدلی پر لعن طعن کرنے لگتی ہے۔ اب البتہ واقعات میں کسی حد تک ڈرامائی عنصر شامل ہو جائیگا۔ الغرض معاملات میں کوئی دلچسپی کی بات ہونی چاہئے۔ قصہ میں ایک منتہا ہونا چاہئے اور افسانوی کردار کے کسی قول یا فعل کے نتیجہ کے طور پر کوئی غیر متوقعہ۔ اہم اور حیرت انگیز واقعہ پیش آنا چاہئے بہرکیف اشخاصِ قصہ کے بالارادہ اعمال و افعال۔ اتفاقی حادثات۔ حیرت انگیز سوانحی واقعات۔ نازک مواقع اور سنسنی پیدا کرنے والے مہمات وغیرہ کی پیچیدہ آمیزش سے کوئی اچھا افسانہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ افسانہ نویس کا فرض ہے کہ وہ ان عناصر کو اس طرح ترتیب دے کہ ہیرو کو جو حادثات پیش آئیں۔ وہ پڑھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیں اور نازک موقعوں پر غالب آنے کیلئے بطلِ قصہ سے جو شجاعانہ و جانبازانہ اعمال و حرکات سرزد ہوں وہ ناظرین کے دلوں میں سنسنی پیدا کریں۔ یہی حیرت انگیزی اور "سنسنی خیزی" ڈرامائیت کی جان ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی ناگہانی حادثہ یا نازک موقعہ پیش آنے پر ہیرو کا طرزِ عمل ہمیشہ بہادری۔ جانبازی اور شجاعت ہی کا مظہر ہو۔ بلکہ بعض موقعوں پر اسکے رویہ میں بزدلی یا شرارت یا مکاری یا کاہلی یا اور کسی فطری خامی کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ اسکی یہ خلقی کمزوریاں بھی لطف و دلچسپی سے خالی نہیں ہوتیں۔ غرض کہ ڈرامائی خصوصیات کی کوئی حد نہیں ہے۔ فطرتِ بشری کا ہر پہلو۔ طبیعتِ انسانی کا ہر شعبہ اور نازک مواقع کا ہر نوعی اختلاف کسی نہ کسی ڈرامائی خصوصیت کا حامل بن سکتا ہے۔ ہیرو کے متنوّع اعمال و حرکات اگر ایک طرف انتہائی الم انگیں و یاس انگیز تو دوسری طرف حد درجہ ظرافت آمیز و مضحکہ خیز ہو سکتے ہیں۔ پھر ان دو منتہاؤں کے درمیان جذباتِ انسانی کے بیشمار مدارج یا اقسام ہیں جو بطلِ قصہ کے گوناگوں قول و فعل سے متاثر و متحرک ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان تمام رنگا رنگیوں اور گوناگونیوں کی ایک مشترکہ خصوصیت "نازک موقعہ پر بطلِ قصہ کا طرزِ عمل" ہے۔ بعض ماہرینِ فن اسی خصوصیت کو دوسرے الفاظ میں "پیچیدہ مسئلہ اور اسکی حل" کہکر ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا قول ہے پلاٹ میں کتنے ہی مختلف اجزا و عناصر کیوں نہ پائے جائیں لیکن اس کا اصل اور مرکزی عنصر کوئی مسئلہ اور اسکی حل ہے۔ بہرحال مسئلہ اور اسکی حل یا نازک موقعہ اور ہیرو کا طرزِ عمل جتنا زیادہ حیرت انگیز۔ غیر متوقعہ اور سنسنی پیدا کرنیوالا ہوگا۔ افسانہ میں اتنی ہی زیادہ ڈرامائیت پائی جائے گی۔ افسانہ کے ڈرامائی مقصد کا یہی اقتضا ہے۔ پہلے پہل فرانس میں موپاساں (MAUPASSANT) نے اس مقصد کی تکمیل پر زور دیا تھا اور آج کل تمام دنیا اس مقصد کی اہمیت تسلیم کرتی ہے۔

ایک قابلِ ذکر امر یہ بھی ہے کہ محض تعجب انگیزی و "سنسنی خیزی" کی بنا پر کوئی قصہ ڈرامائی نہیں کہلا سکتا۔ پرانی مشرقی داستانیں عجائب و غرائب کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لیکن ان داستانوں اور آج کل کے مختصر فنی افسانوں میں زمین و آسمان کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ کمیت و مقدار کا فرق تو ظاہر ہے۔ قدیم داستانیں متعدد مجلدات میں ختم ہوتی ہیں۔ اسکے برخلاف موجودہ فنی افسانہ کے مطالعہ کے لئے صرف ایک نشست کافی سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ بعض نقادوں نے تو افسانہ کے لئے آٹھ سے دس ہزار الفاظ تک کی تخصیص و تحدید بھی کر دی ہے۔ لیکن کمیت و مقدار سے قطعِ نظر قدیم و جدید افسانے کیفیت و نوعیت کے لحاظ سے بھی جداگانہ چیزیں ہیں۔ قدیم افسانوں میں بالعموم خلافِ قیاس و مافوق العادت واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ہیرو کبھی دیوؤں اور جنوں کے نرغے میں دکھایا جاتا ہے، کبھی وہ صحرائے طلسم میں مارا مارا پھرتا ہے۔ ان خطرات پر وہ اپنی قوتِ بازو سے نہیں بلکہ بالِ سیمرغ یا اسمِ اعظم یا کسی ولی کے دیئے ہوئے تعویز وغیرہ کی مدد سے غالب آتا ہے۔ یہ باتیں عجوبہ پسند طبیعتوں اور توہم پرست ذہنیتوں کے لئے کیسی ہی دلچسپ سہی لیکن حقیقی انسانی زندگی سے وہ میل نہیں کھاتیں۔ آج کل کے فنی افسانوں کے لئے یہ باتیں معیوب خیال کیجاتی

ہیں۔ شاعری کی طرح افسانہ کا شمار بھی فنونِ لطیفہ میں ہونے لگا ہے۔ اور اس کا موضوعِ بحث بھی انسانی زندگی کے واقعات و معاملات ہیں۔ اسلئے افسانہ میں ایسی باتیں بیان ہونی چاہئیں جو باوجود فرضی و خیالی ہونے کے حقیقی زندگی کے واقعات کے مطابق ہوں۔ ہوشیار افسانہ نویس خلافِ قیاس، غیر فطری اور مافوق العادت واقعات کے استقصا سے احتراز کرتا ہے۔ انگریزی کی ایک مثل ہے کہ سچی باتیں جھوٹی باتوں سے زیادہ حیرت انگیز ہوتی ہیں مختصر فنی افسانوں میں صرف ایسے تعجب انگیز اور سنسنی خیز واقعات بیان ہونے چاہئیں جن کا حقیقی زندگی میں پیش آنا ممکنات سے ہو۔

بہر نوع ڈرامائیت ایک ایسی صفت ہے جو ہر قسم کے افسانہ میں پائی جانی چاہئیے لیکن اس مشترکہ صفت کی بنا پر افسانہ کی تبویب و تقسیم یا علمی تحلیل و تجزیہ ممکن نہیں۔ اس غرض کیلئے ہمیں افسانہ کے پہلے مقصد یعنی وحدتِ تاثیر کی طرف رجوع کرنا چاہئیے۔ واضح رہے کہ واحد اثر پیدا کرنے کیلئے کسی خاص قسم کے مواد یا ترکیب کی ضرورت نہیں ہے۔ سامعین پر مختلف طریقوں سے کوئی واحد و معین نقش تاثر ثبت کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ماہرینِ فن نے اسکے لئے دو اساسی نمونے قائم کئے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی موضوع کے گرد قصہ تعمیر کیا جائے دوسرے یہ کہ افسانہ کے اجزائے ثلاثہ میں سے کسی ایک جزو پر زور دیا جائے۔ افسانہ کے سہ گانہ اجزا کردار۔ پلاٹ (خاکہ) اور ماحول و فضا ہیں۔

قصہ کا موضوع معنی اسکے خاکہ اور ماحول کے تار و پود میں ایسا گتھا اور ملا جلا ہوتا ہے کہ ایک عامی شخص کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا بمعمولی استعداد کے قاری کیلئے موضوع کی تلاش و شناخت ذرا مشکل کام ہے۔ موضوع کا لفظ بالعموم دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسکے ایک معنی تو مضمون یا بحث یا عنوان کے ہیں۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ بحری سفر کے عجائب و غرائب سندباد جہازی کے قصہ کا موضوع ہیں۔ دوسرے اصطلاحی معنی میں موضوع سے مراد وہ بنیادی و اساسی خیال یا اصول ہے جس پر قصہ کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے بعض وقت یہ مرکزی خیال یا اصل معنی واقعاتِ قصہ کی تہ میں اس طرح پوشیدہ رہتا ہے جیسے پھول میں خوشبو یا ستار کے تار میں راگ۔ "امراؤ جان ادا" کا بظاہر مضمون تو ایک کسبی کی سرگذشت ہے لیکن بُرے کام پر ضمیر کی ملامت" وہ اصل خیال ہے جو ساری سرگذشت کا ماحصل ہے۔ موضوعی قصہ کسی مرکزی خیال یا اصول کی توضیح و تشریح کے لئے معرضِ وجود میں آتا ہے دوسرے لفظوں میں افسانہ کے واقعات گویا کسی دعوئی یا خیال کا علمی و تجربی ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ موضوعی قصوں میں افسانہ نویس کی دلچسپی اور توجہ قصہ کے اشخاص یا واقعات پر نہیں بلکہ کسی صداقت یا اصول پر مرکوز ہوتی ہے وہ صرف اپنے اصول یا صداقت کو ثابت کرنے کیلئے قصہ بیان کرتا ہے۔ اسکی غرض یہ نہیں ہوتی کہ قارئین کرام واقعاتِ قصہ کی تلخی یا شیرینی سے لذت یاب یا اسکی ظرافت یا متانت سے اثر پذیر ہوں قصے کے خاکہ (پلاٹ) اور موضوع میں بآسانی تمیز کیجا سکتی ہے۔ پلاٹ واقعات و معاملات پر مشتمل ہوتا ہے لیکن موضوع وہ تُوئے معنی ہے جو واقعات کی تہ میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ماحول کو بھی پلاٹ سے متمائز کیا جا سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ہیرو اپنے بالارادہ افعال و اعمال سے ڈرامائی واقعات و مواقع پیدا کر رہا ہے۔ تم اسکے مقام و مکان یا دوسری جغرافئی تفصیلات آسانی سے بدل سکتے ہو۔ ماحول کی اس تبدیلی سے قصہ کی ڈرامائیت یا موضوع پر کوئی قابلِ لحاظ اثر مترتب نہ ہوگا۔ مثلاً ایک بہادر شخص نہایت جانبازی سے کام لیکر کسی لنگڑے یا اپاہج کو ایک جلتے ہوئے مکان سے صحیح و سالم نکال لاتا ہے۔ یہ مکان خواہ کارخانہ ہو یا خانقاہ۔ دہلی میں واقع ہو یا حیدرآباد میں۔ لیکن مکان و مقام کی یہ تبدیلی کسی طرح ہیرو کے شجاعانہ کارنامہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قصہ کے موضوع کے اظہار میں دُہری وُسعت پائی جاتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی موضوع متعدد پلاٹ میں نمایاں کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر پلاٹ کے واقعات مختلف ماحول میں پیش آ سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ پلاٹ اور ماحول میں کوئی نوعی فرق نہیں پایا جاتا۔ ماحول پلاٹ ہی کا ایک حصہ ہے۔ اگرچہ یہ حصہ بڑی اہمیت رکھتا ہے لیکن وہ واقعات کی ڈرامائیت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

بادی النظر میں موضوعی قصہ اخلاقی قصہ کے بالکل مشابہ ہوتا ہے اسلئے سطح آشنا ذہنیتیں دونوں میں تمیز کرنے سے قاصر رہتی ہیں لیکن فی الحقیقت دونوں جداگانہ چیزیں ہیں۔ موضوعی قصہ میں ڈرامائی اسلوب بیان پر خاص زور دیا جاتا ہے اور مرکزی خیال یا اصول کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ برخلاف اسکے اخلاقی قصہ میں اصول یا حکیمانہ نکتے کو ڈرامائی بیان پر فوقیت و اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ بہر حال ایک ہی قسم کے کردار۔ واقعات۔ ماحول اور خیال سے موضوعی اور اخلاقی دونوں قسم کے افسانے وجود پذیر ہو سکتے ہیں۔ موضوعی قصہ میں واقعات و معاملات اس ڈھب سے بیان کئے جاتے ہیں کہ قصہ کا ماحصل خود بخود سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ لیکن اخلاقی قصہ میں افسانہ نویس جو سبق دینا یا جو اصول قائم کرنا چاہتا ہے اسکی وہ پہلے چند سطروں میں توضیح و تشریح کرتا ہے۔ پھر بطور ثبوت کے وہ منطقی حیثیت سے قصہ بیان کرتا ہے۔ ابتدا میں کپلنگ کا یہی طریقہ تھا لیکن جوں جوں اسکی مہارت و چابکدستی بڑھتی گئی وہ اس طریقہ کو ترک کرتا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موضوعی قصے اخلاقی قصوں سے زیادہ دلچسپ اور مؤثر ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اول الذکر جذبات کو ابھارتے ہیں لیکن ثانی الذکر ذہن کو مخاطب کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ قصہ کے موضوع کی تحدید و تخصیص نہیں کیجا سکتی۔ اس کی وسعت بے انتہا ہے۔ کوئی اخلاقی مسئلہ۔ اصول۔ حکیمانہ نکتہ۔ مقولہ۔ معمہ۔ نقش تاثر۔ پُراسرار واقعہ۔ ذہنی کیفیت۔ ماضی کی تصویر۔ ڈرامائی واقعہ۔ نازک موقعہ۔ پُراثر منظر۔ کوئی دلچسپ تجربہ و مشاہدہ۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو یا اس قسم کی دوسری بیشمار چیزیں قصہ کا موضوع بن سکتی ہیں۔ لیکن اخلاقی قصوں کے مضمون میں اتنی وسعت نہیں پائی جاتی۔ ان میں وہی باتیں بیان کیجاتی ہیں جو اصلاح سیرت یا تہذیب اخلاق کا ذریعہ ثابت ہو سکیں۔

اب ہمیں وحدت تاثیر کے دوسرے نمونہ پر غور کرنا چاہیئے۔ افسانہ کے اجزائے ثلاثہ میں سے جس جُزو پر زور دیا جاتا ہے قصہ اسی نام سے موسوم ہوتا ہے۔ افسانہ کے سہ گانہ اجزا یا عناصر حسب ذیل ہیں۔ (۱) کردار (۲) پلاٹ اور (۳) ماحول و فضا۔

(۱) یہ ایک بدیہی امر ہے کہ بغیر اشخاص قصہ یا رجال داستان کے کوئی افسانہ معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔ بظاہر وہ افسانے مستثنیٰ معلوم ہوتے ہیں جن میں کسی جانور کو قصہ کا بطل یعنی ہیرو فرض کر لیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی افسانہ نویس جانوروں کو انسانی خصوصیات و اوصاف سے متصف کرتا ہے۔ یہ جانور آدمی کی طرح بولتے چالتے۔ سوچتے سمجھتے اور کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے یہی انسانی حرکات و سکنات قصہ میں ڈرامائی دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ غرض کہ افسانہ نویس کسی طرح کرداری عنصر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

(۲) اشخاص قصہ کو جو اہم معاملات یا حادثات پیش آتے ہیں۔ اور نازک موقعوں پر ان سے جو بالارادہ اعمال و افعال سرزد ہوتے ہیں۔ ان تمام واقعات کی پیچیدگی اور الجھاؤ سے افسانہ کا پلاٹ ترکیب پاتا ہے۔ کسی نفس پرست یا بوالہوس کا ایک بھولی بھالی لڑکی کے اغوا کی کوشش۔ کسی بادشاہ کے خلاف اسکے نمکحرام وزرا کی سازش۔ ایک ہی معشوق کے لئے دو رقیبوں کا باہمی رشک وحسد اور جوڑ توڑ۔ کسی مخفی خزانہ کی تلاش میں کئی منصوبہ بازوں کی حریفانہ جدوجہد۔ یہ چند نمونے ہیں ان بیشمار پیچیدہ و پُراسرار واقعات کے جن سے قصوں کے پلاٹ تیار ہوتے ہیں۔

(۳) ماحول و فضا۔ وسیع معنی میں وہ مقام اور مکان جہاں قصہ کے واقعات پیش آتے ہیں اور اس مقام کی تمام جغرافی خصوصیات اور مکان کے تمام ساز و سامان افسانہ کے ماحول میں داخل ہیں۔ وہ مینارۂ بحریہ جس پر جہازوں کی رہنمائی کے لئے قندیل روشن کیجاتی ہے۔ وہ تاریک غار جس میں آدھی رات کو سازشی جمع ہوتے ہیں۔ وہ جھاڑی جہاں عاشق و معشوق پوشیدہ طور پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ وہ خوفناک مرگھٹ جہاں جوگی اپنے تنتر منتر کی تکمیل کرتا ہے۔ وہ جواہرات کا صندوق جسے ڈاکو اڑا لے جانا چاہتے ہیں۔ عجائب خانہ کی الماری میں ابوالفضل کا وہ قلمی دیوان جس میں "نیلی چھتری" کے خزانہ کا راز درج تھا۔ وہ تجوری جس میں

مرحوم نواب کا وصیت نامہ محفوظ ہے۔ یہ تمام چیزیں قصہ کے مقامی یا مکانی ماحول کے نمونے ہیں۔ اس مادی و مرئی ماحول کا جو نقش یا تاثر دلوں پر مرتسم ہوتا ہے اسے اصطلاحاً "فضا" کہتے ہیں۔ مثلاً کسی سنسان و ویران مقام کی تصویر "ماحول" میں شمار ہوگی لیکن اس سے جو خوف اور اداسی دلوں پر طاری ہوتی ہے وہ "فضا" میں داخل ہے اسی طرح صبح کے وقت گھانس اور پتیوں پر شبنم کے قطروں کا نظارہ "ماحول" کہلائے گا اس منظر کو میر انیس اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا" شاعر کے اس کلام سے جو فرحت و انبساط پیدا ہوتا ہے وہ "فضا" میں داخل ہے۔

قصہ کا جزو سوم یعنی مرکزی واقعہ کا دھندلا سا خاکہ گوناگوں شکلوں میں نشو و نما پا سکتا ہے۔ کرداری خصوصیات۔ واقعات و مواقع اور ماحول و فضا کی ادنیٰ ادنیٰ تبدیلیوں سے قصہ نئی نئی صورتیں اختیار کر سکتا ہے لیکن یہ تمام گوناگوں صورتیں صرف تین بنیادی نمونوں میں تحویل کیجا سکتی ہیں۔ بعض افسانوں میں کرداری خصوصیات کو نمایاں اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ بعض میں پُراسرار واقعات۔ خطرناک مہمات۔ حیرت انگیز مواقع اور پلاٹ کی دوسری دلچسپیوں پر خاص زور دیا جاتا ہے اور بعض دلفریب ماحول اور گہرے نقوشِ تاثر کی مصوری سے چمک اٹھتے ہیں۔ اس طرح تین قسم کے حسبِ ذیل افسانے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔

(۱) کرداری افسانے
(۲) واقعاتی افسانے
(۳) فضائی افسانے

افسانہ کے یہ اساسی نمونے ہیں۔ لیکن بعض افسانوں میں صرف ایک ہی جزو پر نہیں بلکہ دو دو یا تینوں اجزا پر مساوی زور دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے افسانے کے اور چار ذیلی نمونے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مرکب نمونے حسبِ ذیل ہیں:۔

(۴) کرداری واقعاتی افسانے
(۵) کرداری فضائی افسانے
(۶) واقعاتی فضائی افسانے
(۷) کرداری واقعاتی فضائی افسانے

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ کسی ایک جزو پر زور دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دوسرے اجزا بالکل نظر انداز کر دیئے جائیں۔ کرداری افسانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ پلاٹ اور ماحول و فضا سے معرّا ہو۔ ایسی تحریر پر جسمیں صرف کردار سے بحث کی گئی ہو اور واقعات و ماحول بیان نہ کئے گئے ہوں محض سیرت نویسی یا کردار نگاری کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے ہم کسی طرح افسانہ نہیں کہہ سکتے۔ یہی حال واقعاتی اور فضائی افسانوں کا بھی ہے۔ دوسری بات ذہن نشین کرنے کے لائق یہ ہے کہ افسانہ کے مذکورہ بالا سات نمونے سات معین سانچے نہیں ہیں کہ افسانہ نویس واقعات و معاملات کو جس سانچے میں چاہے ڈھال لیا کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ہی قسم کے مواد سے جب چاہے کرداری افسانہ مرتب کر لے اور جب چاہے واقعاتی یا فضائی افسانہ بنا لے بلکہ مواد اور موضوع کی جیسی ماہیت و نوعیت ہوگی اسی کے مطابق افسانہ وجود پذیر ہوگا۔

آج کل کے مختصر فنی افسانوں کی ماہیت و نوعیت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ دوسرے قسم کے تمام افسانوں اور قصوں کے ساتھ ان کا معاملہ و موازنہ کیا جائے۔ مختصر فنی افسانوں کی امتیازی خصوصیت جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ وہ ڈرامائی ہوں اور سامعین پر واحد اثر پیدا کریں۔ یہی دہری خصوصیت ان کو دوسرے قصوں سے متمائز کرتی ہے (۱) قدیم مشرقی افسانوں میں نہ ڈرامائیت کی قید تھی نہ وحدتِ تاثیر کی۔ نہ ضخامت کی اور نہ حقیقی زندگی سے مطابقت کی۔ قدیم افسانوں میں

بالعموم خلافِ قیاس۔ مافوق العادت اور غیر فطری واقعات یا سحر وطلسم کے عجائبات بیان کئے جاتے تھے جن سے صرف سادہ لوح انسان کے جذبۂ عجوبہ پسندی کی تسکین ہوتی ہے۔ اس قسم کے ناممکن الوقوع امور کا بیان عصرِ حاضر کے مختصر افسانوں میں سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ (۲) ناول کا پردۂ تصویر مختصر افسانہ کے پردۂ تصویر سے بہت زیادہ وسیع وکشادہ ہوتا ہے۔ ناول میں حیاتِ انسانی کے گوناگوں اور پیچیدہ معاملات پر شرح وبسط کے ساتھ بحث کیجا سکتی ہے۔ لیکن مختصر افسانہ میں زندگی کے کسی ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنے کی گنجائش ہے۔ ناول ہمارے مختلف جذبات کو مشتعل کر سکتا ہے۔ لیکن افسانہ کی امتیازی خصوصیت اسکی واحد اثر آفرینی ہے لیکن ڈرامائیت ناول اور افسانہ دونوں کا مشترکہ وصف ہے (۳) روئداد۔ واقعہ بیانی۔ حکایت اور کہانی کے لئے نہ وحدتِ تاثیر کی قید ہے نہ ان میں ڈرامائی خاصیت کی ضرورت پائی جاتی ہے (۴) تمثیلیں۔ جانوروں کی کہانیاں چیستانی قصے اور معمے اگر ڈرامائی نہ ہوں تو کوئی ہرج نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کا اثر واحد ہو۔ تمثیل (الیگوری) کا مقصد مشابہتوں کا نمایاں کرنا ہے۔ اگر مجردات ومعانی کی تجسیم وتجسید تشفی بخش طریقہ پر ہو تو تمثیل کا مقصد پورا ہو جائیگا۔ جانوروں کی کہانیاں بالعموم کسی اخلاقی تعلیم کی غرض سے بیان کی جاتی ہیں۔ اور چیستانی قصوں کی غرض وغایت سامع کے ذہن میں حیرانی پیدا کرنا ہے (۵) مختصر ناول اگر ڈرامائی ہو اور واحد اثر پیدا کرے تو فبہا ورنہ یہ اسکی ضروری شرطیں نہیں ہیں۔ مختصر افسانہ کی نسبت پو کا خیال ہے کہ اس کا مطالعہ ایک نشست میں ختم ہو جانا چاہئے لیکن مختصر ناول کا حجم کئی گھنٹے کے مطالعہ کا متقاضی ہوتا ہے (۶) ایک ایکٹ کے ڈرامہ میں ڈرامائی اوصاف کا پایا جانا لازمی ہے۔ اگر وحدتِ تاثیر کی خاصیت بھی اس میں پائی جائے تو وہ نہایت کامیاب ڈرامہ ثابت ہوگا۔ افسانہ سے اس کو بڑی مشابہت ہے کیونکہ دونوں کے مقاصد یکساں ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف ذریعۂ اظہار میں۔ ایک ایکٹ کا ڈرامہ آخر ڈرامہ ہی ہے اسلئے اس میں اداکاری کو خاص اہمیت حاصل ہے لیکن مختصر افسانہ میں اداکاری کی ضرورت نہیں پائی جاتی۔

واضح رہے کہ افسانہ کے مواد اور صورت کی تعین وتخصیص نہیں کی جا سکتی۔ جن لوگوں نے اسکی کوشش کی ہے انہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ افسانہ کی قیمت واہمیت اسکی اثر آفرینی پر موقوف ہے۔ لیکن کوئی ایک اثر مختلف طریقوں سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ تم سرخ چمکیلی روشنی پیدا کرنا چاہتے ہو۔ اسکے لئے تم بجلی سے کام لے سکتے ہو۔ مختلف کیمیائی ادویات استعمال کر سکتے ہو شیشۂ منشور کے ذریعہ سے دھوپ کی توس قزح کے سات رنگوں میں تحلیل کر سکتے ہو جن میں سے ایک چمکیلا سرخ رنگ بھی ہوگا۔ یا معمولی قندیل پر سرخ حجاب یا فانوس چڑھا کر سفید روشنی کو سرخ روشنی میں تبدیل کر سکتے ہو۔ ان میں سے بعض وسائل اوروں کی نسبت زیادہ آسان اور سستے ہوتے ہیں۔ ارزاں وسائل سے کام لیتے لیتے لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ شئے مطلوبہ کے پیدا کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے اور دوسرے تمام وسائل بوجہ عدمِ استعمال قعرِ فراموشی میں گر جاتے ہیں۔

یہی حال مختصر افسانوں کا بھی ہے۔ ڈرامائیت اور واحد اثر پیدا کرنے کے بیسیوں طریقے ہیں لیکن افسانہ نویس جن ذرائع کو سادہ اور سہل سمجھ کر عام طور پر استعمال کرتے ہیں انہیں کی بنا پر بعض نقادوں نے افسانہ کے مواد اور صورت کی تعیین وتخصیص کر دی ہے۔ چنانچہ ایسن وائٹ (　　) نے اپنی کتاب "مختصر افسانہ کا مطالعہ" میں افسانہ کی حسبِ ذیل سات خصوصیات بیان کی ہیں (۱) ایک مرکزی کردار (۲) ایک مرکزی واقعہ (۳) تخیل (۴) وحدتِ ارتسام (۵) پلاٹ یا خاکہ (۶) انقباض (۷) تنظیم۔ اول الذکر تین عناصر کا تعلق افسانہ کے مافیہ سے ہے۔ یہاں تخیل سے مراد ذہنی وخیالی پیداوار ہے۔ لیکن فی الحقیقت ان میں سے ایک بھی افسانہ کی لازمی شرط نہیں ہے کیونکہ بعض بلند پایہ افسانوں میں دو دو تین تین کردار اور واقعات مساوی اہمیت اور دلچسپی کے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ افسانوں میں عام طور پر تخیل سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ بھی ناگزیر شرط نہیں ہے۔ بعض افسانے حقیقی وتاریخی واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں آج کل افسانوں کے مواد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اخبار ہے۔ مغربی دنیا میں اچھے سے اچھے افسانوں کے کردار اور واقعات اخباری اطلاعات پر مبنی ہوتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ اکثر و بیشتر افسانے ایک ہی مرکزی کردار اور ایک ہی ممتاز واقعہ پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں تخیل کی کارفرمائی بھی پائی جاتی ہے۔ چونکہ یہ طریقہ آسان ہے اسلئے افسانہ نویسوں کی کثیر تعداد اسی پر عامل ہوتی ہے۔ طریقۂ کار کی عام مقبولیت نے بعض لوگوں کو باور کرا دیا ہے کہ یہ چیزیں افسانہ کی ضروری شرطیں ہیں لیکن حقیقت میں وہ افسانہ کا لازمہ نہیں بلکہ اسکے دوسرے نصب العین کے صرف عام نتائج ہیں۔ اگر دوسری خوبیاں موجود نہ ہوں تو کوئی افسانہ محض اس بنا پر دلچسپ اور کامیاب نہیں کہلا سکتا کہ اس میں مرکزی کردار اور ممتاز واقعہ ایک سے زیادہ نہیں ہیں یا اس میں حقیقت کی ترجمانی کے بجائے تخیل سے کام لیا گیا ہے۔ تاہم اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ واقعہ و کردار کی تحدید اور تخیل کی پرواز کے ذریعہ سے دلچسپ افسانے زیادہ آسانی کیساتھ لکھے جا سکتے ہیں۔ برخلاف اسکے افسانہ میں مساوی حیثیت و اہمیت کے متعدد کردار اور واقعات کو کامیابی کیساتھ نباہنا ذرا مشکل کام ہے۔ بہرحال یہاں سوال صرف سہولت و دقت یا آسانی و دشواری کا ہے محض آسانی اور سہولت کی بنا پر اول الذکر تین عناصر افسانہ کے لازمی شرائط قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

اب ذرا وحدتِ ارتسام اور پلاٹ پر غور کرو۔ ماہرینِ نفسیات کا بیان ہے کہ طبیعتِ بشری مختلف و متنوعہ میلانات و رجحانات سے مرکب ہے۔ اور ہر میلان و رجحان میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اسلئے فطرتِ انسانی اپنی پیچیدہ ساخت اور تغیر پذیری کی وجہ سے من حیث الکل نمایاں نہیں کیجا سکتی۔ وحدتِ ارتسام کا تعلق مجموعی طبیعت بشری کے ساتھ نہیں بلکہ اسکے بیشمار رجحانات خواہشات، ہیجانات اور دوسرے اجزائے ترکیبی میں سے کسی ایک جزیا عنصر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلئے ناول نگار کی طرح افسانہ نویس کو مکمل سیرت نگاری کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ تو طبیعتِ انسانی کے صرف ایک پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہی حال قصہ کے واقعات کا بھی ہے انسان کی حقیقی زندگی میں جو واقعات و معاملات پیش آتے ہیں وہ صدر درجہ پیچیدہ و ژولیدہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے اثرات میں بھی سخت اختلاف و تنوع پایا جاتا ہے۔ ایک سادہ سے سادہ واقعہ بھی مختلف لوگوں پر مختلف اثر پیدا کرتا ہے مثلاً فرض کرو کہ ایک جھونپڑے میں آگ لگ گئی۔ یہ نہایت سادہ واقعہ ہے۔ لیکن اس سے مختلف لوگ مختلف طور پر متاثر ہوتے ہیں کسی کے دل میں خوف و ہراس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کوئی سنسنی محسوس کرتا ہے کسی کو جھونپڑے والوں پر رحم آتا ہے۔ کسی کے دل میں یہ تینوں قسم کے جذبات طاری ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں افسانہ نویس کو لازم ہے کہ وہ حقیقی زندگی کے پیچیدہ واقعات میں سے چند نمایاں اور دلچسپ واقعات کا انتخاب کرے۔ انہیں مناسب طریقہ سے ترتیب دے۔ ضرورت کے وقت کچھ واقعات اپنے جی سے گھڑے اور سب کو ایک لڑی میں اس طرح پروئے کہ تمام چیزیں باہم ملکر ایک متحدہ ساحرانہ اثر پیدا کریں۔

اب صرف دو خصوصیات یعنی انقباض اور تنظیم بحث طلب رہ گئی ہیں۔ پہلی خصوصیت فی الحقیقت وحدتِ ارتسام ہی کا ایک پہلو ہے اور دوسری خصوصیت پلاٹ سے علیحدہ نہیں کیجا سکتی۔ سر ایڈگر ایلن پو کا قول ہے کہ ناول کے مطالعہ کیلئے کئی متواتر نشستوں کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن مختصر افسانہ اگر ایک نشست میں ختم نہ ہو تو اسکی توحیدِ تاثیر زائل ہو جائیگی۔ وحدتِ اثر کے لیئے پلاٹ کی سادگی اور اختصار ضروری امر ہے اور جب پلاٹ فطرتاً سادہ اور مختصر ہوگا تو انقباض کی ضرورت ہی پیش نہ آئیگی۔ انقباض کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شے فطرتاً جتنی جگہ گھیرتی ہے۔ اس سے کم جگہ میں وہ دب کر یا سکڑ کر یا سمٹ کر آجائے۔ لیکن گنجائش کا یہ طریقہ غیر فطری ہے ماہرینِ فن کا خیال ہے کہ افسانہ میں ایسے سادے واقعات بیان ہونے چاہئیں جو تقریباً دس ہزار الفاظ میں اچھی طرح ادا ہو جائیں۔ اب اگر پیچیدہ اور طویل واقعات کو جن کے آزادانہ بیان کیلئے سینکڑوں صفحے درکار ہوں صرف دس ہزار الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش یقیناً غیر فطری ہوگی جس سے قصہ کا سارا لطف زائل ہو جائیگا۔ کیا کوئی ہوشمند انسان کہہ سکتا ہے کہ آدمی دب کر یا سکڑ کر ہاتھی سے کم حجم یا قامت کا ہو گیا ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ آدمی اور ہاتھی کا قدرتی قد و قامت ہی جدا گانہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مختصر افسانہ ناول کی

منقبض صورت نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کا قدرتی پیمانہ ہی علیحدہ ہے۔ ہوا کو دبا کر کم جگہ میں لایا جا سکتا ہے۔ یہ ہوا کا انقباض کہلائیگا لیکن اس سے اسکے مادہ و مقدار میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ افسانہ کی صورت میں انقباض کے یہ معنی ہونگے کہ تمام ضروری وغیر ضروری یا پُر اثر و بے اثر باتوں کو مختصر طور پر کم سے کم الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ ایسی شے کو ہم اخباری اطلاع کہہ سکتے ہیں لیکن اس پر افسانہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ افسانہ نویس کا فرض تو یہ ہے کہ وہ تمام بے اثر اور غیر ضروری باتوں کو ترک کر دے اور صرف اہم۔ دلچسپ اور ڈرامائی واقعات کو منتخب کر لے اور ان کو بیان کرنے میں نہ اطناب سے کام لے نہ ایجاز سے بلکہ انہیں مناسب الفاظ میں ادا کرے۔ البتہ افسانہ نویس کو اختصار کے اصول پر کاربند ہونا چاہئے کیونکہ اختصار فصاحت و بلاغت کا لازمہ ہے۔ ہر قسم کی تحریر میں خواہ وہ نثر ہو یا نظم اختصار کی خوبی پائی جانی چاہئے لیکن اختصار کو انقباض سے کوئی تعلق نہیں۔

تنظیم سے بجز اسکے اور کیا مراد ہو سکتا ہے کہ قصہ کے کردار اور واقعات میں ایسا ربط و تسلسل پایا جائے کہ اس سے ڈرامائی موقع پیدا ہوں اور معاملات اپنے منتہا کو پہنچ جائیں۔ لیکن پلاٹ کی ترکیب و ترتیب بھی تو انہیں امور کی متقاضی ہوتی ہے۔ پلاٹ کا غائر مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ جزئی اور ضمنی باتوں کی ترتیب بھی پلاٹ اور وحدتِ تاثیر کے اقتضا کے مطابق ہوتی ہے۔ معشوق پیش قدمی کرے یا عاشق۔ بد باطن لکھ پتی اپنے راز دار پر اعتماد رکھے یا نہیں۔ خوبصورت خاتون گوشت روٹی صحن میں کھائے یا باورچیخانہ میں۔ اس قسم کی معمولی باتیں بھی ڈرامائی واقعات کے الجھاؤ میں شامل اور وحدتِ تاثیر کی معاون ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر پلاٹ اور کردار سے علیحدہ تنظیم کی کیا حقیقت ہے؟ تنظیم افسانہ کی کوئی جداگانہ خاصیت نہیں ہے۔

الغرض خصوصیاتِ افسانہ کی یہ ہفت گانہ تقسیم محض رسمی چیز ہے۔ حقیقت میں افسانہ نگار کو اختیار ہے کہ وہ ڈرامائیت اور واحد اثر پیدا کرنے کیلئے جتنے کردار اور واقعات کو مناسب سمجھے اتنے سے کام لے۔ لیکن اس اختیار و آزادی کے باوجود افسانہ نویس بالعموم ایک ہی مرکزی کردار اور ایک ہی ممتاز واقعہ سے بحث کرتا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ نسبتاً سہل اور آسان ہے۔

نوٹ:۔ مضمون ہذا کا مواد زیادہ تر والٹر بی پٹکن کی کتاب "فنِ قصہ نویسی" سے ماخوذ ہے۔

لاکھوں روپیہ کمائیں

پریمیم بانڈ کیا چیز ہیں؟

جس طرح سرکار انگریزی وقتاً فوقتاً ہندوستان یا انگلستان میں قرضہ حاصل کرتی ہے اور قرضہ کے عوض تمسکات جاری کرتی ہے۔ یا جس طرح بمبئی اور کلکتہ شہروں کی میونسپل کمیٹیاں شہر کی حدود بڑھانے کے لئے قرضہ لیتی اور تمسکات جاری کرتی ہیں۔ اسی طرح یورپ میں بعض حکومتیں اپنے ملک کی تجارت صنعت وحرفت یا غیر آباد اضلاع جنات کی آبادی کے لئے قرضہ حاصل کرتی ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں حاصل کردہ انگریزی قرضہ کو جس طرح گورنمنٹ آف انڈیا لون بانڈ ۱۹۳۱ء کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فرانس میں کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۰ء بانڈ مشہور ہے یعنی حکومت فرانس نے ۱۹۲۰ء میں پچاس کروڑ قرضہ جنگ حاصل کیا۔ ہر ایک تمسک پانسو فرانس کے سکہ کا نام ہے جو عموماً چار آنہ کے مساوی ہوتا ہے مگر اس کی قیمت انگریزی پونڈ کی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے) کا جاری کیا گیا۔ جس پر انکم ٹیکس معاف ہے۔ اور پانچ فیصدی سالانہ سود اس پر دیا جاتا ہے۔ علاوہ سود کے گورنمنٹ فرانس اس قرضہ کے قرضخواہوں کو انکے تمسکات پر ہر سال پانچ کروڑ فرانک (قریباً سوا کروڑ روپیہ) بطور انعام تقسیم کرتی ہے۔ انعام سال میں آٹھ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ایک قرعہ اندازی میں پہلا انعام دس لاکھ فرانک یا تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے۔ باقی چھوٹے انعام ہوتے ہیں۔ اور معقول تعداد تمسکات کی پوری رقم معہ سود خریداران تمسکات کو واپس ادا کردی جاتی ہے۔ اس طرح وہ قرضہ جو ۱۹۲۰ء میں حاصل کیا گیا ہے ۱۹۹۵ء میں کل کم ادا ہو جاتا ہے۔

تمسکات قرضہ بطور کرنسی نوٹ

یہ تمسک فرانس میں اور دوسرے یورپین ممالک میں بطور کرنسی نوٹوں کے بوقت ضرورت ایک آدمی دوسرے کو دے سکتا اور خرید و فروخت میں ان کو استعمال کرسکتا ہے۔ ان کی رقم ایسی ہے جیسے کہ امپیریل بنک یا ڈاک خانہ میں جمع کرادی۔ جب ضرورت پڑی نکالی۔

ہندوستان میں یہ تمسکات

ہندوستان میں بھی آپ ان تمسکات کو جب اور جس وقت چاہیں فروخت کرسکتے ہیں۔ فروخت کرنے کے وقت جو شرح تبادلہ ہو اس کے مطابق نقد قیمت پر بک سکتے ہیں۔ تمسکات کے ساتھ سود کے کوپن ہوتے ہیں وہ بھیجکر سود لے سکتے ہیں یا ان کو دیگر تمسکات کی خرید میں ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کی رقم کو کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل محفوظ رہیگی

انعامات بذریعہ قرعہ اندازی (لاٹری کے طریقہ پر) حکومت کے اعلیٰ افسروں اور عام پبلک کے سامنے نکالے جاتے ہیں شیشہ کا ایک بہت بڑا کرہ یا گول بکس ہوتا ہے جس میں تمسکات کے نمبر ڈالے ہوئے ہوتے ہیں۔ نمبران باہر سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس بکس کو گورنمنٹ کے انتظام سے سربمہر رکھا جاتا ہے جب سب لوگ اپنا اطمینان کرلیتے ہیں کہ مہریں درست ہیں۔ تو ان کے سامنے مہریں توڑی جاتی ہیں۔ اور فرانس کے قومی یتیم خانہ سے ایک اندھی لڑکی بلائی جاتی ہے۔ اور وہ ایک نمبر نکالتی ہے۔ یہ اس خوش قسمت کا تمسک ہوتا ہے جس کو پہلا انعام ملتا ہے۔ اسکے بعد وہ دوسرا نمبر نکالتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سب نمبر نکالے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بکس کو اسی طرح بند کردیتے ہیں۔ اور مہر لگا کر امپیریل یا شاہی خزانہ میں بکس محفوظ رکھ دیا جاتا ہے۔ اور پھر دوسری تاریخ تقسیم انعامات کو نکال کر پبلک کے سامنے نکالا جاتا ہے۔ تاریخ مقررہ کے بغیر اس میں کوئی نمبر داخل نہیں ہوسکتا نہ نکالا جاسکتا ہے۔ کوئی تمسک خالی نہیں رہ سکتا۔ جس پر انعام نہ نکلے۔ اس کی اصل زر کی واپسی ضروری اور یقینی ہے۔ اس طرح آپ کی ادا کردہ رقم کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس کا اصل محفوظ رہے گا۔ اور چھ ماہ بعد اس کا سود بھی آپ کو ملتا رہے گا۔

تمسک کے ساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں۔ جو کسی بنک کی معرفت دے کر ان کی رقم وصول کرلی جاتی ہے اور ہم بھی آپ کے کوپن لے کر سود ادا کرتے رہیں گے۔ ہر ایک تمسک پر ایک نمبر دیا ہوتا ہے۔ اور اسی نمبر سے اس کی خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے۔ جب انعام نکلتا ہے تو گورنمنٹ گزٹ میں بھی اعلان ہوتا ہے کہ تمسک نمبر فلاں پر اس قدر انعام نکلا۔

انعامات کا روپیہ مدیسے دیا جاتا ہے؟

بعض لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر بڑی رقم کے انعامات کہاں سے دیئے جاتے ہیں ہم اُن کو سمجھانے کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں فرض کرو ہماری سرکار پچاس کروڑ روپیہ چھ فیصدی سُود پر قرض لیتی ہے۔ اسکا سُود سالانہ تین کروڑ روپیہ ہوگا۔ انگریزی گورنمنٹ معاذاً روپیہ سود کے طور پر ادا کریگی۔ مگر حکومت فرانس بجائے چھ فیصدی کے چار فیصدی سُود دے گی اور دو فیصدی بچا کر جس کا ایک کروڑ روپیہ بنتا ہے۔ ایک کروڑ کی رقم ہر سال تمسکات قرضہ کے خریداروں میں بطور انعام تقسیم کرے گی جن تمسکات پر انعام نکلے گا اُن کے قرضہ کے تمسکات کی رقم ادا شدہ سمجھی جاوے گی اور تمسک واپس لے کر انعام کی رقم ان کے حوالے کی جاوے گی۔ اس طرح قرضہ کی ایک معقول رقم خود بخود ادا ہوتی رہے گی۔

تمسکات لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا ہیں

پریمیم بانڈس دتمسکات قرضہ ہلاٹری ٹکٹوں سے بالکل جُدا چیز ہیں۔ آپ کسی گھوڑدوڑ میں یا لاٹری میں خواہ سرکاری یا غیر سرکاری ایک ٹکٹ خرید کرتے ہیں۔ ہزاروں سے کسی ایک کے نام انعام نکل آتا ہے باقی سب ٹکٹوں کی رقم ضائع ہو جاتی ہے۔ گویا جوا یا قمار بازی ہے جس میں ایک جیت گیا باقی ہار گئے۔ لاٹری میں ایک دفعہ ٹکٹ خرید لو۔ وہ اُسی لاٹری کے لئے کار آمد ہے۔ جب لاٹری کی تاریخ گذر گئی۔ اور آپ کے ٹکٹ پر انعام نہ نکلا وہ رقم تباہ ہوگئی۔ اور وہ روپیہ جو آپ نے اپنا اور اپنے عزیز بچوں کا پیٹ کاٹ کر بچایا۔ اور کسی بڑے انعام کی امید پر ٹکٹ خریدنے میں لگایا تھا تباہ ہوگیا۔ مگر پریمیم بانڈ میں ایسا نہیں سال میں چار دفعہ یا آٹھ دفعہ یا بعض تمسکات میں بارہ دفعہ آپ کے تمسک کا نمبر نکلنے کے لئے پیش ہوتا رہے گا۔ اور ایک دفعہ کا خریدا ہوا تمسک ہمیشہ انعام کے بکس میں محفوظ رہیگا جبتک یا تو اس پر بہت بڑا یا کوئی چھوٹا انعام نہ نکلے۔ اگر بدقسمتی سے کوئی انعام نہ نکلے تو اصل روپیہ یا قرضہ کی پوری رقم جلدی یا بدیر ضرور مل رہیگی اور سُود مزید برآں۔ اس کو کہتے ہیں کہ آم کھاؤ اور گٹھلیوں کے دام چکالو۔ بلکہ بعض دفعہ ایک آم خریدنے سے ایک باغ خریدا جاسکتا ہے۔ یعنی ایک تمسک خرید کر پہلا انعام نکل آوے تو آپ لکھ پتی ہوکر روپیوں سے کھیل سکتے ہیں۔

اسقدر رقم جو خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی

چونکہ ہر ایک تمسک پر انعام یا ادائیگی قرضہ ضروری ہے۔ اس لئے آنے والی تاریخ پر اگر آپ نے تمسک خریدا ہوا ہے۔ تو بہت اغلب ہے کہ پہلا یا دوسرا انعام آپ کے تمسک پر ہی نکل آوے۔ ایسی صورت میں آپ اس قدر امیر ہو جاویں گے جس کا گمان آپ کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی

یورپ میں ان تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی اس قدر زیادہ ہے کہ جب ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو گذشتہ سال حکومت فرانس نے ایک نئے قرضہ کا اعلان کیا جس میں تمسک کی قیمت ایک ہزار فرانک تھی۔ تو یہ رقم جس کی حکومت کو ضرورت تھی۔ صرف دس کروڑ فرانک تھے۔ لیکن یکم مئی ۱۹۳۱ء تک ایک مہینہ اور سات روز میں حکومت کے پاس دو ارب فرانک سے قرضہ خریدے جانے کی درخواستیں موصول ہوگئیں فرانس کے اس اعتبار اور کامیابی پر وزیر اعظم انگلستان اور انگریزی اخبارات حیران رہ گئے۔ اور برٹش وزیر مال کو آخرکار اپنی کم مائیگی اور فرانس کے تدبر کا سرکاری طور پر اعتراف کرنا پڑا۔ انگلستان کے نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے لکھا۔ کہ باوجود گورنمنٹ فرانس نے اس قرضہ کیلئے قوم سے اپیل نہیں کی۔ تاہم مطلوبہ قرضہ سے سوا مہینہ میں بیس گنا مل جانا حکومت کے اعتبار اور ایمانداری سے انعام تقسیم کرنے اور دیانتداری سے انجام دینے کا صاف نتیجہ ہے حکومت فرانس نہ صرف پانچ فیصدی کی معقول شرح سُود پیش کی بلکہ کئی کروڑ روپیہ سالانہ کے انعامات کا اضافہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ انگلستان کے تمام پریس اور مشہور اخبارات کے علاوہ بمبئی کے مشہور عالم اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا کہ فرانس کے انعامی تمسکات کا قرضہ سے نہ صرف اپنی حالت کو بعد از جنگ درست کرنے میں کمال کردیا۔ بلکہ اس کے مشیران مال کے تدبر نے ایسی طریق حصول قرضہ کو ایجاد کردیا۔ جس کے باعث صدہا خاندان ہر سال افلاس سے نکل کر امیر کبیر بن جاتے ہیں۔ کفایت شعاری سکھلانے خصوصاً غریب خاندانوں میں اور اس سے فائدہ اٹھانے کا فرانس نے جو طریقہ نکالا ہے۔ وہ ہر ایک گورنمنٹ کے لئے جو اپنی قوم کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہے۔ قابل تقلید ہے۔

بیوی بچوں کیلئے بیمہ زندگی سے بڑھکر مفید

آپ دس ہزار کی رقم کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ کسی کمپنی میں کراتے ہیں اور چالیس روپیہ ماہوار چندہ ادا کرتے ہیں۔ چھ سات سال کے بعد آپ کی حالت اچھی نہیں رہتی اور آپ چندہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسی

حالت میں سب بیمہ کمپنیاں اداشدہ روپیہ ضبط کرلیتی ہیں لیکن اگر آپ نے چالیس روپیہ ماہوار لگاکر بانڈ خرید کئے ہوتے۔ تو ممکن ہے چھ سات سال کے عرصہ میں کئی لاکھ روپیہ ان پر مل جائے۔ ساتھ ساتھ سُود ملتا رہتا ہے۔ اور بوقت ضرورت آپ خود یا آپ کے بعد آپ کے بیوی بچے ان کو بطور کرنسی نوٹوں کے فروخت کرکے رقم استعمال کرسکتے ہیں۔

روپیہ فوراً لگادو آپ کا روپیہ اگر گھر میں زیور کی صورت میں بند پڑا ہے تو زیور کو فوراً فروخت کرکے پریمیم بانڈ خرید لو۔ اگر بنک یا ڈاکخانہ میں ہے تو بھی آپ اُس کو فوراً نکال کر پریمیم بانڈ پر لگادو۔ کیونکہ ان کا روپیہ تو اسی طرح محفوظ رہیگا۔ سُود ڈاکخانہ یا بنک کی شرح سے زیادہ ملتا رہیگا۔ اور لکھ پتی بن جانے کے مواقع متعدد و ہر سال بلکہ ہر ماہ آپ کو حاصل ہوتے رہیں گے۔

اقساط پر تمسک خریدے جاسکتے ہیں اگر آپ کے پاس روپیہ یکمشت نہیں تو اس کی پرواہ نہیں دس بیس چالیس پچاس روپیہ یا زیادہ ماہوار بھیجکر آپ تمسکات محفوظ کراسکتے ہیں۔ مثلاً ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ اگر آپ یکمشت یہ رقم ادا نہیں کرسکتے تو ساڑھے بارہ روپیہ آرڈر کے ہمراہ بھیجدیجئے۔ ایک تمسک آپ کے لئے محفوظ کرکے ایک معاہدہ کا کاغذ ہم پہلی قسط آنے پر مکمل کرکے آپ کو بھیجدیں گے۔ جس پر آپ کے تمسک کا نمبر درج ہوگا۔ معاہدہ لکھے جانے کے بعد اُس تمسک پر جو انعام نکلے یا اس کی رقم واپس ملے تو وہ آپ کا حق ہوگا۔ بشرطیکہ باقی اقساط ماہوار آپ باقاعدہ اِنتظام سے بھیجتے رہیں۔ ایک تمسک جس کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ وہ بارہ اقساط پر ڈیڑھ سو روپیہ میں آپ کو ملے گا۔ اسی طرح تمسکات کی قیمت نقد علیحدہ ہے اور اقساط پر کچھ زیادہ ہے۔

انعامات کی مطبوعہ فہرستیں ہم اپنے دفتر میں باقاعدہ رجسٹر رکھتے ہیں اور ان میں ہر ایک خریدار کا نام اور پورا پتہ اور تمسک کا نمبر درج رہتا ہے۔ ہر ایک انعامات کے بعد جب گورنمنٹ کی فہرست انعامات شائع ہوتی ہے تو ہم اپنے درج شدہ نمبران سے فہرست انعامات کا مقابلہ کرتے ہیں اور کامیاب خریداروں کو بذریعہ تار یا خط جیسی صورت اور انعام کی اہمیت ہو خریداران کو اطلاع بھیجدیتے ہیں۔ یا وہ تمسک ہمیں بھیجکر انعام منگاسکتے ہیں۔ دو چار تمسکات کے خریداروں کیلئے یہ خدمت ہم خود انجام دیتے رہتے ہیں۔ لیکن بڑی یا زیادہ تعداد میں تمسکات خرید کرنے والے اگر چاہیں کہ ان کو فرانس سے سرکاری نتیجہ گزٹ براہ راست آوے تو وہ چار روپیہ سالانہ اُس کا چندہ ہماری معرفت بھیجکر گزٹ منگاکر خود نمبران کا ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ رسالہ صوفی میں نتیجہ انعامات باقاعدہ چھپتا رہتا ہے آپ دو روپیہ سالانہ ادا کرکے رسالہ صوفی کے خریدار بن جائیے۔ ایک تو بیش قیمت مضامین پڑھئے اور ساتھ ہی نتیجے سے مطلع ہوتے رہئے۔

رقم کی فوراً ادائگی آپ نے ایک تمسک خرید لیا ہے۔ سال دو سال بعد آپ کو شادی بیاہ یا کسی خانگی ضرورت کے باعث روپیہ کی واپسی کی ضرورت آپڑی ہے تو آپ اپنا تمسک کسی بنک کی معرفت یا ہماری معرفت فروخت کرسکتے ہیں۔ اُس دن بمبئی اور کلکتہ میں فرانس کے تبادلہ کی جو شرح ہوگی اُس پر دو روپیہ سینکڑہ کمیشن لیکر ہم آپ کا تمسک فروخت کرکے رقم آپ کو دے دیں گے۔ اس عرصہ میں جبتک آپ کا تمسک آپ کے پاس رہیگا انعام ملنے کے مواقعات آپ کو ملتے رہیں گے۔ گویا آپ کا روپیہ بنک میں جمع ہے۔

تفصیل قرضہ جات تمسک

کریڈٹ نیشنل ۱۹۱۹ء سُود پانچ فیصدی سالانہ۔ بانڈ پانچسو فرانک کا۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں ۱۹۱۹ء میں یہ جاری ہوئے اور کل قرضہ ۱۹۲۴ء میں بیباک ہوجائیگا۔ ۱۹۲۵ء کے بعد گورنمنٹ جب چاہے کُل قرضہ بیباق کرسکتی ہے۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ہوتا ہے۔ دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ پانچ انعامات ایک ایک لاکھ فرانک کے۔ دس انعامات پانچ پانچ ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ بہت سے تمسکات اصل قرضہ پر ادا ہوتے ہیں۔ ہر سال ۱۰ بڑے انعامات ایک کروڑ فرانک کے ادا کئے جاتے ہیں۔ نقد قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ یا ساڑھے بارہ سو روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔ انعامات یکم مارچ۔ یکم جون۔ یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو ہر سال تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۰ء سُود پانچ فیصدی سالانہ۔ پانچسو فرانک کا بانڈ۔ سال میں آٹھ دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں ۱۹۲۰ء میں یہ جاری ہوئے ا:

کُل قرضہ ۱۹۹۵ء میں بیباق ہوجائیگا۔ ۱۹۲۶ء کے بعد گورنمنٹ جس وقت چاہے کُل رقم قرضہ ادا کرسکتی ہے۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ دو انعامات ہر ایک دو لاکھ فرانک کے۔ تین انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ متعدد تمسکات پر اصل زر واپس کیا جاویگا۔ ہر سال ایک سو چار بڑے انعامات۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط انعامات ہر سال ۲ر جنوری۔ یکم فروری۔ یکم اپریل۔ یکم مئی۔ یکم جولائی۔ یکم اگست۔ یکم اکتوبر اور ۳ر نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۱ء

سود چھ فیصدی سالانہ۔ پانچسو فرانک کا تمسک۔ سال میں چار دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں یکم مارچ یکم جون یکم ستمبر اور ۳ر نومبر تقسیم انعامات کیلئے ہر سال مقررہ تاریخیں ہیں۔ سال میں کُل (۲۰۰) انعامات ایک کروڑ بیس لاکھ فرانک کے تقسیم ہوتے ہیں۔

ایک سنہری موقعہ

حکومت فرانس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر آپ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۳ء کے دونوں تمسک خرید لیں تو ہر ماہ بلاناغہ آپ کو انعامات میں شامل رہنے کا موقعہ حاصل ہوتا رہے گا۔

یکم مارچ و یکم ستمبر کے انعامات کی تفصیل

پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۴۲ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۴۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا (۱۷۴۰) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم جون و یکم دسمبر کے انعامات کی تفصیل

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۴۲ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا ۴۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا (۱۷۴۰) انعامات ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ اوّل

سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں چار دفعہ۔ یکم مئی۔ یکم اگست اور ۳ر نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ کُل انعامات (۲۰۰۰) تعدادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ۵۰ ہزار فرانک کے ہوتے ہیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

یکم مئی کے انعامات

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۴۰ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا (۱۷۴۲) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم فروری یکم مئی اور ۳ر نومبر کے انعامات

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۱۲ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا ۴۰ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۷۲۸) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ دوم

ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ شرح سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعامات سال میں چار دفعہ تقسیم ہوتے ہیں۔ کُل (۴۰۰۰) انعام سال میں نکلتے ہیں جن کی تعداد ۳۹ لاکھ ۲۰ ہزار فرانک ہوتی ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے

۲ر جنوری یکم اپریل و یکم جولائی کے انعامات

چار انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چار انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا ۳۲ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۱۱۵۲) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم اکتوبر کے انعامات

چار انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۳۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا (۱۱۵۲) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۴ء

ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے جس پر چھ فیصدی سالانہ سود ملتا ہے۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں جو (۱۹۲) انعامات اسّی لاکھ فرانک کے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا انعام پانچ لاکھ فرانک کا ہوتا ہے۔ انعامات یکم مارچ۔ یکم جون۔ یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو تقسیم ہوتے ہیں ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں روپیہ ادا ہوسکتا ہے۔

فرنچ فولنسی آر ۱۹۳۱ء ایک ہزار فرانک کا بانڈ۔ سود سالانہ چار فیصدی۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام دس لاکھ فرانک کا

کل (۶،۹۴) انعامات۔ قیمت دو سو روپیہ نقد یا ۲۵ روپیہ ماہوار کی دس قسطوں میں۔

فرنچ ولنسی آر ۱۹۱۲ء
ایک بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ سال میں چھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ جنوری۔ مارچ۔ مئی۔ ستمبر۔ نومبر اور جولائی کی دس تاریخ۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا دوسرا دس ہزار فرانک کا۔ کل (۲۹۰) انعام ہونگے۔ قیمت فی بانڈ ساٹھ روپیہ نقد یا چھ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

سٹی آف برسلز
یہ قرضہ ایک سو دس فرانک فی بانڈ کا ہے۔ سود ڈہائی فیصدی سالانہ ہے۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ دو انعام دس ہزار فرانک کے اور بہت سے چھوٹے انعامات بھی ہیں۔ سال میں چار بار یکم مارچ۔ یکم جون یکم ستمبر اور دسمبر کو انعامات نکلتے ہیں۔ قیمت بیس روپیہ نقد یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط یعنی اقساط پر پچیس روپے۔

پناما بانڈ
ہمارے بعض مسلمان دوست سُودی کاروبار نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بانڈ اُن کے فائدہ کے لئے ہے۔ اس پر کوئی سُود نہیں۔ یہ بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہے۔ سال میں چار بار اس پر انعام نکلتے ہیں۔ قیمت فی بانڈ چالیس روپیہ نقد یا دس روپیہ ہمراہ آرڈر اور پانچ روپیہ ماہوار کی باقی آٹھ اقساط۔ پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ ایک انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا۔ باقی ۲۸ چھوٹے انعامات ہیں۔

سٹی آف انٹورپ
ایک بانڈ ایک سو دس فرانک کا ہوتا ہے۔ سال میں چار بار انعام نکلتا ہے۔ سُود ڈہائی فیصدی سالانہ۔ ایک انعام ڈیڑھ لاکھ فرانک کا اور باقی چھوٹے انعامات ہیں۔ قیمت بیس روپیہ نقد یا اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔

سٹی آف لیگ
ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔ سُود دو فیصدی سالانہ۔ ایک انعام پچاس ہزار فرانک کا۔ اور باقی چھوٹے بہت سے انعامات ہیں۔ سال میں چار بار انعام تقسیم ہوتے ہیں قیمت نقد بیس روپیہ۔ اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی اقساط۔

سٹی آف اوسٹینڈ
پہلا انعام تیس ہزار فرانک کا۔ باقی چھوٹے انعامات۔ سُود دو فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں دو بار۔ قیمت نقد بیس روپیہ اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔ ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔

سٹی آف گھنٹ
انعام سال میں چار بار تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ باقی چھوٹے انعامات۔ سُود سالانہ دو فیصدی قیمت نقد بیس روپیہ یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط میں۔

کانگو فری سٹیٹ
ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ سُود دو فیصدی سالانہ۔ اصل قرضہ سو فرانک فی بانڈ ۱۹۳۲ء میں قیمت تین سو بیس فرانک ہوگئی۔ دستاویز جمع ہوتا ہے علیحدہ نہیں ملتا۔ پانچ فرانک ہر سال سُود کے طور پر بانڈ کے ساتھ زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک۔ سال میں چھ بار انعام تقسیم ہوتے ہیں قیمت نقد چالیس روپیہ یا اقساط پر پچاس روپیہ۔ دس روپیہ ہمراہ آرڈر اور دس روپیہ ماہوار کی پانچ قسطیں۔

بلجیم رسٹوریشن ۱۹۲۱ء
ڈھائی سو فرانک کا بانڈ سُود چار فیصدی سال میں آٹھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ سال میں ۱۶ انعامات ہیں۔ قیمت فی بانڈ پچاس روپیہ نقد یا اقساط پر ساٹھ روپیہ یعنی دس روپیہ ماہوار کی چھ اقساط۔

بلجیم رسٹوریشن ۱۹۲۲ء
تین سو فرانک کا بانڈ۔ سُود پانچ فیصدی سالانہ۔ ہر ماہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا۔ دوسرا پانچ لاکھ فرانک کا۔ سال بھر میں کل ۳۷ انعامات تقسیم ہوتے ہیں قیمت نقد ستر روپیہ اقساط پر چوراسی روپیہ یعنی بارہ روپیہ ماہوار کی سات قسطیں۔

بلجیم رسٹوریشن ۱۹۲۳ء
پانچسو فرانک کا بانڈ سُود پانچ فیصدی سالانہ جو سال میں ایک بار دو دفعہ ملتا ہے۔ انعامات ہر ماہ تقسیم ہوتے ہیں پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک۔ کل (۱۰۰) انعام سالانہ قیمت نقد نوے روپیہ۔ اقساط پر ایک سو آٹھ روپیہ یا بارہ روپیہ ماہوار کی نو قسطیں۔

بلجیم نیا قرضہ ۱۹۳۲ء
گذشتہ سال کا قرضہ۔ انعامات ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام پچاس لاکھ فرانک کا۔ ہر ماہ ۳۴ انعام ملتے ہیں۔ سال میں ۴۱۲ انعامات۔ قیمت فی بانڈ نقد ایک سو پچیس روپیہ یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔ سُود پانچ فیصدی ہر سال ۱۵ مارچ کو ملتا ہے۔

مینیجر انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس ۱۵ لاہور

فہرست کتب

قرآن کریم اور تفسیریں

ترجمان القرآن اردو ترجمہ قرآن کریم مع دیباچہ
از مولینا ابوالکلام آزاد۔ جلد اول قیمت ۲؎

مارماڈیوک پکتھال معانی القرآن المکرم قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ
قرآن کریم کا بہترین انگریزی ترجمہ جس کو پڑھ کر کچھ عرصہ ہوا ابمبئی کی ایک کروڑپتی ہندو خاتون مسلمان ہو گئی۔ قیمت اٹھارہ روپے (۱۸؎)

تفسیر بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ
قیمت فی جلد پچیس روپے (۲۵؎)

تفسیر حقانی مصنفہ شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب مرحوم سابق پروفیسر عربی پریزیڈنسی کالج کلکتہ
یہ تفسیر زمانہ حال کی اردو تفاسیر میں سب سے بہتر تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ آٹھ جلدیں۔ قیمت تیس روپے (۳۰؎)

قرآن الکریم مع ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
قیمت بڑا ایڈیشن (۱۲؎)

تفاسیر از مولینا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی

تفسیر سورۃ البقر "یا خلافۃ الکبریٰ"
قیمت مجلد پانچ روپے۔ غیر مجلد چار روپے

تفسیر سورۃ انفعال و توبہ "صراط المستقیم"
قیمت مجلد ۲؎ غیر مجلد دو روپے

تفسیر سورۃ آل عمران "یا بیان"
حجم ۲۱۸ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

بصائر بنی اسرائیل کے ان واقعات کو جو قرآن میں بیان ہیں نہایت دلکش رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ حجم ۶۰ صفحے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶؍)

اسلامی تاریخ کی کتابیں

تاریخ اسلام از مولینا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی
اہل عرب کی قبل از اسلام حالت رسول اللہ صلعم کے سوانح حیات۔ اور خلافت کی تاریخ نہایت سلیس، صاف اور دلفریب پیرایہ میں قلمبند کی ہے۔ قیمت جلد اول ۲؎ قیمت جلد دوم (۳؎)

تاریخ الحرمین الشریفین از مولینا عبدالسلام صاحب ندوی
قیمت مجلد ۳؎ قیمت غیر مجلد ۲؎
"کتاب دلچسپ اور مستند معلومات پر مشتمل ہے ... حرمین شریفین کے حالات و تاریخ میں اس سے بہتر کوئی کتاب اردو میں طبع نہیں ہوئی۔"
(مولینا) ابوالکلام آزاد

تاریخ افغانستان از سید جمال الدین افغانی ترجمہ مولینا محمود علی صاحب
قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱؎)

تاریخ علامہ ابن خلدون مترجمہ احمد حسین صاحب ۱۴ جلدیں
قیمت مکمل تاریخ (۳۸؎)

تمدن اسلام از علامہ جرجی زیدان ترجمہ مولوی محمد حلیم انصاری
قیمت دو جلد پانچ روپے (۵؎)

مضامین عالمگیر از مولینا شبلی نعمانی مرحوم قیمت قسم اول ۱؎ قسم دوم ۱؎

اورنگ زیب عالمگیر از مولینا شبلی نعمانی قیمت آٹھ آنے

مقالات شبلی از مولینا شبلی صاحب قیمت ایک روپیہ

آغاز اسلام (ترجمہ کتاب بدر الاسلام) از علامہ شبلی۔ قیمت ۱۲؍

تمدن ہند از جناب سید علی بلگرامی قیمت پچاس روپے (۵۰؎)

عصر قدیم از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

حرب وصلیبیہ از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر قیمت دو روپے (۲؎)

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: مینیجر بک ڈپو انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

تاریخ بغداد ازمولوی عبدالحلیم صاحب شرر
قیمت ایک روپیہ چار آنے

تاریخ ارض القرآن از سید سلیمان صاحب ندوی
دو جلد
قیمت حصہ اول عہ قیمت جلد دوم ۱۲/

تاریخ سلاطین آل عثمان معہ جنگ ترکان
اجبار و یونان
قیمت مجلد عمہ غیر مجلد ۱۲/

تاریخ حریت اسلام از محمد سمس الدین صاحب فوق
قیمت ۱۲/

اخبار الاندلس (اردو ترجمہ ہسٹری آف دی
مورشس امپائر ان یورپ) از منشی محمد خلیل الرحمٰن
صاحب قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم ۸/
حصہ سوم ۴/ مکمل سہ حصہ ۲۰/

تاریخ الامت از حافظ محمد اسلم صاحب
جیراج پوری
قیمت حصہ اول ۸/ قیمت حصہ دوم عہ
حصہ سوم عہ " حصہ چہارم عہ
قیمت حصہ پنجم دو روپے چار آنے ۲/۴

تاریخ مغرب مترجمہ محمد خلیل الرحمٰن صاحب
شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی
تاریخ۔ قیمت دو روپے آٹھ آنہ (عہ)

خالص اسلامی سوانح عمریاں

میلاد النبی (رسول اللہ صلعم کے حالات زندگی)
قیمت بارہ آنے (۱۲/)

سیر الصحابہ از مولینا سعید انصاری
قیمت مجلد ۸/ غیر مجلد ۴/

فقرائے اسلام از مولینا عبدالسلام ندوی
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

سیرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ معہ فوٹو مزار
از عاشق حسین صاحب سیماب قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ

سیرۃ الحسین معہ تصاویر یاد شہدائے کربلا
از عاشق حسین صاحب سیماب
قیمت مجلد عہ قیمت غیر مجلد عہ

مہدی سوڈانی قیمت ایک روپیہ

سوانح سید احمد بریلوی و سید اسمٰعیل شہید
قیمت دو روپے " " (عہ)

سید جمال الدین افغانی مصنفہ مولوی ظفر علی خاں
مدیر زمیندار قیمت ۳/

انور پاشا از مولینا سید ظہور احمد صاحب وحشی
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

مشاہیر اسلام قیمت حصہ اول ۸/
" حصہ دوم ۸/

حیات سعدی قیمت پانچ آنے۔

حضرت ابو ایوب انصاری معہ فوٹو مزار
قیمت صرف چھ آنے " " (۶/)

حالات مولینا روم قیمت بارہ آنے

شمس تبریز مولینا روم کے مرشد خواجہ
شمس تبریزی کے حالات
قیمت صرف چھ آنے " " (۶/)

حیات امام مالک قیمت تین آنے

حیات امام مسلم قیمت چار آنے

سیرۃ النعمان قیمت چار آنے۔

صحابیات از مولینا نیاز فتح پوری
قیمت مجلد ۱۲/ غیر مجلد عہ
"کتاب صحابیات کے مطالعہ سے میں بہت خوش ہوا
طرز تحریر بہت ہی پسندیدہ ہے" (سر محمد شفیع مرحوم کے سی ایس آئی)
"کتاب بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے مسلمان عورتیں
بہت مستفید ہوں گی۔ (سر محمد اقبال)

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی کے
حالات زندگی
از ملک محمد الدین صاحب مدیر "صوفی"
"خاتون جنت ایک نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے
اور عمیق تحقیقات پر مبنی ہے" . . . "ہر ایک شریف
خاتون کو اس سے مستفید ہونا چاہیئے"۔ "عورتوں کی
زندگی کے طرز عمل کیواسطے یہ کتاب ایک بہترین نمونہ مؤثر
الفاظ میں پیش کرتی ہے" اور زنانہ مدارس کے منتظموں
کی سرپرستی کے قابل ہے" قیمت مجلد دو روپے
قیمت غیر مجلد دو روپے دس آنے (عہ)

سیرت حضرت عائشہ صدیقہ از ملک محمد الدین صاحب
ایڈیٹر صوفی
مصنف خاتون جنت قیمت مجلد ۸/ غیر مجلد عہ

دختران شمشیر تمام زمانوں اور تمام قوموں کی
بہادر جانباز اور حوصلہ مند
خواتین کے حالات قیمت ایک روپیہ (عہ)

سیرت خیر البشر از مولوی محمد علی صاحب
قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ

تصانیف مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

ولادت سرور عالم قیمت آٹھ آنے۔

خواجہ معین الدین چشتی قیمت چھ آنے

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: مینیجر بک ڈپو انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر (۲۵) لاہور

سکینہ بنت حسینؑ قیمت چھ آنے
جنید بغدادی۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)
قرۃ العین ایران کی مشہور شاعرہ کے حالات قیمت ۸ر
ابوبکر شبلی۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)
مخدرات (دو حصے) ایک روپیہ آٹھ آنہ۔
تصانیف مولوی عبدالسلام صاحب ندوی
اسوۂ صحابہ (دو حصے) قیمت جلد اول ۳ روپے
قیمت جلد دوم للعہ
اسوۂ صحابیات۔ قیمت ایک روپیہ۔ عہ
سیرۃ عمر بن عبدالعزیز۔ قیمت عہ
(محصول ڈاک بذمہ خریدار)
تصانیف مولانا شبلی نعمانی مرحوم
سیرۃ النبی قیمت جلد اول للعہ قیمت جلد دوم للعہ
قیمت جلد سوم ۳ روپے قیمت جلد چہارم ۳ روپے
الفاروق قیمت قسم اعلیٰ ۳ روپے قیمت قسم دوم عہ
سوانح عمری مولانا روم قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ
الغزالی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)
المامون (دو حصے) قیمت (عہ)
سیرۃ النعمان۔ امام ابوحنیفہ کے حالات (عہ)
حیات حافظ۔ قیمت صرف آٹھ آنہ۔ ۸ر
حیات سعدی۔ قیمت آٹھ آنے۔ ۸ر
سوانح عمری ٹیپو سلطان از سید علی صاحب اشہری قیمت ۲ر
سوانح عمری حیدر علی از سید محمد علی صاحب اشہری قیمت ۲ر
حیات امام مالک از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی قیمت دو روپے
(علاوہ محصول ڈاک)

کالاپانی از مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری (خود نوشت سوانح عمری)
وہابیوں کے مشہور مقدمہ میں مولوی محمد جعفر صاحب کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی تھی اس کتاب میں انہوں نے اپنے مقدمہ اور اپنی قید کے حالات لکھے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے۔ (۸ر)
خواجہ معین الدین صاحب اجمیری کے حالات
موسوم بہ "عرفان کی پہلی تجلی" قیمت ۶ر
سیرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری
قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ .. (عہ)
ذکر حبیب حضرت پیر حیدر شاہ صاحب قبلہ جلالپوری کے حالات زندگی۔ قیمت ۳ روپے
ابن رشد از مولوی محمد یونس صاحب مرحوم فرنگی محل قیمت ۳ روپے
سیر الصحابیات از مولانا سعید انصاری صاحب۔ قیمت عہ
سیر الانصار از مولانا سعید انصاری ندوی قیمت حصہ اول ۳ روپے حصہ سوم عہ
حیات محمد علی۔ قیمت دو روپے عہ

مرزا اسد اللہ خان غالب

دیوان غالب اردو (جامعہ ملیہ ایڈیشن مطبوعہ جرمنی) قیمت پانچ روپیہ (ﷲ)
دیوان غالب (سستا ایڈیشن) قیمت ۶ر
مرقع چغتائی دیوان غالب کا مصور ایڈیشن ہے۔
از جناب عبدالرحمٰن چغتائی۔ قیمت بارہ روپے ۱۲ر
دیوان غالب اردو معہ شرح (از مولانا شہا) قیمت ۳ روپے
شرح دیوان غالب از مولانا حسرت موہانی قیمت ۲ر

شرح دیوان غالب از مولانا سید علی حیدر نظم طباطبائی قیمت ۳ر
اردوئے معلیٰ (غالب کے خطوط کا مجموعہ) قیمت درجہ اول ۳ روپے
درجہ دوم عہ درجہ سوم عہ
عود ہندی (نثر) از غالب۔ قیمت درجہ اول عہ
درجہ دوم بارہ آنے۔
مہر نیمروز غالب۔ (تاریخ) قیمت ۸ر
دیوان غالب فارسی۔ قیمت عہ
محاسن کلام غالب
مطبوعہ انجمن ترقی اردو۔ قیمت عہ
نکات غالب۔ غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری اور وہ نکات جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں کو بتائے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)
ادبی خطوط غالب
معہ دیباچہ از مرزا محمد عسکری صاحب۔ قیمت عہ
انتخاب کلام غالب
معہ دیباچہ چیف جسٹس سر محمد سلیمان صاحب قیمت
یادگار غالب از خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم پانی پتی۔ قیمت تین روپے (۳ روپے)

امیر خسرو دہلوی

دیوان نہایۃ الکمال قیمت عہ
دیوان غایۃ الکمال قیمت عہ
سکندر نامہ اس دیوان میں تقریباً چار ہزار شعر ہیں۔ قیمت (عہ)

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: مینیجر بک ڈپو انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر (۲۵) لاہور

AVAN
TONIC PILLS
اکسیر عنبری
اکسیر عنبری کے استعمال سے اوّل
اکسیر عنبری کے استعمال کے چھ ماہ بعد
اکسیر عنبری میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے
کے واسطے اہلِ ملک لاکھوں روپے یورپ اور نیز جھوٹے اشتہار بازوں کی نذر کر رہے ہیں۔ خداوند کریم کی عنایت سے اب چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اکسیر عنبری کا
تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کی تعریف میں صفحے سیاہ کر کے آپ کی سمع خراشی کرنا منظور نہیں اور نہ اس کے پورے صفات بیان کرنے کی اس اشتہار میں
گنجائش ہے۔ یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے۔ عورتوں بچوں اور لڑکیوں کی کمزوری کی حالت میں اس کو استعمال کیا گیا! و نتیجہ نہایت تسلی بخش
نکلا ہے۔ مردوں کے امراض مثل کثرتِ احتلام اور جریان و سرعت وغیرہ کو نافع ہے۔ جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی شادی سے جب انسان زندہ درگور ہو جاتا
ہے تو اکسیر عنبری نئی زندگی بخشتا ہے۔ اس کی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سریع التاثیر سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی
تیز و روشن ہو جاتے ہیں۔ خیالات اعلیٰ اور مفید سوجھنے لگتے ہیں۔ دل کو وہ تقویت اور فرحت پہنچتی ہے کہ گویا قادرِ مطلق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے
ضعفِ دل بیچینی دل۔ دل کا دھڑکنا۔ دل کا ڈوبتے جانا۔ پراگندہ خیالی۔ سانس کا پھولنا وغیرہ امراض کے واسطے ایک سچا اور قابلِ اعتماد تریاق ہے
جس کے استعمال سے ویرج کے تمام نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ ججوں منصفوں تحصیلداروں۔ رئیسوں اور جاگیرداروں وغیرہ کو یہ مونس رفیق جان کے
ساتھ رکھنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ) تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔
طلائے نادر
یہ طلاء مقوی اور اوائل کی غلط کاریوں کے ازالہ کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے۔
زیادہ تعریف خلافِ تہذیب ہے۔ قیمت فی شیشی عہ
دو روپے۔ اکسیر عنبری کے ہمراہ اس کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے
طلائے خاص
یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس میں
کستوری ہے صرف امیروں کے لئے
قیمت فی شیشی پانچ روپے۔ (صہ)
نوٹ:۔ ان دواؤں کے تمام خطوط بصیغہ راز رکھے جاتے
ہیں انکے متعلق کوئی سرٹفکیٹ چھاپنا یا شائع کرنا تو ایکطرف کسی غیر شخص کو
دکھایا بھی نہیں جاتا اسلئے ان کے متعلق سرٹفکیٹ درج نہیں کئے جاتے۔
ملنے کا پتہ
مینجر کارخانہ آبحیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)
اکسیر عنبری کے استعمال کے دو سال بعد
اکسیر عنبری کے استعمال کے تین سال بعد

صرف سر رق وکٹوریہ پریس ریلوے روڈ لاہور میں چھپا

ادبِ لطیف اعلیٰ قصے کہانیوں اور ڈرامہ کی نشر و اشاعت کیلئے

انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ لاہور

کا

ماہوار

رسالہ

افسانہ

زیرِ سرپرستی آنریبل کپتان سردار سرِ سکندر حیات خان صاحب

ریونیو ممبر پنجاب گورنمنٹ سابق گورنر پنجاب بالقابہ

مدیرانِ اعزازی

ملک محمد اسلم خان ایم - اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لاء - لاہور

سردار موہن سنگھ ایم اے پی ایچ ڈی

سید عابد علی عابد ایم اے ایم او ایل ایل ایل بی

(سالانہ قیمت دو روپیہ)

[illegible]

AVAN
TONIC PILLS
اکسیر عنبری
اکسیر عنبری کے استعمال سے اول
اکسیر عنبری کے استعمال کے چھ ماہ بعد
اکسیر عنبری میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے
کے واسطے اہل ملک لاکھوں روپے یورپ اور نیز جھوٹے اشتہار بازوں کی نذر کر رہے ہیں۔ خداوند کریم کی عنایت سے اب چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اکسیر عنبری کا
تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کی تعریف میں صفحے سیاہ کر کے آپ کی سمع خراشی کرنا منظور نہیں ورنہ اس کے پورے صفات بیان کرنے کی اس اشتہار میں
گنجائش ہے۔ یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے۔ عورتوں بچوں اور لڑکیوں کی کمزوری کی حالت میں اس کو استعمال کیا گیا۔ اور نتیجہ نہایت تسلی بخش
نکلا ہے۔ مردوں کے امراض مثل کثرت احتلام اور جریان و سرعت وغیرہ کو نافع ہے۔ جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی شادی سے جب انسان زندہ در گور ہو جاتا
ہے تو اکسیر عنبری نئی زندگی بخشتا ہے۔ اس کی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سریع التاثیر سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی
تیز و روشن ہو جاتے ہیں۔ خیالات اعلیٰ اور مفید سوجھنے لگتے ہیں۔ دل کو وہ تقویت اور فرحت پہنچتی ہے کہ گویا قادر مطلق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے
ضعف دل بےچینی دل۔ دل کا دھڑکنا۔ دل کا ڈوبتے جانا۔ پراگندہ خیالی۔ سانس کا پھولنا وغیرہ امراض کے واسطے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے
جس کے استعمال سے ویرج کے تمام نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ ججوں منصفوں تحصیلداروں۔ رئیسوں اور جاگیرداروں وغیرہ کو یہ مونس رفیق جان کے
ساتھ رکھنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ) تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف ۔
طلائے نادر
یہ طلاء مقوی اور اوائل کی غلط کاریوں کے ازالہ کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے۔
زیادہ تعریف خلاف تہذیب ہے۔ قیمت فی شیشی عہ
دو روپے ۔ اکسیر عنبری کے ہمراہ اس کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے
طلائے خاص
یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس میں
کستوری ہے صرف امیروں کے لئے
قیمت فی شیشی پانچ روپے۔ (صہ)
نوٹ :- ان دواؤں کے تمام خطوط بصیغہ راز رکھے جاتے
ہیں انکے متعلق کوئی سرٹیفکیٹ چھاپنا یا شائع کرنا تو ایکطرف کسی غیر شخص کو
دکھایا بھی نہیں جاتا اسلئے ان کے متعلق سرٹیفکیٹ درج نہیں کئے جاتے۔
ملنے کا پتہ
مینجر کارخانہ آب حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)
اکسیر عنبری کے استعمال کے دو سال بعد
اکسیر عنبری کے استعمال کے تین سال بعد

افسانہ

مدیران اعزازی

ملک محمد اسلم خان، ایم۔ اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لاء ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی　　سید عابد علی عابد ایم۔ اے، ایم او۔ ایل۔ ایل۔ ایل۔ بی

رسالہ افسانہ کا یہ پرچہ جناب کی خدمت میں بطور نمونہ ارسال ہے۔ اردو افسانہ نویسی اور ڈرامیاتی ادبیات کی خدمت کا جو جذبہ لیکر یہ رسالہ میدان میں آیا ہے۔ ہر ادب نواز شخص کی ہمت افزائی کا مستحق ہے۔ ہم نے یورپ کے ہر ملک کے بہترین افسانہ اور ڈرامہ نویسوں کے ساتھ بہت سا روپیہ خرچ کر کے یہ بندوبست کیا ہے۔ کہ انکی اجازت سے ان کے تمام شاہکاروں کے تراجم یکے بعد دیگرے افسانہ میں چھاپے جایئں۔ اس کے علاوہ یونانی، قدیم لاطینی، سنسکرت، عربی، چینی، جاپانی، اور قدیم مصری زبانوں کے بہترین افسانے اور ڈرامے بھی افسانہ کیلئے ترجمہ کروایا جایا کریں گے۔

ممبران ادارہ کے علاوہ منشی پریم چند، سید نذیر نیازی، جناب جلیل قدوائی، جناب پطرس، میجہد اکماری چوہان، جی۔ پی۔ سریواستوہ، چوہدری محمد علی صاحب ایم اے، ایل ایل۔ بی، ایبٹ آباد، سید امتیاز علی تاج، محمد مجیب صاحب، اور دیگر مقتدر افسانہ نویسوں کے طبعزاد اور مترجم افسانے بھی ہر نمبر میں چھپا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اشاعت جس قدر زیادہ ہو جائے، اتنا ہی رسالہ کو زیادہ نفیس اور ادبی معیار کے لحاظ سے اور بھی زیادہ اعلیٰ بنایا جا سکتا ہے۔ جناب کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے۔ کہ نہ صرف خود ہی خریدار بنیں۔ بلکہ اپنے حلقۂ احباب میں بھی اس کی توسیع اشاعت کیلئے کوشاں ہو کر اردو ادبیات پر احسان عظیم کریں۔ مندرجہ ذیل آرڈر فارم پُر کر کے آج ہی ہمارے دفتر میں بھیجدیں، اگر آپ آٹھ خریدار دیں، تو رسالہ آپکی خدمت میں ایک سال کیلئے مفت بھیجا جائیگا۔ رسالہ کے دو خاص نمبر بھی طیار ہو رہے ہیں۔ جو اردو صحافت کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہوں گے۔ ان کے متعلق تفصیل آپکو اس رسالہ میں مل جائے گی۔ ان نمبروں کی قیمت دو روپیہ ہوگی۔ لیکن رسالہ کے مستقل خریداروں سے دو روپیہ کی بجائے پونے دو روپیہ لئے جائینگے

[illegible]

آرڈر فارم (جو آپ کے حسب حال نہ ہو۔ وہ کاٹ دیں)

بخدمت جناب مینیجر صاحب "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۲ لاہور

محترمی! میرے نام رسالہ افسانہ کا (اعلیٰ کاغذ ایڈیشن / معمولی کاغذ ایڈیشن) ایکسال کیلئے جاری کر دیں۔ میں (تین / دو) روپیہ کا منی آرڈر بھیج رہا ہوں۔ یا اور رسالہ چندہ (تین / دو) روپیہ بذریعہ وی۔ پی وصول کریں۔ وی۔ پی کا خرچ میرے ذمہ ہوگا۔

یہاں نام اور پورا پتہ لکھدیں۔

محترمی: رسالہ افسانہ کا خاص نمبر جو　　　　　　نمبر کے نام سے شایع ہو رہا ہے۔ تیار ہو جائے تو میرے نام بذریعہ بذریعہ وی۔ پی۔ بھیجدیں۔ میں رسالہ افسانہ کا مستقل خریدار (ہوں / نہیں ہوں) اور میرا نمبر خریداری　　　　ہے۔ نیازمند　　　　(نام اور پتہ)

محترمی جناب مینیجر صاحب!

میرے مندرجہ ذیل آٹھ (عزیزوں / دوستوں) کے نام رسالہ افسانہ (اعلیٰ کاغذ ایڈیشن / معمولی کاغذ ایڈیشن) ایکسال کیلئے جاری کر دیں۔ (چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج رہا ہے / چندہ بذریعہ وی۔ پی وصول کریں) ہمارے وی۔ پی۔ وصول ہو جانے پر میں ایک سال کے لئے رسالہ مفت منگوانے کا حقدار ہوں گا۔

یہاں اپنا نام اور پورا پتہ پھر اپنے آٹھ دوستوں کے نام اور پورے پتے تحریر کر دیں۔

فرنچ اور بلجین گورنمنٹوں کے
پریمیم بانڈ
خرید کر مالا مال ہو جائیں

ان کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں!

(۱) پانچ فیصدی سے لیکر چھ فیصدی تک سود باقاعدہ ملتا رہتا ہے۔

(۲) روپیہ بالکل محفوظ ہے۔ اور اسکی ادائگی کیلئے ان ملکوں کی گورنمنٹیں ذمہ دار ہیں۔

(۳) ہر وقت لاکھوں فرینک کے انعام حاصل کرنے کا موقعہ ہوتا ہے۔

(۴) اس سے بہتر اور روپیہ کو کاروبار پر لگانے کا زیادہ محفوظ طریقہ کوئی بھی نہیں۔

پریمیم بانڈوں کی تفصیلات اس پرچہ میں اور جگہ دی ہوئی ہیں۔ فوراً اپنا آرڈر بھیجدیں۔

خط وکتابت کا پتہ —

مینیجر انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹیڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

اردو کے بہترین مصنفین کے اعلیٰ افسانوں، فن، آرٹ اور تنقید کا ماہوار مجلہ

"افسانہ"

قیمت سالانہ

اعلیٰ کاغذ ایڈیشن ــــ تین روپیہ

معمولی کاغذ ایڈیشن ــــ دو روپیہ

قیمت فی پرچہ

اعلیٰ کاغذ ایڈیشن، ۶-آنہ

معمولی کاغذ ایڈیشن، ۴-آنہ

نمبر ۲ ــ مئی ــ سنہ ۱۹۳۳ء ــ جلد ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	نئی بیوی	منشی پریم چند صاحب	۳
۲	ایک نامور افسانہ نویس کے خیالات	جناب محمد حسین صاحب	
۳	جھوٹ	ادیب ـ ایم اے بی ٹی	۱۲
		حکیم احمد شجاع صاحب بی اے اسسٹنٹ سیکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل	۱۵

نئی بیوی!

(جملہ حقوق محفوظ)

(از جناب منشی پریم چند صاحب)

ہمارا جسم پرانا ہے۔ لیکن اس میں ہمیشہ نیا خون دوڑتا رہتا ہے۔ اسی نئے خون پر زندگی قائم ہے۔ دنیا کے قدیم نظام میں یہ نیا پن، اس کے ایک ایک ذرہ میں، ایک ایک ٹہنی میں، ایک ایک قطرہ میں، تار میں چھپے ہوئے نغمہ کی طرح گونجتا رہتا ہے، اور یہ سو سال کی بڑھیا آج بھی نئی دلہن بنی ہوئی ہے۔

جب سے لالہ ڈنگا مل نے نئی شادی کی ہے ان کی جوانی از سر نو عود کر آئی ہے۔ جب پہلی بیوی بقید حیات تھی تو وہ بہت کم گھر رہتے تھے۔ صبح سے دس گیارہ بجے تک تو پوجا پاٹ ہی کرتے رہتے پھر کھانا کھا کر دوکان چلے جاتے وہاں سے ایک بجے رات کو لوٹتے اور تھکے ماندے سو جاتے۔ اگر لیلا کبھی کہتی کہ ذرا اور سویرے آجایا کرو تو بگڑ جاتے۔ تمہارے لئے کیا دوکان بند کر دوں یا روزگار چھوڑ دوں۔ یہ وہ زمانہ نہیں ہے کہ ایک لوٹا جل چڑھا کر لکشمی کو خوش کر لیا جائے۔ آج کل لکشمی کی چوکھٹ پر ماتھا رگڑنا پڑتا ہے۔ تب بھی ان کا منہ نہیں سیدھا ہوتا۔ لیلا بیچاری خاموش ہو جاتی۔

ابھی چھ مہینہ کی بات ہے۔ لیلا کو زور کا بخار تھا۔ لالہ جی دوکان پر چلنے لگے تو لیلا نے ڈرتے ڈرتے کہا ——— "دیکھو میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ذرا سویرے آجانا۔"

لالہ جی نے پگڑی اتار کر کھونٹی پر لٹکا دی اور بولے ——— "اگر میرے بیٹھے رہنے سے تمہارا جی اچھا ہو جائے تو میں دوکان نہ جاؤں گا۔"

لیلا رنجیدہ ہو کر بولی ——— "میں یہ کب کہتی ہوں کہ تم دوکان نہ جاؤ، میں تو ذرا سویرے آجانے کو کہتی ہوں!"

"تو کیا میں دوکان پر بیٹھا موج کرتا ہوں؟"

لیلا کچھ نہ بولی، شوہر کی یہ بے اعتنائی اس کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی ادھر کئی سال سے اسے اس کا دل دوز تجربہ ہو رہا تھا کہ اس گھر میں اس کی قدر نہیں ہے۔ اگر اس کی جوانی ڈھل چکی تھی تو اس میں اس کا کیا قصور تھا؟ کس کی جوانی ہمیشہ قایم رہتی ہے۔ لازم تو یہ تھا کہ پچیس سال کی رفاقت اب ایک گہری روحانی مناسبت میں تبدیل ہو جاتی جو ظاہر سے بے نیاز رہتی ہے، جو عیب کو بھی حسن دیکھنے لگتی ہے، جو پکے پھل کی طرح زیادہ شیریں، زیادہ خوشنما ہو جاتی ہے۔ لیکن لالہ جی کا تاجر دل ہر ایک چیز کو تجارت کے ترازو پر تولتا تھا۔ بوڑھی گائے جب نہ دودھ دے سکتی ہے نہ بچے تو اس کے لئے گئوشالہ سے بہتر جگہ کوئی نہیں، ان کے خیال میں لیلا کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا کہ وہ گھر کی مالکن بنی رہے، آرام سے کھائے پہنے اور پڑی رہے۔ اسے اختیار ہے جا ہے جتنے زیور بنوائے۔ چاہے جتنی خیرات اور پوجا کرے، روزے رکھے صرف ان سے دور رہے۔ فطرت انسانی کی اس بعید از فہم پیچیدگی کا ایک کرشمہ یہ تھا کہ لالہ جی جس دلجوئی اور حظ سے لیلا کو محروم رکھنا چاہتے تھے جس کی اس کیلئے کوئی ضرورت ہی نہ سمجھتے تھے۔ خود اسی کے لئے انتہا درجہ گرمی سے متلاشی رہتے تھے، لیلا چالیس سال کی ہو کر بوڑھی سمجھ لی گئی تھی مگر وہ پینتالیس سال کے ہو کر ابھی جوان تھے، جوانی کے ولولوں اور مسرتوں سے بیقرار، لیلا سے اب انہیں ایک طرح کی کراہیت ہوتی تھی، اور وہ غریب جب اپنی خامیوں کے حسرتناک احساس سے فطری بیرحمیوں کے ازالے کے لئے رنگ و روغن کی آڑ لیتی تو وہ اس کی بوالہوسی سے اور بھی متنفر ہو جاتے،

چیلوش! سات لڑکوں کی تو ماں ہو گئیں، بال کھچڑی ہو گئے۔ چہرہ ڈھلے ہوئے قالین کی طرح پُرشکن ہو گیا مگر آپ کو ابھی ہار اور سیندور، مہندی اور ابٹن کی ہوس باقی ہے، عورتوں کی بھی کیا فطرت ہے! نہ جانے کیوں آرائش پر اس قدر جان دیتی ہیں، یہ جواب انہیں اور کیا چاہئے؟ کیوں نہیں دل کو سمجھا لیتیں کہ جوانی رخصت ہو گئی اور ان تدبیروں سے اسے [illegible] نہیں بلایا جا سکتا، لیکن وہ خود جوانی کا خواب دیکھتے رہتے تھے۔ ان کی طبیعت جوانی سے سیر نہ ہوئی تھی، جاڑوں میں کشتوں اور معجونوں کا استعمال [illegible] رہتے تھے، ہفتہ میں دو بار خضاب لگاتے، اور کسی ڈاکٹر سے منکی گلینڈ کے متعلق خط و کتابت کر رہے تھے،

لیلا نے انہیں شش و پنج کی حالت میں کھڑے دیکھ کر مایوسانہ انداز سے کہا۔ "کچھ بتا سکتے ہو کے بجے آؤ گے؟"

لالہ جی نے ملائم لہجہ میں کہا ——— "تمہاری طبیعت آج کیسی ہے؟"

لیلا کیا جواب دے؟ اگر کہتی ہے بہت خراب ہے تو شاید یہ حضرت یہیں بیٹھ جائیں اور اسے جلی کٹی سنا کر اپنے دل کا بخار نکالیں، اگر کہتی ہے اچھی ہوں تو شاید بے فکر ہو کر دو بجے رات کی خبر لائیں، ——— ڈرتے ڈرتے بولی۔ "ابتک تو اچھی تھی لیکن اب کچھ کچھ بھاری ہو رہی ہے، لیکن تم جاؤ۔ دوکان پر لوگ تمہارے منتظر ہونگے۔ مگر ایشور کے لئے ایک دو نہ بجا دینا، لڑکے سو جاتے ہیں، مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگتا طبیعت گھبراتی ہے"

سیٹھ جی نے لہجہ میں محبت کی چاشنی دیکر کہا۔ "بارہ بجے تک آجاؤنگا ضرور!"

لیلا کا منہ اتر گیا۔ "دس بجے تک نہیں آسکتے؟"

ساڑھے گیارہ سے پہلے کسی طرح نہیں!

ساڑھے دس بھی نہیں؟

اچھا گیارہ بجے!

گیارہ پر مصالحت ہو گئی، لالہ جی وعدہ کر کے چلے گئے، لیکن شام کو ایک دوست نے مجرا سننے کی دعوت دی، اب بیچارے اس دعوت کو کیسے رد کر دیتے۔ جب ایک آدمی آپ کو خاطر سے بلاتا ہے تو یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ آپ اس کی دعوت نامنظور کر دیں، وہ آپ سے کچھ مانگتا نہیں ہے کسی طرح کی رعایت کا خواستگار نہیں، محض دوستانہ بے تکلفی سے آپ کو اپنی بزم میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، آپ پر اُس کی دعوت قبول کرنا فرض ہو جاتا ہے، گھر کے جنجال سے کسے فرصت ہوتی ہے، ایک نہ ایک کام تو روز لگا ہی رہتا ہے، کبھی کوئی بیمار ہے، کبھی مہمان آئے ہیں، کبھی پوجا ہے، کبھی کچھ، کبھی کچھ، اگر آدمی یہ سوچے کہ گھر سے بے فکر ہو کر جائینگے تو اُسے سارے دوستانہ مراسم منقطع کر لینے پڑینگے، اسے شاید ہی گھر سے کبھی فراغت نصیب ہو، لالہ جی مجرا سننے چلے گئے تو دو بجے لوٹے، آتے ہی اپنے کمرہ کی گھڑی کی سوئیاں پیچھے کر دیں، لیکن ایک گھنٹہ سے زیادہ کی گنجائش کسی طرح نہ نکال سکے، دو کو ایک تو کہہ سکتے ہیں، گھڑی کی تیزی کے سر الزام رکھا جا سکتا ہے، لیکن دو کو بارہ نہیں کہہ سکتے۔ چپکے سے آکر نوکر کو جگایا، کھانا کھا کر آئے تھے، اپنے کمرہ میں جا کر لیٹ رہے۔ لیلا ان کی راہ دیکھتی، ہر لمحہ درد اور بے چینی کی بڑھتی ہوئی شدت کا احساس کرتی نہ جانے کب سو گئی تھی۔ اُسے جگانا سوئے ہوئے فتنے کو جگانا تھا۔

غریب لیلا اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکی، لالہ جی کو اُس کی وفات کا بے حد روحانی صدمہ ہوا، دوستوں نے تعزیت کے تار بھیجے، کئی دن اہل پرسا کا تانتا بندھا رہا، ایک روزانہ اخبار نے مرنے والی کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے۔ اُس کی دماغی اور اخلاقی خوبیوں کی مبالغہ آمیز تصویر کھینچی۔ لالہ جی نے ان سب ہمدردوں کا دلی شکریہ ادا کیا اور ان کے خلوص و وفاداری کا اظہار جنت نصیب لیلا کے نام سے لڑکیوں کے لئے پانچ وظیفے قائم کرنے کی صورت میں نمودار ہوا، وہ نہیں مریں صاحب! میں مر گیا، زندگی کی شمع ہدایت گل ہو گئی، بس اب تو جینا اور رونا ہے۔ میں تو ایک حقیر انسان تھا، نہ جانے کس کار خیر کے صلہ میں مجھے یہ نعمت بارگاہ ایزدی سے عطا ہوئی تھی، میں تو اُن کی پرستش کرنے کے قابل بھی نہ تھا۔ وغیرہ

چھ مہینہ کی جرأت اور نفس کشی کے بعد لالہ ڈنگامل نے دوستوں کے اصرار سے دوسری شادی کر لی، آخر غریب کیا کرتے، زندگی میں ایک

رفیق کی ضرورت تو تھی ہی، اور اس عمر میں تو رفیق کی ضرورت اور زیادہ ہو گئی تھی، لکڑی کی ضرورت تو جبھی ہوتی ہے، جب پاؤں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہتی،

۲

جب سے نئی بیوی آئی ہے لالہ جی کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب ہو گیا ہے۔ دکان سے اب انہیں اس قدر انہماک نہیں ہے، ہفتوں نہانے سے بھی ان کے کاروبار میں کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا۔ زندگی سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت جو ان میں روز بروز مضمحل ہوتی جاتی تھی، اب یہ ترشح پاکر پھر سرسبز ہو گئی ہے، اس میں نئی نئی کونپلیں پھوٹنے لگی ہیں، موٹر نیا آگیا ہے، کمرے نئے فرنیچر سے آراستہ کر دیئے گئے ہیں، نوکروں کی تعداد میں معقول اضافہ ہو گیا ہے، ریڈیو بھی لگا دیا گیا ہے، لالہ جی کی بوڑھی جوانی جوانوں کی جوانی سے بھی زیادہ پرجوش اور ولولہ انگیز ہو رہی ہے، اسی طرح جیسے بجلی کی روشنی چاند کی روشنی سے زیادہ شفاف اور نظر فریب ہوتی ہے۔ لالہ جی کو ان کے احباب ان کی اس جوان طبعی پر مبارکباد دیتے ہیں تو وہ تفاخر کے انداز سے کہتے ہیں، بھئی ہم تو ہمیشہ جوان رہے اور ہمیشہ جوان رہینگے۔ بڑھاپا میرے پاس آئے تو اس کے منہ پر سیاہی لگا کر گدھے پر الٹا سوار کر کے شہر بدر کر دوں، جوانی اور بڑھاپے کو لوگ نہ جانے عمر سے کیوں منسوب کرتے ہیں، جوانی کا عمر سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا مذہب کا اخلاق سے روپیہ کا ایمانداری سے، حسن کا آرائش سے، آج کل کے جوانوں کو آپ جوان کہتے ہیں، ارے صاحب! میں ان کی ایک ہزار جوانیوں کو اپنی جوانی کے ایک گھنٹہ سے نہ تبدیل کروں، معلوم ہوتا ہے زندگی میں کوئی دلچسپی ہی نہیں، کوئی شوق ہی نہیں، زندگی کیا ہے گلے میں پڑا ہوا ڈھول ہے، یہی الفاظ، وہ کچھ ضروری ترمیم کے بعد آشا بیوی کے لوح دل پر بھی مرتسم کرتے رہتے ہیں، اس سے ہمیشہ سینما، تھیٹر، سیر دیکھنے کے لئے اصرار کرتے رہتے ہیں، لیکن آشا نہ جانے کیوں ان دلچسپیوں سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتی، وہ جاتی تو ہے مگر بہت اصرار کے بعد،

ایک دن لالہ جی نے آکر کہا ——— "چلو آج بجرے پر دریا کی سیر کر آئیں۔"

بارش کے ایام تھے، دریا چڑھا ہوا تھا، ابر کی قطاریں انٹرنیشنل فوجوں کی سی رنگ برنگ وردیاں پہنے آسمان پر قواعد کر رہی تھیں، سر پر لوگ ملار اور تماشے گاتے چلے جا رہے تھے، باغوں میں جھولے پڑ گئے تھے۔

آشا نے بیدلی سے کہا —— "میرا جی تو نہیں چاہتا!"

لالہ جی نے تادیب آمیز اصرار سے کہا ——— "تمہاری کیسی طبیعت ہے جو سیر و تفریح کی جانب مائل نہیں ہوتی۔"

"آپ جائیں مجھے اور کئی کام کرنے ہیں!"

"کام کرنے کو ایشور نے آدمی دیئے ہیں، تمہیں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مہراج اچھا سالن نہیں پکاتا، آپ کھانے بیٹھینگے تو یونہی اٹھ جائینگے۔"

لیلا اپنی فرصت کا بیشتر حصہ لالہ جی کے لئے انواع و اقسام کے کھانے پکانے میں صرف کرتی تھی، کسی سے سن رکھا تھا کہ ایک خاص عمر کے بعد مردوں کی زندگی کی خاص دلچسپی لذت زبان رہ جاتی ہے۔ لالہ جی کی روح کھل اٹھی، آشا کو ان سے کس قدر محبت ہے کہ وہ سیر کو ان کی خدمت پر قربان کر رہی ہے، ایک لیلا تھی کہ کہیں جاؤں تو پیچھے چلنے کو تیار، بیچارا چھوڑنا پڑتا تھا، بہانے کرنے پڑتے تھے، خوامخواہ سر پر سوار ہو جاتی تھی اور سارا مزہ کرکرا کر دیتی تھی۔

بولے "تمہاری بھی عجیب طبیعت ہے، اگر ایک دن سالن بے مزہ ہی رہا تو ایسا کیا طوفان آ جائیگا، تم اس طرح میرے رئیسانہ چونچلوں کا لحاظ کرتی رہوگی تو مجھے بالکل آرام طلب بنا دوگی، اگر تم نہ چلوگی تو میں بھی نہ جاؤنگا۔"

آشا نے جیسے گلے سے پھندا چھڑانے کے لئے کہا ——— "آپ بھی تو مجھے ادھر ادھر گھما کر میرا مزاج بگاڑے دیتے ہیں۔ یہ عادت پڑ جائیگی

تو گھر کے دھندے کون کریگا؟"

لالہ جی نے فیاضانہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں گھر کے دھندوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ بال کی نوک برابر بھی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا مزاج بگڑے اور تم اس گھر کی چکی سے دور رہو۔ اور تم مجھے بار بار "آپ" کیوں کہتی ہو؟ میں چاہتا ہوں تم مجھے "تم" کہو، "تو" کہو، گالیاں دو۔ صلواتیں سناؤ، دھول جماؤ، اور تم مجھے آپ کہکر جیسے دیوتا کے سنگھاسن پر بٹھا دیتی ہو۔ میں اپنے گھر میں دیوتا نہیں شریر چھوکرا بن کر رہنا چاہتا ہوں"

آشا نے مسکرانے کی کوشش کرکے کہا ـــــ "اے توبہ! بھلا میں آپ کو "تم" کہونگی، تم باہر والوں کو کہا جاتا ہے یا بڑوں کو؟"

منیم جی نے ایک لاکھ کے گھاٹے کی یہ قال خبر سنائی ہوتی تب بھی لالہ جی کو شاید اتنا صدمہ نہ ہوتا جتنا آشا کے ان سادہ الفاظ سے ہوا، ان کا سارا جوش، سارا ولولہ، ٹھنڈا پڑ گیا، جیسے برف کی طرح منجمد ہو گیا، سر پر بانکی رکھی ہوئی رنگین پھولدار ٹوپی، گلے میں پڑی ہوئی گہرے رنگ کی ریشمی چادر، وہ تنزیب کا بیل دار کرتہ جس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے، یہ سارا ٹھاٹ جیسے انہیں مضحکہ خیز معلوم ہونے لگا، جیسے سارا نشہ کسی منتر سے اتر گیا ہو۔

دل شکستہ ہو کر بولے۔ "تو تمہیں چلنا ہے یا نہیں؟"

"میرا جی نہیں چاہتا!"

"تو میں بھی نہ جاؤں؟"

"میں آپ کو کب منع کرتی ہوں!"

"پھر آپ کہا!"

آشا نے جیسے اندر سے زور لگا کر کہا "تم" اور اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

"ہاں اسی طرح تم کہا کرو۔ تو تم نہیں چل رہی ہو۔ اگر میں کہوں کہ تمہیں چلنا پڑے گا؟ تب؟"

"تب چلونگی۔ آپ کے حکم کی پابندی میرا فرض ہے!"

لالہ جی حکم نہ دے سکے، فرض اور حکم جیسے الفاظ سے ان کے کانوں میں خراش سا ہونے لگا۔ کھسیانے ہوئے باہر چلے۔ اس وقت آشا کو ان پر رحم آگیا۔ بولی تو کب تک لوٹو گے؟"

"میں نہیں جا رہا ہوں!"

"اچھا تو میں بھی چلتی ہوں!"

جس طرح کوئی ضدی لڑکا رونے کے بعد اپنی مطلوبہ چیز پا کر اسے پیروں سے ٹھکرا دیتا ہے۔ اسی طرح لالہ جی نے رونا منہ بنا کر کہا۔ "تمہارا جی نہیں چاہتا تو نہ چلو، میں مجبور نہیں کرتا۔"

"آپ . . . . . نہیں تم برا مان جاؤ گے!"

آشا سیر کرنے گئی، لیکن امنگ سے نہیں، جو معمولی ساڑھی پہنے ہوئے تھی، وہی پہنے چل کھڑی ہوئی، نہ کوئی نفیس ساڑھی نہ کوئی مرصع زیور، نہ کوئی سنگار، جیسے بیوہ ہو۔

ایسی ہی باتوں سے لالہ جی دل میں جھنجھلا اٹھتے تھے، شادی کی تھی زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے، جھلملاتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال کر اسے اور روشن کرنے کے لئے، اگر چراغ کی روشنی تیز نہ ہوئی تو تیل ڈالنے سے کیا فائدہ؟ نہ جانے اس کی طبیعت کیوں اس قدر خشک اور افسردہ ہے، جیسے کوئی اوسر کا درخت ہو، کتنا ہی پانی ڈالو اس میں ہری پتیوں کے درشن نہ ہونگے۔ جڑاؤ زیوروں کے بھرے صندوق رکھے ہیں، کہاں کہاں سے منگوائے، دہلی سے، کلکتہ سے، فرانس سے، کیسی کیسی بیش قیمت ساڑیاں رکھی ہوئی ہیں، ایک نہیں سینکڑوں، مگر صندوق میں کیڑوں

کی خوراک بننے کے لئے، غریب خاندان کی لڑکیوں میں یہی عیب ہوتا ہے، ان کی نگاہ ہمیشہ تنگ رہتی ہے۔ نہ کھا سکیں، نہ پہن سکیں، نہ دے سکیں، انہیں تو خزانہ بھی مل جائے تو یہی سوچتی رہینگی کہ اسے خرچ کیونکر کریں۔

دریا کی سیر تو ہوئی مگر کچھ لطف نہ آیا۔

۳

کئی ماہ تک آشا کی طبیعت کو ابھارنے کی ناکام کوشش کر کے لالہ جی نے سمجھ لیا اس کی محرومی پیدائشی ہے لیکن پھر بھی مشق برابر جاری رکھی، اس بیوپار میں ایک خطیر رقم صرف کرنے کے بعد وہ اس سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کے تاجرانہ تقاضے کو کیسے نظرانداز کرتے، دلچسپی کی نئی نئی صورتیں پیدا کی جاتیں، گراموفون اگر بگڑ گیا ہے، گاتا نہیں یا آواز صاف نہیں نکلتا تو اس کی مرمت کرانی پڑیگی اسے اٹھا کر رکھ دینا یہ تو حماقت ہے۔

ادھر بوڑھا مہراج بیمار ہو کر گھر چلا گیا تھا اور اس کی جگہ اس کا سولہ سترہ سال کا لڑکا آ گیا تھا، کچھ عجیب مسخرہ سا، بالکل اجڈ اور دیہاتی کوئی بات ہی نہ سمجھتا، اس کے پھلکے اقلیدس کی شکلوں سے بھی زیادہ مختلف الاشکال ہوجاتے، بیچ میں موٹے، کنارے پتلے، دال کبھی تو اتنی پتلی جیسے چائے، اور کبھی اتنی گاڑھی جیسے دہی۔ کبھی نمک اتنا کم کہ بالکل پھیکا، کبھی اتنا تیز کہ نیبو کا نمکین، آشا سویرے ہی سے رسوئی میں پہونچ جاتی اور اس بدسلیقہ مہراج کو کھانا پکانا سکھاتی۔ "تم کتنے نالائق آدمی ہو جگل؟ آخر اتنی عمر تک تم کیا گھاس کھودتے رہے یا بھاڑ جھونکتے رہے کہ پھلکے تک نہیں بنا سکتے!"

جگل آنکھوں میں آنسو بھر کر کہتا۔ "بہو جی! ابھی میری عمر ہی کیا ہے، سترھواں ہی سال تو ہے"

آشا ہنس پڑی۔ "تو روٹیاں پکانا کیا دس بیس سال میں آتا ہے؟"

"آپ ایک مہینہ سکھا دیں بہو جی، پھر دیکھنا میں آپ کو کیسے پھلکے کھلاتا ہوں کہ جی خوش ہو جائے۔ جس دن مجھے پھلکے بنانے آ جائینگے میں آپ سے کوئی انعام لونگا۔ سالن تو اب میں کچھ کچھ پکانے لگا ہوں نہ؟"

آشا کو مطلق تبسم سے بولی۔ "سالن نہیں وہ بنانے آتا ہے۔ ابھی کل ہی نمک اتنا تیز تھا کہ کھایا نہ گیا"

"میں جب سالن بنا رہا تھا تو آپ یہاں کب تھیں؟"

"اچھا! تو جب میں یہاں بیٹھی رہوں تب تمہارا سالن لذیذ پکیگا؟"

"آپ بیٹھی رہتی ہیں تو میری عقل ٹھکانے رہتی ہے"

"اور میں نہیں رہتی تب؟"

"تب تو آپ کے کمرے کے دروازے پر جا بیٹھتی ہے!"

"تمہارے دادا آ جائینگے تب تو تم چلے جاؤ گے؟"

"نہیں بہو جی، کسی اور کام میں لگا دیجئے گا، مجھے موٹر چلانا سکھوا دیجئے گا۔ نہیں نہیں۔ آپ ہٹ جائیے۔ میں پتیلی اتار لونگا۔ ایسی اچھی ساڑی ہے آپ کی، کہیں داغ لگ جائے تو کیا ہو۔"

"دور رہو، پھوہڑ تو تم ہو ہی، کہیں پتیلی پیر پر گر پڑے تو مہینوں جھیلو گے!"

جگل افسردہ خاطر ہو گیا۔ نحیف چہرہ اور بھی خشک ہو گیا۔

آشا نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیوں منہ کیوں لٹک گیا سرکار کا؟"

"آپ مجھے ڈانٹ دیتی ہیں بہو جی تو میرا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ سیٹھ جی کتنا ہی گھڑکیں مجھے ذرا بھی صدمہ نہیں ہوتا۔ آپ کی نظر کڑی دیکھکر جیسے میرا خون سرد ہو جاتا ہے"

آشا نے تشفی دی: "میں نے تمہیں ڈانٹا نہیں، صرف اتنا ہی کہا کہ کہیں تیلی تمہارے پاؤں پر گر پڑے تو کیا ہو؟"

"ہاتھ ہی تو آپ کا بھی ہے۔ کہیں آپ کے ہاتھ سے ہی چھوٹ پڑے تب؟"

سیٹھ جی نے رسوئی کے دروازے پر آ کر کہا: "آشا ذرا یہاں آنا۔ دیکھو تمہارے لئے کتنے خوشنما گملے لایا ہوں۔ تمہارے کمرے کے سامنے رکھے جائیں گے، تم وہاں دھوئیں دھکڑ میں کیا پریشان ہوتی ہو، نوکرے سے کہدو کہ مہراج کو بلائے ورنہ میں کوئی دوسرا انتظام کرونگا۔ مہراجوں کی کمی نہیں ہے۔ آخر کب تک کوئی رعایت کرے، ڈھنڈھو کا پارا ہو گیا۔ گدھے کو ذرا بھی تمیز نہ آئی۔ سنتا ہے جگل آج کہدے اپنے باپ کو۔" چولھے پر توا رکھا ہوا تھا۔ آشا روٹیاں بیل رہی تھی۔ جگل توے کے لئے روٹیوں کا انتظار کر رہا تھا۔ ایسی حالت میں بھلا وہ کیسے گملے دیکھنے جاتی؟ "جگل روٹیاں ٹیڑھی میڑھی بیلے گا۔"

لالہ جی نے کچھ چڑھ کر کہا: "اگر روٹیاں ٹیڑھی میڑھی بیلے گا تو نکال دیا جائے گا۔"

آشا ان سنی کر کے بولی: "دس پانچ دن میں سیکھ جائیگا، نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم چل کر بتا دو گملے کہاں رکھے جائیں؟"

"کہتی ہوں روٹیاں بیل کر آئی جاتی ہوں۔"

"نہیں میں کہتا ہوں تم روٹیاں مت بیلو۔"

"تم تو خوامخواہ ضد کرتے ہو۔"

لالہ جی سناٹے میں آگئے۔ آشا نے کبھی اتنی بے التفاتی سے انہیں جواب نہ دیا تھا۔ اور یہ محض بے التفاتی نہ تھی۔ اس میں ترشی بھی تھی۔ خفیف ہو کر چلے گئے۔ انہیں ایسا غصہ آ رہا تھا کہ ان گملوں کو توڑ کر پھینکدیں۔ اور سب ایندھن کو چولھے میں ڈالدیں۔

جگل نے سہمے ہوئے لہجہ میں کہا: "آپ چلی جائیں بہو جی، سرکار ناراض ہونگے۔"

"بکو مت، جلد جلد روٹیاں سینکو نہیں نکال دیئے جاؤ گے۔ اور آج مجھ سے روپے لیکر اپنے لئے کپڑے بنوا لو۔ بھک منگوں کی سی صورت بنائے گھومتے ہو۔ اور بال کیوں اتنے بڑھا رکھے ہیں، تمہیں نائی بھی نہیں جڑتا۔"

"کپڑے بنوا لوں تو دادا کو کیا حساب دونگا؟"

"ارے بیوقوف میں حساب میں نہیں دینے کہتی۔ مجھ سے لے جانا۔"

"آپ بنوائیگی تو اچھے کپڑے لونگا۔ نینن کھدر کا کرتا۔ کھدر کی دھوتی، ریشمی چادر، اچھا سا چپل۔"

آشا نے مٹھاس بھرے ہوئے تبسم سے کہا: "اور اگر اپنے دام سے بنوانا پڑے تو؟"

"تب کپڑے بنواؤں گا ہی نہیں۔"

"بڑے چالاک ہو تم۔"

"آدمی اپنے گھر پر روکھی روٹی کھا کر سو رہتا ہے لیکن دعوت میں تو اچھے اچھے پکوان ہی کھاتا ہے۔"

"یہ سب میں نہیں جانتی، ایک گاڑھے کا کرتہ بنوا لو اور ایک ٹوپی۔ حجامت کے لئے دو آنے پیسے لے لو۔"

"رہنے دیجئے میں نہیں لیتا۔ اچھے کپڑے پہن کر نکلونگا تو آپ کی یاد آئیگی، سڑیل کپڑے ہوئے تو جی جلیگا۔"

"تم بڑے خود غرض ہو، مفت کے کپڑے لوگے اور اعلیٰ درجہ کے!"

"جب یہاں سے جانے لگونگا تو آپ مجھے اپنی ایک تصویر دیجئے گا۔"

"میری تصویر لے کر کیا کرو گے؟"

"اپنی کوٹھری میں لگا دونگا اور دیکھا کرونگا - بس وہی ساڑی پہن کر کھیو انا جو کل پہنی تھی ، اور وہی موتیوں والی مالا بھی ہو - مجھے ننگی مورت اچھی نہیں لگتی - آپ کے پاس تو بہت گہنے ہونگے ، آپ پہنتی کیوں نہیں ؟"

"تو تمہیں گہنے اچھے لگتے ہیں ؟"

"بہت !"

لالہ جی نے بہ ایک خفت آمیز لہجہ میں کہا - "ابھی تک تمہاری روٹیاں نہیں پکیں ؟ بھگل ! اگر کل سے تم نے یہ آپ ابھی روٹیاں نہ بنائیں تو میں تمہیں نکال دونگا ۔"

آشا نے فوراً ہاتھ دھوئے اور بڑی مسرت آمیز تیزی سے لالہ جی کے ساتھ جا کر گملوں کو دیکھنے لگی - آج اس کے چہرے پر غیر معمولی شگفتگی نظر آرہی تھی - اس کے انداز گفتگو میں بھی دلآویز شیرینی تھی ، لالہ جی کی ساری خفت غایب ہو گئی ، آج اس کی باتیں زبان سے نہیں دل سے نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں - بولی - "میں ان میں سے کوئی گملا نہ جانے دونگی - سب میرے کمرے کے سامنے رکھوانا - سب ، کتنے سندر پودے ہیں ، واہ ان کے ہندی نام بھی مجھے بتلا دینا ۔"

لالہ جی نے چھیڑا ! "سب لیکر کیا کروگی ، دس پانچ پسند کر لو - باقی میں باہر باغیچہ میں رکھوا دونگا ۔"

"جی نہیں ، میں ایک بھی نہیں چھوڑونگی ، سب یہیں رکھے جائینگے ۔"

"بڑی حریص ہو تم ۔"

"حریص سہی ، میں آپ کو ایک بھی نہ دونگی"

"دس پانچ تو دیدو - اتنی محنت سے لایا ہوں ۔"

"جی نہیں ان میں سے ایک بھی نہ ملیگا ۔"

۴

دوسرے دن آشا نے اپنے کو زیوروں سے خوب آراستہ کیا اور فیروزی ساڑی پہنکر نکلی تو لالہ جی کی آنکھوں میں نور آگیا - اب ان کی عاشقانہ تجویزوں کا کچھ اثر ہو رہا ہے ضرور ، ورنہ ان کے بار بار تقاضہ کرنے پر ، منت کرنے پر بھی اس نے کوئی زیور نہ پہنا تھا - کبھی کبھی موتیوں کا ہار گلے میں ڈال لیتی تھی وہ بھی بیدلی سے - آج ان زیوروں سے مرصع ہو کر وہ پھولی نہیں سماتی - اترائی جاتی ہے - گویا کہتی ہے دیکھو میں کتنی حسین ہوں - پہلے جو کلی تھی وہ آج کھل گئی ہے ۔

لالہ صاحب پر گھڑوں کا نشہ چڑھا ہوا ہے - وہ چاہتے ہیں ان کے احباب و اعزہ آکر اس سونے کی رانی کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کریں دیکھیں کہ ان کی زندگی کتنی پر لطف ہے - وہ جو انواع و اقسام کے شکوک دشمنوں کے دلوں میں پیدا ہوئے تھے ، وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اعتماد رواداری اور فرماں برداری نے کتنا خلوص پیدا کر دیا ہے ۔

انھوں نے تجویز کی "چلو کہیں سیر کر آئیں ، بڑی مزے دار ہوا چل رہی ہے ۔"

آشا اس وقت کیسے جا سکتی ہے - ابھی اسے رسوئی میں جانا ہے وہاں سے کہیں بارہ ایک بجے تک فرصت ملیگی ، پھر گھر کے کام دھندے سر پر سوار ہو جائینگے - اسے کہاں فرصت ہے ، پھر کل سے اس کے کلیجے میں کچھ درد بھی ہو رہا ہے ، رہ رہ کر درد اٹھ آتا ہے ، ایسا درد کبھی نہ ہوتا تھا - بات نہ جانے کیوں درد ہونے لگا ۔

سیٹھ جی ایک بات سوچ کر دل ہی دل میں پھول اٹھے ۔ وہ گولیاں رنگ لا رہی ہیں راج وید نے آخر کہا بھی تھا ذرا سوچ سمجھ کر ان کا استعمال کیجیے گا - کیوں نہ ہو ، خاندانی وید ہے - اس کا باپ مہاراجہ بنارس کا معالج تھا ، پرانے مجرب نسخے ہیں اس کے پاس ۔

چہرہ پر سراسیمگی کا رنگ بھر کر پوچھا۔ "تو رات ہی سے یہ درد ہو رہا ہے۔ تم نے مجھ سے کہا نہیں ورنہ وید جی سے کوئی دوا منگوا لیتا۔"

"میں نے سمجھا تھا آپ ہی آپ اچھا ہو جائیگا۔ مگر اب بڑھ رہا ہے۔"

"کہاں درد ہو رہا ہے؟ ذرا دیکھوں تو، کچھ آماس تو نہیں ہے؟"

سیٹھ جی نے آشا کے آنچل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آشا نے شرما کر سر جھکا لیا اور بولی، یہی تمہاری شرارت مجھے اچھی نہیں لگتی، جا کر کوئی دوا لا دو۔"

سیٹھ جی اپنی جوانمردی کا یہ ڈپلوما پا کر اس سے کہیں زیادہ محظوظ ہوئے جتنا شاید رائے بہادری کا خطاب پا کر ہوتے۔ اپنے اس کارنمایاں کی داد لئے بغیر انہیں کیسے چین ہو سکتا تھا۔ جو لوگ ان کی شادی کے متعلق شبہ آمیز سرگوشیاں کرتے تھے۔ انہیں زک دینے کا کتنا نادر موقع ہاتھ آیا ہے۔ پہلے پنڈت بھولا ناتھ کے گھر پہونچے اور بادل دردمند بولے، "میں تو بھئی سخت مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ کل سے اُن کے سینے میں درد ہو رہا ہے کچھ عقل کام نہیں کرتی۔ کہتی ہیں ایسا درد پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔"

بھولا ناتھ نے کچھ زیادہ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔ بولے ہوا لگ گئی ہوگی اور کیا؟"

سیٹھ جی نے اُن سے اختلاف کیا۔ "نہیں پنڈت جی، ہوا کا فساد نہیں ہے۔ کوئی اندرونی شکایت ہے۔ ابھی کم سن ہیں نہ؟ راج وید سے کوئی دوا لئے لیتا ہوں۔"

"میں تو سمجھتا ہوں آپ ہی آپ اچھا ہو جائیگا۔"

"آپ بات نہیں سمجھے یہی آپ میں نقص ہے۔"

"آپ کا جو خیال ہے وہ بالکل غلط ہے مگر خیر دوا لا کر دیجئے اور اپنے لئے بھی کوئی دوا لیتے آئیگا!"

سیٹھ یہاں سے اٹھ کر اپنے دوسرے دوست لالہ بھاگ مل کے پاس پہونچے اور ان سے بھی قریب قریب انہیں الفاظ میں یہ پرملال خبر کہی۔ بھاگ مل بڑا شہدا تھا، مسکرا کر بولا۔ مجھے تو آپ کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔

سیٹھ جی کی باچھیں کھل گئیں۔ "میں اتنا دکھ منا رہا ہوں اور تمہیں مذاق سوجھتا ہے، ذرا بھی انسانیت تم میں نہیں ہے۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں بھلا اس میں مذاق کی کیا بات ہے، وہ ہیں کم سن، نازک اندام، آپ ٹھہرے آزمودہ کار مرد میدان، بس اگر یہ بات نہ نکلے تو مونچھیں منڈوا لوں۔"

سیٹھ جی نے متین صورت بنائی۔ "میں تو بھئی بڑی احتیاط کرتا ہوں، تمہارے سر کی قسم!"

"جی رہنے دیجئے، میرے سر کی قسم نہ کھائیے۔ میرے بھی بال بچے ہیں، گھر کا اکیلا آدمی ہوں، کسی دافع دوا کا استعمال کیجئے۔"

"انہیں راج وید سے کوئی دوا لئے لیتا ہوں۔"

"اس کی دوا وید جی کے پاس نہیں آپ کے پاس ہے۔"

سیٹھ جی کی آنکھوں میں نور آ گیا، شباب کا احساس پیدا ہوا اور اس کے ساتھ چہرہ پر بھی شباب کی جھلک آ گئی۔ سینہ جیسے کچھ فراخ ہو گیا، چلتے وقت ان کا پیر کچھ زیادہ مضبوطی سے زمین پر پڑنے لگا۔ اور سر کی ٹوپی بھی خدا جانے کیوں کچھ ترچھی ہو گئی۔ بشرہ سے ایک بانکپن کی شان برس رہی تھی۔ راج وید جی نے یہ مژدہ جانفزا سنا تو بولے۔ "میں نے کہا تھا ذرا سوچ سمجھ کر ان گولیوں کا استعمال کیجئے گا۔ آپ نے میری ہدایت پر توجہ نہ کی، ذرا مہینہ دو مہینہ ان کا استعمال کیجئے اور پرہیز کے ساتھ رہئے، پھر دیکھئے ان کا اعجاز۔ اب گولیاں بہت کم بنائی ہیں بوٹی بھی رہتی ہے لیکن ان کا بنانا اتنا مشکل اور دقت طلب ہے کہ ایک بار ختم ہو جانے پر مہینوں تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ ہزاروں جڑی بوٹیاں [illegible] نہایت ترتیب سے ملانی پڑتی ہیں۔ اور اس کا بنانا تو آپ جانتے ہیں۔ کشتہ ہے کے چھے جو ما [illegible] آپ احتیاطاً ایک شیشی لیتے جائیے۔"

۵

مجل نے آشا کو سر سے پاؤں تک جگمگاتی دیکھکر کہا "میں بھی آپ اسی طرح پہنے اوڑھے رہا کریں آج میں آپ کو چولھے کے پاس نہ آنے دونگا"
آشا نے شرارت آمیز نظروں سے دیکھکر کہا "کیوں آج یہ سختی کیوں؟ کبھی دن تو تم نے نہیں منع کیا"
"آج کی بات دوسری ہے۔"
"ذرا سنوں کیا بات ہے؟"
"میں ڈرتا ہوں کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔"
"نہیں، نہیں۔ کہو میں ناراض نہ ہونگی۔"
"آج آپ بہت سُندر لگ رہی ہیں۔"
لالہ ڈونگا مل نے سیکڑوں ہی بار آشا کے حسن و انداز کی تعریف کی تھی، مگر ان کی تعریف میں تصنع کی بو آتی تھی، وہ الفاظ ان کے منہ سے کچھ اس طرح نکلتے تھے جیسے کوئی ریچھ ناچ دکھا رہا ہو۔ مجل کے ان الفاظ میں ایک کیفیت تھی، ایک سرور تھا، ایک ہیجان تھا، ایک اضطراب تھا۔ آشا کے سارے جسم میں رعشہ آگیا۔ آنکھوں میں جیسے نشہ چھا جائے،
"تم مجھے نظر لگا دوگے، اس طرح کیوں گھورتے ہو؟"
"جب یہاں سے چلا جاؤنگا تب آپ کی بہت یاد آئیگی!"
"روٹی بنا کر تم کیا کیا کرتے ہو؟ دکھائی نہیں دیتے۔"
"سرکار رہتے ہیں اسی لئے نہیں آتا، پھر اب تو مجھے جواب مل رہا ہے، دیکھئے بھگوان کہاں لے جاتے ہیں۔"
آشا کا چہرہ سخت ہو گیا۔ "کون تمہیں جواب دیتا ہے؟"
"سرکار ہی تو کہتے ہیں، تجھے نکال دونگا۔"
"اپنا کام کئے جاؤ، کوئی نہیں نکالے گا۔ اب تو تم روٹیاں بھی اچھی بنانے لگے،"
"سرکار ہیں بڑے گستہ ور۔"
"دو چار دن میں انکا مزاج ٹھیک کئے دیتی ہوں۔"
"آپ کے ساتھ چلتے ہیں تو جیسے آپ کے باپ سے لگتے ہیں"
"تم بڑے بدمعاش ہو۔ خبردار زبان سنبھال کر باتیں کرو۔"
مگر غصّہ کا یہ پردہ اس کے دل کا راز نہ چھپا سکا وہ روشنی کی طرح اس کے اندر سے باہر نکلا پڑتا تھا مجل نے اسی بیباکی سے کہا "میری زبان کوئی پکڑ لے تو بھی کہتے ہیں میرا بیاہ کوئی پچاس سال کی بڑھیا سے کر دے تو میں تو گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤں یا تو زہر کھا لوں یا اسے زہر دیکر مار ڈالوں پھانسی ہی تو ہو گی!" آشا مصنوعی غصّے کو قائم نہ رکھ سکی مجل نے اس کے تاریک دل پر مضراب کی ایسی چوٹ ماری تھی کہ اسکے بہت ضبط کرنے پر بھی درد دل باہر نکل ہی آیا: "قسمت بھی تو کوئی چیز ہے۔"

"ایسی قسمت جائے جہنم میں۔"
"تمہاری شادی کسی بڑھیا سے کروں گی دیکھ لینا،"
"تو میں بھی زہر کھا لونگا دیکھ لیجئے گا۔"
"کیوں؟ بڑھیا تمہیں جوان سے زیادہ پیار کریگی زیادہ خدمت کریگی تمہیں سیدھے راستہ پر رکھیگی۔"
"یہ سب ماں کا کام ہے، بیوی جس کام کیلئے ہے اسی کے لئے ہے۔"

"آخر بیوی کس کام کے لئے ہے؟"
"آپ مالک ہیں نہیں تو بتلا دیتا بیوی کس کام کے لئے ہے۔"
موٹر کی آواز آئی نہ جانے کیسے آشا کے سر کا آنچل کھسک کر کندھے پر آگیا تھا اس نے جلدی سے آنچل سر پر کھینچ لیا اور یہ کہتی ہوئی اپنے کمرہ کی طرف چلی "لالہ کھانا کھا کر چلے جائینگے، تم ذرا آ جانا۔" (باقی)

از جناب مولانا محمد حسین صاحب ادیب، ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ڈی

میگزین کمپنی کے ایڈیٹر مسٹر ویلارڈ ڈی پرائس نے افسانہ نویسی کے متعلق مسٹر جیمس اوپن ہیم کے خیالات معلوم کرنے کے لئے ان سے ملاقات کی تھی، دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ مدیر مذکور نے اپنے موقر رسالہ میں شایع کیا تھا۔ اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

جب میں نے مسٹر اوپن ہیم کو اپنے آنے کی اطلاع دی تو متصل کے کمرہ میں ٹائپ رائٹر کی کھٹ پٹ کی آواز موقوف ہوگئی، چند لمحہ کے بعد صاحب ممدوح دروازے پر آئے اور بڑی خندہ جبینی کے ساتھ مجھ سے معانقہ گیر ہوئے۔

میں نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ جب کوئی افسانہ نویس رات کی خاموشی میں شمع کے سامنے تنہا بیٹھکر خوب غور و خوض کرتا ہوگا تو اچھے قصے وجود پذیر ہوتے ہونگے لیکن آپ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں تو صبح ہی سے ایک ہنگامہ برپا ہے؟

وہ مجھے اپنے افسانہ نویسی کے کارخانہ میں لے گئے اور کہا کہ ابتداءً میرا بھی یہی خیال تھا اور میں بہت دنوں تک اسی پرکار بند بھی رہا پہلے میں جوش اور ولولہ کی ساعتوں کا منتظر رہتا تھا جب یہ مبارک گھڑی آتی تو میں قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور رات کو بہت دیر تک جگکر قصہ ختم کرتا تھا۔ اس کے بعد دور و ز تک آرام لیتا تھا۔ لیکن اب میں بہترین کام صبح سویرے انجام دیتا ہوں۔ مگر ایک نشست میں ایکہزار الفاظ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ اپنے پرانے دستور کے مطابق میں جتنے قصے لکھتا تھا۔ اتنے اب نہیں لکھتا۔ تاہم موجودہ کام پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ اور مفید ہوتا ہے۔

اس کے بعد حسب ذیل سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

سوال:۔ اول اول آپ کے دل میں کسی قصہ کا خیال کیونکر پیدا ہوتا ہے؟

جواب:۔ شروع شروع مجھے قصہ کا خیال تین طریقوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اول کسی کردار کے ذریعے۔ جب میں کسی شخص میں کوئی امتیازی وصف پاتا ہوں تو اس کے گرد ایک قصہ تعمیر کر دیتا ہوں۔ دوم۔ کسی ڈرامائی واقعہ کے ذریعے، جب کوئی دلچسپ و حیرت انگیز بات رونما ہوتی ہے تو اس میں الجھاؤ اور پیچیدگی پیدا کر کے ایک پلاٹ تیار کر لیتا ہوں۔ سوم کسی موضوع یا مسئلے کے ذریعہ۔ اخباروں میں مختلف قسم کے معاشری، اقتصادی، اور سیاسی مسائل پر بحث ہوتی رہتی ہے ان میں سے کوئی دلچسپ مسئلہ مثلاً لڑکوں کی محنت و مزدوری کا مسئلہ لے کر اس پر قصہ کی عمارت کھڑی کر دیتا ہوں۔

سوال:۔ جب آپ کوئی کرداری قصہ لکھنے لگتے ہیں تو کیا اس میں حقیقی زندگی کے واقعات و سوانح قلمبند کرتے ہیں؟"

جواب:۔ ہرگز نہیں۔ حقیقی زندگی کے واقعات و معاملات سے کوئی دلچسپ افسانہ معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ البتہ وہ افسانہ کی محض بنیاد کا کام دے سکتے ہیں۔ حقیقی زندگی کی حرارت و بے لطفی سے تھوڑی دیر کے لئے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے تو لوگ افسانے پڑھتے ہیں۔ جب افسانہ میں دلچسپ و حیرت انگیز امور سے بحث نہ ہوگی تو اس کے مطالعہ سے مزا ہی کیا ملے گا؟

سوال:- کیا ایک غیر دلچسپ ذہنی و تخیلی مخلوق کے بہ نسبت ایسا کردار پیدا کرنا زیادہ اہم اور مشکل کام نہیں ہے جو زندہ انسان کی طرح ہنستا، بولتا، جیتا، بھاگتا، چلتا، پھرتا اور کام کرتا ہوا دکھائی دے؟

جواب:- ہاں یہ مشکل کام تو ضرور ہے اس لئے جب تک میں بطل قصہ (ہیرو) کو اچھی طرح جان نہیں لیتا اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھتا۔ اس سے مجھے بڑی مدد ملتی ہے۔ میں ہیرو کے متعلق پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ اس کے ماں باپ کون ہیں؟ وہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ اس کے لڑکپن کا زمانہ کیسی صحبت میں گذرا۔ اس نے کس حد تک اور کیسی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بھائی بہن ہیں یا نہیں، اس کے دوست احباب کیسے ہیں ممکن ہے کہ میں ان تمام جزئی باتوں کو قصہ میں جگہ نہ دوں۔ غالباً میں کسی افسانوی کردار کے متعلق یہ بیان نہ کروں گا کہ وہ ۱۸۸۶ء میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوا تھا، اس کے والدین عسرت کی زندگی بسر کرتے تھے، لیکن وہ بڑے جفاکش اور ایماندار تھے۔ اس نے ایک دیہاتی مدرسہ میں نوشت و خواند سیکھی تھی۔ اس کو زباندانی کا تو بڑا شوق تھا، لیکن ریاضی سے ایک گونہ نفرت تھی، بہرحال یہ باتیں قصہ میں بیان کیجائیں یا نہ کیجائیں، لیکن ان کا علم افسانہ نویس کے لئے ضروری ہے۔ ان جزئی امور سے کردار نگاری میں بڑی مدد ملتی ہے۔ جب تک مصنف کو تفصیلی معلومات حاصل نہ ہوں وہ کوئی بات وثوق کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا، نہ وہ کسی معاملہ میں قطعی رائے دے سکتا ہے۔ اس کے خیالات مذبذب رہیں گے۔

سوال:- اشخاص قصہ کے متعلق آپ کس قسم کی باتیں بیان کرتے ہیں؟

جواب:- کسی کردار کے متعلق جزئی امور کی تفصیل خطرے سے خالی نہیں ہوتی، میں صرف ایسی اہم اور ضروری باتیں بیان کرتا ہوں جن کا نقش تاثر گہرا اور پائدار ہو۔ جزئیات و تفصیلات کی فراوانی تصویر کو واضح کرنے کے بجائے اور دھندلا بنا دیتی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ بالزاک نے اپنے ایک ناول میں ایک چنچل عورت کے متعلق لکھا تھا کہ وہ نیبرنی کی مارکوئس کے ہاں داخل ہوئی۔ اس کے سانولے رنگ پر سُرخ لباس خوب کھلتا تھا۔ اتنا ہی پڑھنے سے اس کی واضح تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی، غالباً یہ تصویر بالزاک کی پیش کردہ تصویر سے بہتر تھی، بلکہ میری محسوس کردہ تھی، پورے قصہ کے مطالعہ کے دوران میں بس یہی تصویر میرے لئے کافی تھی۔ لیکن بالزاک کو اتنی ہی بات سے تشفی نہ ہوئی اس لئے اس نے ڈیڑھ صفحے جزئی باتوں کے بیان سے سیاہ کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ جو واضح تصویر میرے ذہن میں پہلے قائم ہوئی تھی وہ دھندلی ہوتے ہوتے ایکدم غایب ہو گئی، حقیقت الامر یہ ہے کہ کسی کردار کو پہلے پہل پیش کرنے اور اس سے قارئین کو روشناس کرانے کے لئے اس کے کسی ایک امتیازی وصف کا ذکر کافی ہے۔ دوسری تفصیلات اگر ضروری ہوں تو آگے چل کر موقعہ موقعہ سے بیان کیجا سکتی ہیں۔

سوال:- کردار کے متعلق ایک اور بات دریافت طلب ہے، کیا آپ اپنے افسانوں میں "تغیر پذیر نقطہ نظر" کا کبھی استعمال کرتے ہیں یا نہیں یعنی قصہ کے واقعات و معاملات پر آپ بعض وقت ایک کردار کے اور بعض وقت دوسرے کردار کے زاویہ نگاہ سے نظر ڈالتے ہیں یا نہیں؟

جواب:- اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ بعض اعلیٰ قدرت افسانہ نویسوں نے نہایت فن کارانہ انداز سے "تغیر پذیر نقطہ نظر" کا استعمال کیا ہے۔ لیکن میں بذات خود اس طریقہ کو پسند نہیں کرتا۔ میں تو ایسے طریقہ کو ترجیح دیتا ہوں۔ بالعموم میں کسی ایک کردار کو بحیثیت متکلم منتخب کر لیتا ہوں اور جو کچھ میں سوچتا اور محسوس کرتا ہوں سب اسی کی زبان سے ادا کراتا ہوں اور میں خود کوئی شے براہ راست بیان نہیں کرتا۔

سوال:- کیا آپ اتحاد و یکجہتی کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں؟

جواب:- ہاں۔ اس طریقہ پر کاربند ہونے سے تمام امور شخص واحد کی ذات میں مجتمع ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی کردار کے نقطہ نظر سے تمام واقعات و معاملات پر نگاہ ڈالنے سے قصہ میں وضاحت و حقیقت کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال:- ان اصول و ضوابط کے دلچسپ اور قیمتی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن ان کے پس پردہ "کشف و الہام" کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب:- غالباً ہوگی۔ لیکن جس شے کی تعبیر عام طور پر "کشف و الہام" سے کیجاتی ہے اسے میں "ذہنی کیفیت" کہتا ہوں، میرے افسانوں پر میری ذہنی کیفیتوں کا خاص اثر پڑتا ہے، ہر قصہ افسانہ نویس کی ذہنی کیفیت سے اپنا آب و رنگ حاصل کرتا ہے۔ میرے افسانہ "گم (Mae)

کی تصنیف کے وقت میری ذہنی کیفیت موسم خزاں میں جنگل کی بے لطف سیر کا نتیجہ تھی اس لئے قصہ کی فضا اور سماں کی آئینہ دار ہے۔

کیف و تاثر کے بعد ترنم کی باری آتی ہے۔ میں اس وقت بہترین کام انجام دیتا ہوں جب کہ میرے دماغ میں کوئی نغمہ گونجتا رہے۔ میرے نزدیک ہر چھوٹی بڑی تصنیف اپنا جداگانہ ترنم رکھتی ہے۔ میں کسی چیز کے بارے میں کچھ نہیں لکھ سکتا جب تک اس سے پوری طرح متاثر نہ ہوں اور میرے لئے ترنم تاثرات و محسوسات کی شدت کو مستلزم ہے۔

سوال:- جب آپ پر کوئی شدید و قوی جذبہ طاری نہ ہو۔ اس وقت آپ کچھ لکھتے ہیں یا نہیں؟ بے کیفی کے عالم میں آپ کیا کرتے ہیں؟

جواب:- میرا خیال ہے کہ جب انسان پر پہلے سے کوئی جذبہ طاری نہ ہو تو حیرت انگیز یا سنسنی خیز واقعات و مواقع پر لگاتار غور و فکر کرنے سے وہ اپنے دل میں کیف و اثر پیدا کر سکتا ہے۔ مجھے کسی کام کا آغاز بہت مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن ایک بار کام شروع کر دینے کے بعد اس کو ادھورا چھوڑ دینا بھی آسان بات نہیں ہے۔ بہرحال قصہ کا ابتدائی مرحلہ طے کرنا بڑا کٹھن کام ہے۔

سوال:- آپ افسانہ شروع کرنے کے قبل اس کا خاکہ تیار کر لیتے ہیں یا پہلے سے بغیر کچھ سوچے ہوئے یونہی لکھے چلے جاتے ہیں؟

جواب:- میں پہلے بطور یادداشت کے صرف چند اہم اور ضروری باتیں لکھ لیتا ہوں۔ اگر شروع ہی میں تفصیلی خاکہ تیار کر لیا جائے تو افسانہ نویس کا قلم اسی ڈھرے پر چلتا رہے گا اور اس لیکھ سے ہٹ کر نئی نئی باتیں پیدا کرنے یا جودت طبع دکھانے کا اسے موقع نہیں ملے گا۔ البتہ اصلی و مرکزی واقعات کا شروع سے آخیر تک واضح تصور اپنے ذہن میں قائم کر لیتا ہوں اور اُن کے منتہا (climax) اور نتیجہ کا پورا علم رکھتا ہوں۔

سوال:- قصہ کیسے شروع کرنا چاہئے؟

جواب:- قصہ کے آغاز کے لئے کوئی ایسی چیز لینی چاہئے۔ جس میں حیرت و استعجاب یا جودت و ندرت کے آثار پائے جائیں۔ لیکن شے مطلوبہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے خواہ وہ کوئی قول ہو یا فعل، معاملہ ہو یا مکالمہ، تخئیل ہو یا دلہو، حقیقی واقعہ ذاتی تجربہ یا تاریخی مشاہدہ غرض کہ جو کچھ بھی ہو لیکن ضرور ہے کہ وہ مبتذل یا پامال نہ ہو بلکہ انوکھا اور غیر معمولی ہو۔

سوال:- جب آپ قصہ لکھنے لگتے ہیں تو کیا آپ اس میں بالکل منہمک و محو ہو جاتے ہیں یا بغیر کسی استغراقی کیفیت کے یونہی تمام واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور لکھتے جاتے ہیں؟

جواب:- جب میں افسانہ نویسی میں مشغول ہوتا ہوں تو بعض وقت مجھ پر ایسی محویت طاری ہوتی ہے کہ مجھے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی اور چند لمحہ تک تو میرے نقد و بصر کا مادہ بھی سلب ہو جاتا ہے ایسی خود فراموشی و گم گشتگی کے وقت اگر کوئی شخص میرے کمرے کا دروازہ بھی توڑ دے تو مجھے اس کا کچھ احساس نہ ہوگا پھر جب میں اپنی فطری حالت پر عود کر آتا ہوں تو میرے نقد و بصر کا مادہ واپس آ کر میری تحریر کا جائزہ لیتا اور اس میں مناسب ترمیم و اصلاح کر دیتا ہے۔

سوال:- محویت و استغراق کے عالم میں آپ جو کچھ لکھتے ہیں تو کیا نقد و بصر کی قوت واپس آ کر اس میں بہت زیادہ رد و بدل کرتی ہے یا صرف اسے ایک دو جگہ اصلاح و ترمیم کرنی پڑتی ہے؟

جواب:- اول اول جب میں نے افسانہ نویسی شروع کی تھی تو حک و اصلاح کی بہت زیادہ ضرورت پیش آتی تھی۔ لیکن جوں جوں میری مہارت بڑھتی گئی غلطیاں کم ہوتی گئیں۔ فی الحقیقت افسانہ نویسی کا ملکہ وہبی سے زیادہ کسبی چیز ہے اور مشق و مہارت سے حاصل ہوتا ہے مداومت عمل سے افسانہ نویس کا قلم منجھتا جاتا ہے اور مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ (خاص)

جھوٹ

(از جناب حکیم احمد شجاع صاحب بی۔ اے اسسٹنٹ سکریٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل)

جھوٹ، ایک ایسی چیز ہے جس کے نام تک سے نفرت کرنا سکھایا جاتا ہے اور جس کی برائیوں سے اخلاق کی کتابیں سیاہ ہیں مگر حقیقت میں یہ ایک ایسی ایجاد ہے جسے صحیح طور پر انسانی دماغ کی کاوشوں کا بہترین نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔

شاید یہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ انسان دھوکے اور دھوکا دینے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ اگر اسے کوئی دوسرا شخص دھوکا نہ دے تو وہ اپنے آپ کو دھوکا دینا چاہتا ہے اور اکثر اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ بُرے سے بُرا شخص بھی یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے اچھا سمجھیں یا کم از کم اچھا کہیں اور جب وہ اس خواہش کی تکمیل سے مایوس ہو جاتا ہے تو اپنی برائیوں کے علم کے باوجود وہ اپنے آپ کو نیک سمجھنے کی کوشش کرتا ہے یعنی جب وہ دوسروں کو جھوٹ بولنے پر آمادہ نہیں کر سکتا تو خود جھوٹ بولتا ہے۔ مگر اس حقیقت سے آشنا ہونا نہیں چاہتا۔

لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ سننا پسند کرتے ہیں مگر جھوٹ کو بُرا کہتے ہیں۔

جھوٹ حقیقت میں راستی کی برتری کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔ ایک کامیاب جھوٹ وہی ہے جو بالکل سچ معلوم ہو گویا جھوٹ بولنے والے کا منتہائے نظر راستی اور صرف راستی ہی ہوتا ہے۔ جو شخص اس ڈھنگ سے جھوٹ نہیں بول سکتا کہ اس کا جھوٹ "سچ" معلوم ہو، وہ اس فن کے اعتبار سے صرف ایک مبتدی ہے جو بات جھوٹی نظر آئے حقیقت میں جھوٹ کی خصوصیات سے عاری ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جھوٹ کئی مشکلات کا حل ہے اگر چیزوں کے مفید ہونے کا یہی معیار ہے کہ وہ سودمند ہوں تو جھوٹ سے بڑھ کر سودمند کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ ہر عقلمند انسان وقتاً فوقتاً اس عجیب و غریب اختراع سے مدد لیتا ہے اگرچہ وہ اسے اس کے اصلی نام سے موسوم کرنے سے احتراز کرتا ہے یہ بھی ایک جھوٹ ہے اور اس لئے ایک ہنر ا

"جھوٹ" ادب میں 'صنعت' اور سیاسیات میں 'تدبیر' کے معزز ناموں سے پکارا جاتا ہے مگر ناموں کی یہ تبدیلی اصل میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہیں کرتی۔ جھوٹ کو محبت سے ایک ازلی مناسبت ہے اگر محبت کرنے والا اپنے محبوب کو ویسا ہی سمجھے جیسا کہ حقیقت میں وہ ہے یا محبوب اپنے محبت کرنے والے سے اپنے حسن کی اسی قدر تعریف سننا پسند کرے جس قدر اس کا جائز حق ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں کی شخصیت میں کوئی ایسی خصوصیت پیدا نہ ہوگی جو ان دونوں کو ایک دوسرے کی نظر میں دنیا بھر کے باقی تمام انسانوں سے ممتاز اور الگ کر دے۔ انسان جھوٹ صرف اسی شخص کے لئے بولتا ہے جس کا اسے پاس ہو۔ میں نے کبھی کسی شخص کو کسی ایسے شخص کی خاطر جھوٹ بولتے نہیں دیکھا جس کی رضامندی یا ناراضگی کے کوئی معنی نہ رکھتی ہوں وہ سب سلطنتوں میں جھوٹ سفارتوں اور فرزیوں کی خوشنودی و دلجوئی کے لئے بولا جاتا ہے —— یہ ایک نیک مقصد ہے۔

شادی کے بعد مرد اور عورت کی زندگی کی خوشی جھوٹ بولنے کی قابلیت کی زیادتی یا کمی پر موقوف ہے۔ جس قدر زیادہ وہ جھوٹ بولنے کے فن میں ماہر ہونگے اسی قدر زیادہ مطمئن اور بےفکر ہونگے۔ کوئی عورت ان تمام آزمائشوں کی کیفیت سن کر خوش نہ ہوگی جن میں مرد کے اخلاق چار و ناچار مبتلا ہو جاتے ہیں اور کوئی مرد اس بات کو سنکر خوش نہ ہوگا کہ اس کی بیوی اس پر جان چھڑکنے کے باوصف حقیقت میں اپنے بھائی سے

اس کی نسبت زیادہ مثبت رکھتی ہے۔ سب سے زیادہ کامیاب شاعر وہی ہے جو تخیل کو سب سے زیادہ خوبصورت جھوٹ بولنا سکھا سکتا ہے اس امر کے ثبوت کے لئے مثال دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہر خوبصورت شعر ایک کامیاب جھوٹ ہے۔

بچہ جو فطرت کی معصومیت کا سب سے بڑا اور سب سے پاکیزہ مظہر ہے صرف ایک جھوٹی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ اس کی نظر اور اس کا دماغ ایک چیز کی ماہیت اور ظاہری کیفیت کے متعلق متفق الرائے ہوں۔ چاند کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کرنا۔ لکڑی کے ایک بیجان ٹکڑے کو ایک فرس تیز رفتار سمجھنا اور جلتے ہوئے لال لال انگارے کو ایک کھلونا تصور کر لینا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے اور یاد رکھئے کہ بچہ جب یہ سب کچھ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اصلیت سے واقف ہوتا ہے۔

عقلمند سے عقلمند انسان کے دماغ میں عالم طفلی کی یہ خصوصیت زندہ رہتی ہے اور عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کی صورت میں بھی ویسی ہی تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے جیسی کہ انسان کی ظاہری شکل و صورت میں۔

ہر پراسرار یا انسانی عقل سے بالاتر کیفیت پر یقین لانے کی کوشش کرنے کا شوق اس محبت کی دلیل ہے جو انسانی دماغ کو فطرتاً جھوٹ سے ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عاملوں، منجموں اور قیافہ شناسوں کی دوکانوں میں کیسے کیسے عقلمند انسانوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ کیا یہ لوگ واقعی سمجھتے ہیں کہ یہ عامل، منجم اور قیافہ شناس غیب کا علم جانتے اور سچ کہتے ہیں؟ نہیں وہ اپنی آئندہ بہتری کے متعلق اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لئے جہاں خود جھوٹ بولتے ہیں اور ایک جھوٹا تصور قائم کرتے ہیں اس کی تصدیق ایک ایسے شخص کی زبان سے بھی چاہتے ہیں جس کی شہادت چند پیسوں پر خرید کی جا سکتی ہے اور جو ان کے باطل پرست ذہن کے نزدیک بہت ہی معتبر ہے۔

اگر تجارت میں نقصان اٹھانے والے عشق و محبت کے میدان میں شکست کھانے والے اور اسی طرح کے دوسرے ناکامیاب لوگ محض ایک دماغی جھوٹ بول کر حقیقت پر پردہ نہ ڈالا کریں تو یقیناً انسانی خودکشیوں کی تعداد میں ایک بہت بڑا اضافہ ہو جائے۔ زبان کا جھوٹ دوسرے لوگوں کو خوش رکھتا ہے۔ دماغ کا جھوٹ ذاتی اطمینان و راحت کا سرمایہ ہے۔

جھوٹ پر یقین لے آنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر مشکل جھوٹ بولنا ہے۔ اس سے بہتر لوگ جو شاید اس فن کو ارادی طور پر اختیار کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اس فن کی تربیت میں اہل فن سے کم حصہ نہیں لیتے۔ جھوٹ کے لئے قوت حافظہ کی ریت، توانائی بہت ضروری ہے اور اگر یہ سچ ہے کہ استعمال سے قوت نشو و نما پاتی ہے تو یقیناً "جھوٹ" قوت حافظہ کی مشق کے لئے وسیع مواقع پیدا کرنے کا اہل ہے۔ "دروغ گو را حافظہ نباشد" کی ضرب المثل محض اس امر کی نمائش کرتی ہے کہ ایسے اشخاص جو اپنی قوت حافظہ پر اعتماد نہیں رکھتے ، بس حسب الامکان کم جھوٹ بولیں اسی قدر اچھا ہے کیونکہ یہ فن شریف معمول سے زیادہ اعتماد چاہتا ہے۔

کامیابی سے جھوٹ بولنے کے لئے ضروری ہے کہ جھوٹ بولنے والا تقریر میں اختصار سے کام لے۔ کلام کی طوالت ہمیشہ بہت سی مخفی کیفیتوں کی غمازی کر دیتی ہے۔

ماہرین فن دروغ بافی کی متفقہ رائے ہے کہ تفصیلات سے پرہیز کرنا اور ایک جھوٹ کو کسی دوسرے جھوٹ سے ثابت کرنا اس فن کے انتہائی کمالات ہیں۔

اگر سچائی کوئی شے ہے اور سچ بولنا، جھوٹ بولنے کی نسبت بہتر ہے تو جھوٹ کی حقیقت بیان کرنے اور انسان کے اس ہمیشہ آڑے وقت پر کام آنے والے مظلوم دوست کی اصلی ماہیت بیان کرنے میں بھی اگر راست بازی سے کام لیا جائے تو کوئی غالباً معیوب بات نہیں اس مضمون کو تحریر کرتے وقت اس بات کا بہت خیال رکھا گیا ہے کہ جھوٹ کے متعلق کوئی جھوٹی بات نہ لکھی جائے۔ (خاص)

(ڈنمارک کے معجزہ نگار ہنس اینڈرسین کے قلم سے)
مترجمہ اسرائیل احمد صاحب بی - اے (جامعہ)

کسی زمانے میں ایک شہزادہ تھا اس کی ایک چھوٹی سی سلطنت تھی۔ لیکن بعض چیزیں اُس کے یہاں ایسی عجیب و غریب تھیں کہ اُن کا شمار بھی دنیا کے بڑے بڑے اور مشہور بادشاہوں میں ہوتا تھا۔

ہر شہزادی کو یہ آرزو تھی کہ اُس کی ملکہ بنے۔ بڑے سے بڑے بادشاہ کی لڑکی اُس کے شادی کے پیام پر شکریہ کے ساتھ ہاں کہنے کیلئے تیار تھی۔ لیکن اس آرزو میں سب ترسا اور تڑپا کرتی تھیں۔ شہزادے کے ملک کی دو چیزوں نے اس کی چھوٹی سی نوابی کو دنیا کی دولتمند سے دولتمند بادشاہت کے ہم پلہ بنا دیا تھا۔

یہ دو چیزیں کیا تھیں؟

سُنو!

شہزادے کے باپ کا جہاں مقبرہ تھا وہاں پر ایک گلاب کا پیڑ کھڑا تھا۔ اس کے پھول جواہرات کی ایک پوری کان کی قیمت رکھتے تھے اور ان کی خوبی اور صفت کا بیان مشکل ہے شہزادے کی ریاست کی دو بے بدل چیزوں میں سے یہ گلاب کا پیڑ ایک چیز تھا۔

یہ گلاب بیحد خوبصورت تھا، شاید دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت! لیکن یہ اُس کی خوبی کہو یا عیب کہ وہ پانچ برس میں ایک مرتبہ پھولتا تھا اور صرف ایک پھول اس کی ساری فصل بہار کا کل سامان ہوتا تھا! لیکن پھر یہ ایک پھول ہوتا بھی ایسا تھا کہ لوگوں کی شوق بھری آنکھوں کے پانچ برس کے انتظار کا پورا بدلہ دیدیا کرتا تھا! وہ دنیا کے باغوں کا سب سے اصیل گلاب تھا۔ اور اس کی خوشبو کے اندر یہ کمال تھا کہ جو شخص اس کو سونگھ لیتا اس کے دل اور دماغ سے سارے رنج اور فکریں کافور ہو جاتیں!

دوسری چیز جس نے شہزادے کے دربار کو اس قدر نامی گرامی بنا دیا تھا ایک بلبل تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے حلق کے اندر شہد اور شکر کو گھول دیا گیا ہے اور دنیا کی ساری راگنیاں اُس کے گلے کے اندر بھر دی گئی ہیں!

ان نرالی اور انوکھی چیزوں کے زور پر شہزادے نے ایک بڑے شہنشاہ کی لڑکی کے نام شادی کا پیغام بھیجدیا اور نذرانے کے طور پر انھیں دو تحفوں کو ساتھ کر دیا۔

گلاب کا پھول ایک بڑی سی خوشنما چاندی کی کشتی کے اندر رکھدیا گیا اور پھول کے پاس ہی بلبل کو بٹھا دیا گیا۔

جس وقت یہ کشتی بادشاہ کے دربار میں پہونچی ہے تو سب لوگ اسے دیکھکر دنگ رہ گئے۔ شہزادی اس وقت اپنی سہیلیوں سے کھیل رہی تھی جوں ہی اُس کی نظر ان چیزوں پر پڑی اس نے خوشی میں آکر تالیاں بجائیں اور انکو دیکھنے کیلئے ان پر جھک پڑی،

دربار کی ساری عورتیں بھی شوق اور حیرانی سے کشتی کی چیزوں کا تماشہ کر رہی تھیں۔ بادشاہ نے کہا کہ "میری سمجھ میں ان چیزوں کو خوبصورت کہدینا ان کی برائی کرنے کے برابر ہے۔" خوبصورت "کے لفظ سے بہت بڑھ چڑھ کر کوئی ایسا لفظ ڈھونڈھو جو ان کے جادو بھرے انداز

پر پورا صادق آئے!

شہزادی نے قریب پہونچکر جو پھول کو چھوا تو وہ یہ دیکھکر حیران رہگئی کہ وہ بنایا ہوا نہیں ہے جیسا کہ ابھی تک ہر شخص کا خیال تھا بلکہ قدرت کی کاریگری ہے! اس کی ملائم اور تازی پتیاں ریشم کی مثال تھیں،

گلاب کو جو حرکت ہوئی تو اسکی خوشبو مہکی۔ سارے دربار پر ایک سرور چھا گیا اور ہر شخص ایک عجیب طرح کی فرحت اپنے دل کے اندر پانے لگا اس کے ساتھ ہی بلبل بھی موج میں آئی اور اس کا گلا کھل گیا اب ایک ایک مرد اور عورت جھوم رہا تھا۔

"یہ تو وہ باجا معلوم ہوتی ہے" ایک درباری بیگم بولی "جو ہماری بڑی ملکہ کے پاس تھا۔ خدا انھیں جنت نصیب کرے"۔

"بیشک، بیشک!" بادشاہ نے کہا اور ملکہ کی یاد سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے!

"کیا سچ مچ یہ اصلی چڑیا ہے؟" شہزادی نے حیرت اور شک کے ساتھ پوچھا!

جو لوگ بلبل کو لائے تھے انھوں نے اس کے قدرتی پرندہ ہونے کی تصدیق کی۔

لیکن نہ معلوم کس وجہ سے شہزادے کے آدمیوں کو کوئی امید کا جواب نہیں دیا گیا شہزادہ اپنی نامرادی سے بہت ہی رنجیدہ ہوا لیکن وہ مایوس نہ ہوا اور پوری طرح قسمت آزمائی کی ٹھان لی۔ وہ اپنے دیس سے بھیس بدل کر چلا اور شہزادی کے باپ کے دربار میں آیا جہاں اس نے اپنے کو ایک امیر گھرانے کا لڑکا ظاہر کیا اور بادشاہ سے کسی نوکری کی درخواست کی بادشاہ نے اُس کو اپنے گھوڑوں کے اصطبل کا داروغہ مقرر کر دیا۔

شہزادہ اسی طرح اپنی اصلی حیثیت کو بدل کر بادشاہ کے یہاں رہنے لگا اور شہزادی کی محبت کو اپنے دل میں پالتا رہا۔

داروغۂ اصطبل نے اپنے باورچیخانے کے استعمال کے لئے ایک عجیب ہانڈی تیار کی اس ہانڈی کے مُنہ کے گرداگرد گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں ان گھنٹیوں میں عجیب کمال تھا جب ہانڈی میں ابال آتا تھا تو ان کے ہلنے سے ایک بڑی عمدہ راگنی بجتی تھی۔ ایسا نرالا باجہ شاید دنیا میں کبھی نہ بنایا گیا ہو!

اس سے بھی بڑھکر اس ہانڈی کی صفت ایک ایسی تھی جس کو سُن کر تم حیران رہجاؤ گے ہانڈی کی بھاپ اگر کوئی شخص ہانڈی پر انگلی رکھ کر کھڑا ہو جاتا تو سارے شہر کے باورچیخانوں کی سالنوں کی خوشبوئیں آنے لگتیں۔ یہ چیز اس گلاب کے پھول سے بھی کچھ عجوبہ تھی!

ایک دن اتفاق سے شہزادی شاہی اصطبل کی طرف جا نکلی۔ داروغۂ اصطبل کا چولھا گرم تھا اور ہانڈی کے اندر سے ایک بڑی ہی میٹھی تان سنائی دے رہی تھی۔ شہزادی ٹھٹک کر وہیں کھڑی ہو گئی، اس وقت ہانڈی وہی گیت سنا رہی تھی جو شہزادی کی بڑی پیاری گیت تھی اور جس کو اُس نے اپنے موسیقی کے استاد سے سیکھا تھا! اس کے بجانے میں اس کو مشق بھی خوب تھی!

"ایں، یہ میری ہی والی گت بج رہی ہے! اصطبل کا داروغہ کوئی بڑا ہی تعلیمیافتہ آدمی معلوم ہوتا ہے" شہزادی نے کہا۔

پھر حکم دیا گیا کہ فوراً کوئی جائے اور اس باجے کی قیمت دریافت کرے۔

شہزادی کی ایک سہیلی اصطبل کے اندر گئی اور پوچھا۔

"کیوں داروغہ صاحب! آپ اپنے اس باجے کے کیا دام لینگے؟ شہزادی صاحبہ اس کو خریدنا چاہتی ہیں۔"

"میں بھی شہزادی صاحبہ سے سودا کرنا چاہتا ہوں" داروغۂ اصطبل نے جواب دیا۔ "بس اس باجے کی قیمت شہزادی کے گال کے دس چمے ہیں"۔

"خوب! خوب!! خوبصورت بھی آپ بہت ہیں! یہ مُنہ اور مسور کی دال؟!"

"خیر تو پھر مجبوری ہے۔ میں اس سے کم قیمت نہیں لے سکتا" داروغہ نے جواب دیا۔

"بڑا گستاخ ہے!" شہزادی بولی اور شرما کر اپنی سہیلیوں سمیت آگے بڑھ گئی۔

لیکن وہ دس قدم بھی نہ پہونچی ہوگی کہ ہانڈی کے گھنگروؤں نے پھر وہ میٹھی تان بجائی۔ شہزادی بے اختیار پھر کھڑی ہو گئی اور سہیلیوں سے کہا۔

"اس شخص کے پاس جاؤ اور کہو کہ قیمت یہی ٹھیک لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ چوموں کی تعداد تو وہی دس ہوگی۔ لیکن گال میری کسی سہیلی کے ہونگے، دیکھو اس پر وہ کیا کہتا ہے؟"

ایک لڑکی نے جاکر داروغہ اصطبل کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں۔

"جی نہیں!" داروغہ نے جواب دیا، "میری مانگی ہوئی قیمت میں چوموں کا دس کا عدد اتنا ضروری نہیں ہے جتنے کہ شہزادی کے گال ہیں"۔

"کیسی مجبوری ہے!" شہزادی بولی۔ لیکن تھوڑا سوچ کر سہیلیوں سے کہا۔

"اچھا ایسا کرنا کہ یہ قیمت ادا کرتے وقت تم مجھکو اپنے جھرمٹ میں لے لینا۔ تاکہ اس کے ہونٹوں کے علاوہ کسی اور فرد کی آنکھیں اس لذت میں شریک نہ ہوسکیں"۔

سہیلیوں نے فوراً اپنی اوڑھنیوں کے پردوں سے ایک خلوتخانہ تیار کردیا اور اس کے اندر دس قیمتی سکوں سے اس باجے کی خریداری ہوگئی!

اب شہزادی اور اس کی سہیلیوں کو یہ ہانڈی پاکر ایک کھیل مل گیا۔ ہانڈی رات گئے تک ابال کھاتی رہی۔ گھنگروؤں کے راگ کے علاوہ جس چیز کو معلوم کرکے وہ ساری لڑکیاں باغ باغ ہوگئیں وہ اس کی بھاپ کی خوشبوئیں تھیں۔ ہزارہا کھانوں کے مزے ناکیں سونگھ رہی تھیں بادشاہ کے باورچی خانے سے لے کر فقیر کی جھونپڑی کی ہانڈی تک! نوجوان لڑکیاں اس عجیب تماشے سے لوٹ لوٹ جاتی تھیں وہ ناچتی تھیں اور تالیاں بجاتی تھیں!

"اگر کسی کو پوچھنا ہو تو ہم بتاسکتے ہیں کہ آج کس کے یہاں گوشت پکا ہے اور کس کے یہاں دال؟ کون آج پلاؤ کھائیگا اور کس کے دسترخوان پر آج زردے کی پیالیاں نظر آئینگی؟" وہ خوش ہوہو کر کہتیں!

داروغہ اصطبل جو دراصل وہی شہزادہ تھا جو اپنی شادی کے لئے شہزادی کے ہاتھ کا خواہاں ہوا تھا، بڑا ہرفن مولا آدمی تھا۔ وہ ہر روز کوئی نہ کوئی تماشہ تیار کرتا اور لوگوں کو اپنا مشتاق بناتا۔

اب اس نے ایک جھنجھنا بنایا۔ اس کی صفت یہ تھی کہ دنیا کی کوئی جھنجھناہٹ کی آواز ایسی نہ تھی جو اس کے اندر سے نہ پیدا ہوتی ہو!

شہزادی کا ایک شام کو پھر اس طرف سے گذر ہوا جھنجھنے کی نرالی، انوکھی آوازیں سن سن کر وہ دنگ رہگئی اور کہا۔

"میں نے یہ کمال اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا! ایک باجے کے اندر اتنی آوازوں کو قید کر دینا پہلا شعبدہ ہے جو آج تک کسی کاریگر نے نہیں دکھایا ہے۔"

پھر ایک سہیلی کو کہا کہ جاکر اس باجے کا مول تول کرے۔ لیکن شہزادی نے تاکید کی کہ

"دیکھنا اس مرتبہ وہ اپنی چیز کے دام سیدھے سادے روپیوں، آنوں کی صورت میں بتائے وہ پچھلے سکے اب زیادہ میرے پاس نہیں ہیں"۔

ایک خوبصورت لڑکی بھاؤ تاؤ کرنے کیلئے پہونچی داروغہ صاحب منتظر ہی بیٹھے تھے، چھوٹتے ہی کہا۔

"شہزادی صاحبہ کے گال اور ان پر سو چومے!"

سہیلی نے آکر عرض کی۔

"مبارک ہو! نرم اور نازک گالوں کو مضبوط کر رکھئے۔ اس دفعہ پورے سو چومے حساب میں نکلے ہیں!"

"اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے!" شہزادی بولی اور ناز سے مسکرا کر آگے چلدی۔ — مگر تھوڑی دور جاکر وہ پھر رکی اور کہا۔

"یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہنرمندوں کو اس طرح مایوس نہ کرنا چاہئے۔ شہنشاہ کی بیٹی ہو کر مجھے باکمال لوگوں کی کاریگریوں کی قدر کرنی واجب ہے!" اور یہ کہکر اس نے سہیلی کو حکم دیا۔

"اچھا جاؤ اس باجے کو لیلو لیکن اس بات پر اسکو راضی کراؤ کہ وہ پہلے کی طرح مجھ سے صرف دس چومے قبول کرلے اور باقی قیمت میری سہیلیوں سے وصول کرے۔"

"مگر حضور! ہم اس مصیبت میں نہ پڑینگے!" سب سہیلیوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"چپ رہو حرامزادیو!" شہزادی نے کہا "اب تم مجھ سے بھی زیادہ پارسا اور پریزاد ہو گئیں؟! جو منہ میرے گالوں تک آسکتا ہے۔ تمہارا کیا منہ ہے۔ کہ اس سے نخرہ کرو!"

مجبور ہو کر غریب سہیلیوں نے اپنی مالکہ کی مرضی کے سامنے گردن جھکا دی۔ اور ان میں سے ایک نے جا کر داروغہ سے کہا۔

"اچھا داروغہ جی! دس چومے شہزادی صاحبہ سے اور باقی ہم سب سے؟"

نہیں جناب! ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے۔ چوموں کی حیثیت اور مالیت میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی۔ وہ خاص شہزادی صاحبہ کے گالوں کے ہونگے۔"

جب یہ آخری پیام شہزادی کو پہنچایا گیا تو اس نے حکم دیا۔

"اچھا سب لڑکیاں اسی طرح حلقہ کر کے کھڑی ہو جائیں۔ اور مجھ کو اور اُسے اپنے بیچ میں لے لیں!"

سہیلیوں نے تعمیل حکم کی اور قیمت کی ادائیگی کا مزیدار تماشا شروع ہو گیا!

اسی وقت بادشاہ اتفاق سے بالاخانے پر چڑھا۔ اور اس جگہ اُس کو عورتوں کا ہجوم دیکھ کر کچھ حیرت سی ہوئی۔ اس نے تحقیق کی غرض سے جو عینک لگا کر دیکھا۔ تو اس کو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب شہزادی کی سہیلیاں ہیں۔ بے موقع اس شکل میں لڑکیوں کے جمع ہونے کا معما اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ اور وہ اس معاملے کی پوری کیفیت معلوم کرنے کے لئے زینے سے نیچے اترا۔ اور صحن سے گذر کر محل کے پھاٹک کے باہر نکلا۔ مجمع اسی طرح کسی کام میں مشغول کھڑا ہوا تھا۔ اور بادشاہ کا قیاس کچھ کام نہ کر سکتا تھا۔ آخر کار اس نے عین موقع پر جانے کا ارادہ کیا۔ اور چپکے چپکے اس طرف چلا۔ اب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن کوئی کانوں کان خبر نہ ہوا شہزادی کے گالوں کے چومے گننے کا سرکاری کام اتنا ضروری اور دلچسپ تھا۔ کہ کسی اور طرف توجہ کا بٹنا ممکن نہ تھا۔

بادشاہ نے بالکل ان کے سر پہ پہنچ کر جب یہ نقشہ دیکھا۔ تو اس کے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی طیش میں آکر شہزادی کے ایک چانٹا رسید کیا۔ اس وقت چوموں کی میزان پچاسی تک پہنچی تھی۔

ساری لڑکیاں تتر بتر ہو گئیں۔ شہزادی گردن نیچے ڈال کر کھڑی ہو گئی۔ داروغہ اصطبل کانپنے لگا۔

بادشاہ کے حکم سے شہزادی داروغۂ اصطبل کے ساتھ شہر بدر کر دی گئی۔

شہزادی بڑی بے کسی کی حالت میں اس وقت ایک ویران مقام میں کھڑی ہوئی ہے۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے اوپر سے بادل اس کی مصیبت پر رو رہا ہے۔ داروغۂ اصطبل بھی اس کے پہلو میں موجود ہے۔

"آہ! میں کتنی کمبخت ہوں۔ زندگی کے ایک رفیق کی تلاش مجھے کیسا ستا رہی ہے۔ کاش میں اس شہزادے کے شادی کے پیام کو قبول کر لیتی" شہزادی کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ شہزادی اسطرح رونے دھونے میں مشغول تھی۔ اور داروغۂ اصطبل نے اس بیچ میں ایک دوسرا کام انجام دے لیا۔ اس کے چہرے پر پیلے اور سیاہ وغیرہ بہت سے رنگوں کی تہیں جمی ہوئی تھیں جو بھیس بدلتے وقت اس نے جمائی تھیں۔ یہ سارا میل کچیل ایک پیڑ کی آڑ میں جا کر جلدی جلدی اس نے دھو ڈالا اور پھر اپنا معمولی نوکری والا لباس اتار کر اصلی شہزادوں کا سا خلعت پہن لیا۔ عین جس وقت شہزادی کے منہ سے اوپر والا آخری جملہ نکل رہا تھا شہزادہ اپنی اسی شاہانہ شان سے اسکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ شہزادی پر اس ٹھاٹھ کا یہ اثر ہوا کہ وہ بے اختیار اس جوان کے سامنے جھک گئی۔ "افسوس ہے۔ کہ میں اس وقت تجھ کو ملامت کرنے آیا ہوں!" شہزادہ بولا۔ تجھ پر جو گردش آئی ہے۔ وہ تیری حرکتوں کی ٹھیک سزا ہے۔ تو نے ایک شہزادے کے پیام کے ساتھ بے پروائی کا سلوک کیا۔ اور پھر اپنی آبرو ایک داروغۂ اصطبل کی نذر کر دی۔ تو اس گلاب کے پھول اور بلبل جیسے عجیب و غریب تحفوں کی قدر نہ کر سکی۔ اور پھر بچوں کے حقیر کھلونوں پر تیری رال

خادم نمبر ۲۶

(۱)

از کنور سعادت اللہ خاں صاحب بی۔ اے (علیگ)

"سیم بگل" جو "ہوٹل پیرس" کے سرپرستوں میں خادم نمبر ۲۶ کے نام سے مشہور تھا۔ اچانک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر غلام گردش کی دونوں سمتوں میں دیکھنے لگا۔ یقین ہونے پر کہ سامنے کوئی شخص نہیں ہے۔ اس نے لفٹ کے ملحقہ مرمریں ستون سے ٹیک لگالی اور بغیر گھنٹی بجائے شغلِ بیکاری میں محو ہو گیا۔ گھنٹی بجنے سے اسے کیا غرض! جب کوئی نیا مہمان آئیگا وہ بروقت بار برداری کے لئے جا موجود ہوگا۔ ان لمحاتِ فرصت کو کسی سکون بخش تفریح میں گذارنا اس کے پیش نظر تھا۔ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے اس نے جیب سے اخبار نکالا۔ اور ایک منقوش صفحہ پر پنسل کا سرا رکھدیا۔ اس کی پیشانی پر شکن پڑ گئے۔ اس نے ایک ایسے پنج حرفی لفظ کے لئے ذہنی تگ و دو شروع کی جسکا مطلب ہنرمند تھا۔ اور پہلا حرف الف تھا۔ باقی خانہ پری کر دی گئی۔ بس اس ترچھی سطر کے پر کرنے پر اس کی کامیابی کا انحصار تھا۔ وہ خود بخود اپنی نکتہ رسی کی داد دے رہا تھا۔ اور سچ بھی یہ ہے۔ کہ جہاں تک منقوش معموں (کراس ورڈ پزلز) کا تعلق تھا۔ اسکا دماغ ایک گھاگ جاسوس سے کم نہ تھا۔ سیم معمہ کے حل میں اس قدر کھویا ہوا تھا۔ کہ اسے لفٹ کے اٹھنے اور کسی شخص کے پاس سے گذرنے کی مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ یہ بے خبری کا عالم اس وقت تک رہا۔ جب تک کوئی شخص اس کے اور سامنے والی روشنی کے درمیان حایل نہ ہوا۔ حل طلب معمہ پر سایہ پڑنے سے وہ چونک پڑا۔ اور گرد و پیش کی خوفناک حقیقت اس پر واضح ہو گئی۔ نظر اٹھائی تو خلافِ توقع "بابا جم" کو سامنے کھڑا پایا۔

"جم شیلاپ" ہوٹل پیرس کا جاسوس تھا۔

"آہ" سیم نے کہا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفٹ کا بٹن دبانے لگا۔

"ہاں" شیلاپ نے غراتے ہوئے کہا۔ "بہت ٹھیک! اب گھنٹی بجا دو۔! میں پانچ منٹ سے تمہاری نقل و حرکت دیکھ رہا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ تم کس بیدردی سے ہوٹل کا قیمتی وقت ان بیہودہ معموں میں ضایع کر رہے ہو"

سیم نے چاہا۔ کہ وہ اپنی آواز میں کبر و غنا پیدا کرے۔ لیکن شرمندہ ضمیر نے اسے یہ بھی نہ کرنے دیا۔

کیا اسی خدمت کے لئے تمہیں یہ سینٹ جورڈ ننگ ہاؤس تنخواہ دیتا ہے؟ اس لئے کہ تم ادہر ادہر جوتیاں چٹخاتے پھرو۔ اور ہوٹل کے ملازموں میں جاسوسی کرو۔

"میرا کام" شیلاپ نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ "میرا یہ کام ہے۔ کہ ہر وقت ہوٹل کی فلاح و بہبود میں کوشاں رہوں۔ خیال رکھوں کہ چور مہمانوں کے جان و مال کو گزند نہ پہنچا ئیں۔ اور ملازم اپنے فرض منصبی سے غافل نہ ہونے پائیں۔ "وقت چور" ملازم اتنا ہی بڑا ہے جتنا ایک "زرچور" راہزن ——

میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ ان معموں کا خبط جانے دو۔ اب میں مینیجر سے شکایت کرنے پر مجبور ہوں۔ تم اپنی اگلی تنخواہ کے لفافہ میں ایک سرخ رنگ کی تحریر پڑھوگے۔

تم ہمیشہ عجیب قسم کے لفظوں کی تلاش میں رہتے ہو۔ جو لفظ اب تمہاری نظروں سے گزریگا۔ وہ سہ حرفی ہوگا۔ اور اس کا پہلا حرف "ق" ہوگا ـــ قتل ـــ آیا خیال میں؟ اور حل کے لئے پنسل بھی بکار نہ ہوگی"۔

بے عزتی پر مزید چرکا لگانے کے خیال سے شیلاپ نے اخبار کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

"اوہ"! سام نے چلا کر کہا۔ "تم گدھے! ظلم کیا۔ جب میں سوائے ایک لفظ کے سب حل کر چکا تھا"۔

(۲)

لیکن اس احتجاج کی پرواہ نہ کی گئی۔ شیلاپ اس کی توجہ اطلاعی گھنٹی کی طرف کرا رہا تھا۔

"جاؤ! دیکھو۔ کوئی مہمان بلا رہا ہے"۔ اس نے حکم دیا۔ "باقیماندہ وقت ملازمت کو بیکاری میں ضایع نہ کرو۔ تمہارا وقت قریب الاختتام ہے"۔

سیم کان دبا کر چل دیا۔ لیکن منہ ہی منہ میں کچھ گنگناتا رہا۔ چالاک شیلاپ کو سوائے ادھر ادھر گھومتے۔ سگرٹ پینے اور بن سنور کر رہنے کے اور کام ہی کیا تھا۔ باوجود اس تن آسانی کے وہ ہر وقت سیم کی گوشمالی کرتا رہتا تھا۔ اس بات کا۔ سیم کو بھی اعتراف تھا۔ کہ شیلاپ شیطان کی طرح ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا تھا۔ اسکی پُراسرار شخصیت میں کچھ ایسی بات تھی۔ کہ جب کسی شخص کو اس کے آنے کا خیال تک نہ ہوتا تھا۔ وہ سر پہ آنازل ہوتا تھا۔ سیم کے خیال میں وہ کھوئی دمڑی سے بھی بدتر تھا۔

سیم نے زور سے ایک برف کا ٹکڑا گلاس میں پھینکا۔

"یہ اندھا دھند مے نوشی کرنے والے! ایسے مہمان اور شیلاپ جیسے بے عقل اور مغرور افسر۔ یہ غریب ملازموں کی زندگی جہنم بنا دیتے ہیں"۔

جب وہ نچلی منزل میں آیا۔ تو آنے والے مہمان کے انتظار میں ایک لکڑی کے بنچ پر دھم سے بیٹھ گیا۔ ٹوپی ہوٹل کے قواعد وضوابط کے خلاف اس کے ماتھے پر جھکی ہوئی تھی۔

سٹرینڈ کی سرور بخش زندگی، جس کا نظارہ اس کی آنکھیں کر رہی تھیں۔ غریب سیم کے لئے ایک بند کتاب تھی۔ ہفتہ کے اختتام پر اسے موجودہ ملازمت سے بھی علیحدہ ہونا پڑیگا۔ اور پھر؟ تلاش معاش میں دربدر مارا مارا پھرنے کا لامتناہی سلسلہ۔

اس وقت سیم کے پاس دل بہلانے کے لئے کوئی حل طلب معمہ بھی نہ تھا۔ اس کے پاؤں کے نیچے رنگ برنگ کے کھپریلوں کا فرش تھا۔ اس نے سوچا۔ کہ ایک چاک کے ٹکڑے سے ان میں کتنے معمے بنائے جاسکتے ہیں۔

اور عین اس وقت دو اجنبی دروازے سے داخل ہوئے۔ سیم جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔ "آخری بخشیش" سے انکار کرنا حماقت تھی۔ مسافروں نے مخدوش نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔ اور سامان حوالے کر دیا۔ ان کی ہیئت بڑی کرخت تھی۔ اسے خطرہ تھا۔ کہ وہ طلوع آفتاب تک مے نوشی کرتے رہیں گے۔

لیکن خلاف معمول ان کے بکس ہلکے تھے۔ سیم کو مختلف مسافروں سے واسطہ پڑنے سے کچھ ایسا تجربہ ہوگیا تھا۔ کہ وہ محض سامان سے ان کے متعلق صحیح اندازہ لگا سکتا تھا۔ ان نوواردوں کی شخصیت کا اندازہ لگانے میں اسے بھی سخت مشکل پیش آئی۔

پست قد والا مسافر بھوسلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ لانبے قد والا بادامی رنگ کے سوٹ میں ـــ دونوں کی آنکھیں بھینگی تھیں۔

"ہمیں سب سے اوپر والی منزل میں کمرہ چاہیئے" وہ کلرک سے کہہ رہے تھے "ہمیں مکمل سکوت و تنہائی چاہیئے۔ اور خوشنما منظر۔ شہر کی حالت میں بھی کافی تغیر رونما ہو چکا ہے۔ اس وقت سے آج تک۔"

"بہت بہتر جناب" کلرک نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

"سام" انہیں رجسٹر میں دستخط کرتے نہ دیکھ سکا۔ کلرک نے کمرہ ۱۹ کی چابی ان کے حوالے کر دی۔ یہ کمرہ سب سے بالائی منزل میں تھا۔ اس سے اوپر بس چھت ہی رہ گئی تھی۔

دونوں کے پاس کافی نقدی تھی۔ انہوں نے کمرہ کا کرایہ تک پوچھنے کی زحمت نہ اٹھائی۔ لیکن جب "سیم" انہیں کمرہ میں لے گیا۔ تو اسے صرف چونی بخشیش میں ملی۔ سیم کی پیشانی پر جھریاں پڑنے لگیں۔ جنہوں نے پچاس روپیہ روزانہ کا کمرہ بلا چون و چرا لے لیا۔ وہ اتنی حقیر سی رقم انعام میں دینے لگیں۔ ایک غریب ملازم کو۔

"جناب میرے پاس ریزگاری نہیں ہے" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ اور چونی پر نظریں گاڑ دیں۔

"اوہ! یہ کوئی دانا شیطان ہے" ایک اجنبی نے اس کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

سیم جلدی سے باہر نکل آیا۔ وہ پہلے ہی بہت سی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا۔ ان مہمانوں کی بات چیت اور چال ڈھال سے تہذیب و شائستگی کا رنگ بالکل مفقود تھا۔

"سیم" کو ان کا خیال تک نہ رہا۔ مسٹر اڈینیسن نے جو کمرہ ۱۸ میں فروکش تھے۔ اپنے مہمانوں کے لئے ماکولات و مشروبات کا حکم دیا۔ یہ صاحب بڑے شریف النفس تھے۔ اور ہوٹل کے مستقل سرپرست۔ اپنے وقت کی سوسائٹی کی جان سمجھے جاتے تھے۔ آج رات وہ اعلیٰ طبقہ کے چند لوگوں کو "کارڈ پارٹی" دے رہے تھے۔ "سیم" کی آنکھیں مہمانوں کے ہیروں اور جواہرات کی چمک سے چکا چوند ہو گئی تھیں۔ اخباری نمائندوں نے بڑے بڑے عنوانات سے ان قیمتی پتھروں کی کیفیت بیان کی تھی۔

جوں ہی وہ "مسٹر ڈینیسن" کے کمرے سے نکلا۔ اس نے دیکھا۔ کہ ایک شخص شیلاپ سے گفتگو کر رہا ہے۔ یہ وہی بھسلے رنگ کے سوٹ والا نو وارد شخص تھا۔ سیم نے دیکھا۔ کہ وہ سامنے سیڑھیوں والے دروازے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ شیلاپ ہونٹوں کے درمیان سگرٹ پھیر رہا تھا۔ اور بظاہر گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا۔ سیم نے پاس سے گذرتے ہوئے گفتگو کے چند فقرے سن لئے۔

"ہم نے آہٹ سنی۔ اور دیکھا۔ کہ ایک شخص ہمارے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا "ہمارے ہوشیار ہونے تک وہ اس دروازے سے بھاگ گیا۔"

"سیم" اپنے کام پر بھاگ گیا۔ لیکن جونہی سامنے ہال کے کونے سے مڑا۔ وہیں رک گیا۔ پھر انہیں قدموں سے واپس لوٹا۔ اور ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو کر جھانکنے لگا۔ سامنے کچھ کارروائی شروع تھی۔ وہ ایسا شخص نہ تھا۔ کہ ایک ایسے مفت کھیل سے لطف اندوز نہ ہوتا۔

اس نے دیکھا۔ کہ شیلاپ سیڑھیوں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ پیچھے پیچھے دوسرا آدمی تھا۔ "سیم" نے اپنے اندر ایک ہیجانی کیفیت محسوس کی۔ کسی مجرم کی تلاش تھی!......

"سیم" نے سوچا۔ کہ اگر وہ اس خطرناک کھیل سے زندہ بچ نکلا۔ تو اسے جی بھر کر تفریح حاصل ہوگی۔ بلاخدشہ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اور دبے پاؤں اوپر چڑھنے لگا۔ شیلاپ اور نو وارد چھت پر پہنچ چکے تھے۔ دروازہ کھلا تھا۔ سامنے نیلگوں آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ باہر کی سرد و صاف ہوا سے ایسے چھینک آگئی۔ اس نے شیلاپ کی آواز سنی۔

"اگر وہ یہیں چھت پر ہے۔ تو ہم اسے ضرور پکڑ لیں گے۔ نیچے جانے کا دوسرا راستہ بھی کوئی نہیں۔"

اس نے دروازے سے سر نکال کر جھانکنا شروع کیا۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں اسے شیلاپ اور نووارد پاس پاس کھڑے نظر آئے۔

اس نے دیکھا۔ کہ اس شخص نے جیب سے کچھ نکال کر شیلاپ کے سر پر رکھ دیا۔ جاسوس حیرت سے بڑبڑایا۔

"ہاتھ اٹھا لو" نووارد نے نہایت تند لہجہ میں حکم دیا۔

"ہیں" نسیم نے چیخ کر کہا۔ نووارد نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس وقفہ میں شیلاپ کو قریباً موقع مل گیا۔ کہ وہ پستول کی نالی کو سر سے ہٹا دے۔ قریباً، پورا نہیں۔ مسلح ڈاکوؤں کی ایک آنکھ اسی پر تھی۔

"اس شریر ملازم کا خیال رکھو" اس نے منہ کے ایک کونے سے کہا۔ ساتھ ہی ایک سخت چیز "نسیم" کی پسلیوں میں گڑ گئی۔ یہ دوسرا لانبے قد کا شخص تھا۔ جو دروازہ کے سایہ سے بھوت کی طرح پیدا ہو گیا تھا۔

"تم بھی ہاتھ اٹھا لو" اس نے کہا۔ "اور اوپر چلے آؤ۔۔۔۔۔ تازہ ہوا کھاؤ۔۔۔۔۔ دماغی کوفت دور ہو گی"۔

نسیم نے بھی شیلاپ کی طرح بازو اکڑا کر آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے شیلاپ کی جامہ تلاشی لی گئی اور اندرون جیب سے ایک پستول، ایک پیش قبض، اور ایک چابیوں کا گچھا نکال لیا گیا۔ بعد میں ایک شخص نے پستول کا قبضہ دھن سے کن پٹی پر رسید کیا۔ شیلاپ لڑکھڑایا۔ گھٹنوں کے بل گرا۔ اور چت ہو گیا۔ نسیم کے محافظ نے اپنے ساتھی کا تتبع کیا۔ لیکن نسیم کی خفیف سی بے شعوری حرکت سے نشانہ ٹھیک جگہ پر نہ لگا۔ سرخ و سبز رنگ کے تارے آنکھوں میں پھرنے لگے۔ وہ بھی دھڑام سے گرا تو سہی مگر بالکل خاموش نہ ہوا۔ حواس خمسہ کی رہی سہی طاقت سے اس نے اتنا محسوس کیا۔ کہ دونوں شخص سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے ہیں۔ چابی پھرنے کی آواز بھی اس نے سنی۔ اب تمام حقیقت اس پر واضح ہو گئی۔ وہ شیلاپ کو چھت پر اس لئے بلائے تھے۔ کہ اس سے چابیاں چھین لیں۔ اور کچھ وقت کے لئے اسے بیکار کر کے اپنا اُلّو سیدھا کر سکیں۔ یہ ضرور بدمعاش لوگ ہیں۔ اور کسی قیمتی شکار کی تاک میں آئے ہیں۔ معاً اسے مسٹر ڈینسن کی کارڈ پارٹی کا خیال آیا۔ جس میں نادر جواہرات کی نمائش ہو رہی تھی۔ نسیم کن پٹی کو سہلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ اور جاسوس پر جھکا۔ شیلاپ گہرے سانس لے رہا تھا۔ نسیم نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ مگر بے سود۔۔۔۔۔۔ اس نے چاہا۔ کہ دروازہ ہی توڑ ڈالے۔ مگر یہ بھی نہ ہو سکا۔ دروازہ فولادی تھا۔ اور مقفل۔۔۔۔

(۳)

نسیم نے چھت سے نیچے گلی کی طرف نگاہ کی۔ آگ سے بچنے کا آلہ یا پانی کا نل بھی نہ تھا۔ کہ اس سے نیچے اتر سکتا چھت پر سوائے برقی تختہ کے جس پر برقی قمقموں سے ہوٹل کا نام لکھا تھا۔ اور کچھ نہ تھا۔ یہ برقی حروف کبھی جلتے تھے۔ کبھی گل ہوتے تھے۔ پبلک کی توجہ کھینچنے کے لئے۔

نسیم نے چلو بھر بارش کا پانی لیا۔ اور شیلاپ کے منہ پر چھڑکا۔ جاسوس غرّایا اور پلکیں پھیرنے لگا۔ پانی کے دوسرے چھینٹے نے اسے بٹھا دیا۔ ماہتاب کی شعاعیں بادلوں سے چھن چھن کر زمین پر پڑ رہی تھیں۔

"خدا غارت کرے! تو کون ہے"؟ شیلاپ نے کہا۔

"یہ تو میں ہوں نسیم" نسیم نے کہا۔ "چند بدمعاش لوگ تمہیں دھوکے سے چھت پر لے آئے۔ اور پھر تمہیں بیہوش کر کے چابیاں نکال کر چلتے بنے۔ بتاؤ اب کیا کرنا چاہیئے"۔

"لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو" شیلاپ نے گھورتے ہوئے تلخ لہجہ میں کہا۔

"میں ویسے ہی ادھر آ نکلا" نسیم نے کہا۔ "میں نے اتفاق سے تمہیں اس نووارد سے باتیں کرتے ہوئے سن لیا تھا۔ تم

بھی اس کے فریب میں خوب آئے ؟ کیوں نا ؟"

شیلاپ انتہائے غیظ و غضب میں جھنجھلا اٹھا ۔ اور سب کو جی بھر کے کوسا ۔ پھر اُٹھا، کراہا ۔ اور سر پکڑ کر لنگڑاتے ہوئے دروازے کی طرف چلنے لگا ۔

"دروازہ مقفل ہے" سیم نے کہا ۔ "ہم ساری رات بھی سر پٹکتے رہیں تو یہ نہیں کھلنے کا"

"لیکن ہمیں کھولنا پڑے گا" شیلاپ نے کہا ۔ "وہ چابیاں لے گئے ہیں ۔ مسٹر ڈینیسن کے جواہرات کی خیر نہیں ۔ اگر وہ مقصد میں کامیاب ہو گئے ۔ تو میری تمام عمر کی کارگذاری پہ پانی پھر جائے گا"

سر توڑ زور لگانے کے باوجود بھی وہ فولادی کواڑ نہ کھول سکے !

(۴)

سر کے اوپر ہوٹل کا برقی نشان ، ان کی حالتِ زار پہ چشمک زنی کر رہا تھا ۔ کبھی بجھتا ۔ کبھی روشن ہو جاتا ۔ ہوٹل پیریس ..... پھر کچھ وقت اندھیرا رہنے کے بعد ...... ہوٹل پیریس ......!

سیم اس تماشہ میں کھو یا گیا ۔ پھر منہ میں گنگنانا شروع کیا ۔ یکبارگی لپک کر اس نے شیلاپ کو کندھوں سے پکڑ لیا اور زور سے جھنجوڑا

"جلدی کرو" اس نے کہا "مجھے ایک بات سوجھی ہے"

پھر اسے خیال آیا ۔ کہ اس ذہنی راہ نجات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسے شیلاپ کی بھی چنداں ضرورت نہیں ۔ ایک مختصر سا چوبی زینہ ان برقی حروف تک پہنچ رہا تھا ۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو ؟" شیلاپ نے پوچھا ۔

ایک اور منقوش معمہ کا حل !" سیم نے پیچھے مڑ کر مبہم الفاظ میں جواب دیا ۔

"بادِ خنک تیزی سے چل رہی تھی ۔ اس کے زبردست تھپیڑے اسے منجمد کر رہے تھے ۔ لیکن سیم ثابت قدمی سے تختہ سے چمٹا رہا ۔ حروف کے قریب پہنچ کر اس نے پھرتی سے کام شروع کر دیا ۔ روشن قمقموں کو بجھانے اور بجھے ہوئے قمقموں کو روشن کرنے میں وہ ہمہ تن مشغول تھا ۔ یہ سب کام کمال صفائی اور پھرتی سے ہو رہا تھا ۔ جب وہ سائن بورڈ سے نیچے اتر کر شیلاپ کے پاس آیا ۔ تو "اسٹرینڈ" کی طرف سے آنے والے شور و غل میں تغیر رونما ہو چکا تھا ۔ آواز نسبتاً زیادہ بلند اور کرخت تھی ۔" سیم نے جاسوس کی طرف پُر معنی نظروں سے دیکھا"

چند ہی منٹ بعد سیڑھیوں میں پاؤں کی کھٹا کھٹ کی آواز آئی ۔ دروازہ ٹھک سے چوپٹ کھلا ۔ اور ایک کانسٹیبل نمودار ہوا ۔ شیلاپ نے بڑی گھبراہٹ سے اس کا خیر مقدم کیا ۔

"جلدی کرو" شیلاپ نے کہا ۔ "آج رات چند بدمعاش سرقہ کیا چاہتے ہیں پہلے ہی بہت دیر ......!"

"میں جانتا ہوں" کانسٹیبل نے بات کاٹ کر کہا ۔ "ہم نے انہیں عین ہوٹل سے نکلتے وقت گرفتار کر لیا ۔ آپ کا اطلاعی نشان بروقت "اسٹرینڈ" کے نشیب و فراز میں دیکھا گیا ۔ "جاسوسوں کی گمشتی جماعت باہر کھڑی ہے ۔" ہم نے خیال کیا ۔ کہ ہوٹل میں دنگا فساد ہو گیا ۔ فی الحقیقت یہ چالاکی اپنی مثال آپ ہے قمقموں کو اپنی اپنی جگہ پہ لگا دو ۔ اس کے باعث تمام آمد و رفت رُکی ہوئی ہے"

"شیلاپ" اپنے دل ہی دل میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا ۔ آخر اس نے اپنے شانے سکیڑ کر اور کانسٹیبل سے نظریں ملا کر کہا ۔

میں نے ایسا نہیں کیا ۔ یہ کام اس چھوکرے کا ہے اسے منقوش معموں کے حل کا خبط ہو رہا تھا ۔ میں اسی تاک میں لگا رہتا تھا ۔

جب میں نے لفظ "ہوٹل" کی واؤ اور ٹ کے قمقموں کو اترتے دیکھا۔ اور باقی حرف "ہ۔ل" رہ گیا۔ تو میں نے خیال کیا کہ چھوکرا دیوانہ ہوگیا ہے۔ لیکن جب اس نے لفظ "پیریس" میں یائے اول کو گل کیا۔ اور سوائے "پ" کے باقی تمام حروف گل کر دیئے تو میں سمجھ گیا کہ اس نے لفظ ہیلپ (Help) یعنی مدد بنایا ہے۔"

"جم شیلاپ" نے سلسلہ کلام ختم کرتے ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک اخبار نکال کر اس سے ایک منقوش معمّہ کو تہ کیا۔ اور سنجیدگی سے سیم پکل کے حوالے کیا۔

"یہ اس معمّہ کے عوض میں ہے جو میں نے چاک کر دیا تھا" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جب موقعہ ملے۔ اسے حل کرو۔ اپنی ملازمت کا خیال نہ کرو۔ میں ہوٹل کے مالک کو آگاہ کر دونگا۔ اور بتا دونگا۔ کہ تم محض معمّہ حل کرنے والے نادان چھوکرے نہیں ہو۔ بلکہ بدمعاشوں کے پکڑنے اور کیفر کردار کو پہنچانے والی سب سے بڑی مشین ہو۔ ایسی مشین جس کا جواب حلقۂ سٹرینڈ کی پولیس میں ملنا ناممکن ہے.......!

(خاص) —— سعادت ——

رسالہ افسانہ لاہور

کا

انگریزی ادبیات نمبر

"افسانہ" کے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ مغربی ادبیات کی چھان پھٹک کے بعد ان کا نچوڑ تین یا چار نمبروں میں اردو دان حضرات کے سامنے پیش کیا جائے۔ انگریزی میں اس قسم کے مجموعے کثرت سے شایع ہوئے ہیں۔ اور نہایت قدر کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں لیکن اردو صحافت میں یہ ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا پہلا نمبر انگریزی ادبیات کے انتخاب پر مشتمل ہوگا جس میں امریکہ اور انگلستان کے پرانے مصنفین مثلاً جارج میریڈتھ (George Meredith) ایڈگر ایلن پو (Edgar Allan Poe) چارلز ڈکنز (Charles Dickens) وغیرہ کے علاوہ بیسویں صدی کے بہترین مصنفین مثلاً ڈی۔ ایچ لارنس (D.H. Lawrence) جیمز جائیس (James Joyce)، ٹامس ہارڈی (Thomas Hardy) جان گالزوردی (John Galsworthy) ہنری جیمز (Henry James) جوزف کانریڈ (Joseph Conrad)، فورڈ میڈاکس ہیوفر (Ford Madox Hueffer) ورجینیا وولف (Mrs. Virginia Woolf) ایچ جی۔ ویلز (H.G. Wells) ڈبلیو۔ بی۔ ییٹز (W. B. Yeats) جارج برنرڈ شا (George Bernard Shaw) آرنلڈ بینیٹ (Arnold Bennett) جی۔ کے چیسٹرٹن۔ آلڈوس ہکسلے (Aldous Huxley) سر جیمز بیری (Sir James Barrie) سوزن گلیسپیل (Susan

(Glaspell) ویلنٹائن ڈوبرے (Valentine Dobrée) او ہنری (O. Henry) سٹیون لیکاک (Stephen Leacock) مارک ٹوین (Mark Twain) کیتھرین مینسفیلڈ (Katherine Mansfield) مائیکل آرلن (Michael Arlen) اور یوجین او نیل (Eugene O'Neill) وغیرہم کے تراجم ہوں گے۔ اس سلسلہ میں یہ کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ کارکنان "افسانہ" کی یہ کوشش ہوگی۔ کہ ہر تحریر جو اس مجموعہ میں شامل کی جاوے۔ وہ انداز تحریر اور علو فکر یا کسی اور اعتبار سے مصنف کی دوسری تمام تحریروں سے ایک جداگانہ شان رکھتی ہے۔ تاکہ قارئین کرام انگریزی افسانوی اور ڈرامیائی ادب کے تمام نازک اور نفیس پہلوؤں سے واقف ہو جاویں۔ چنانچہ جائیس اور اونیل جیسے حقیقت نگاروں سے لیکر چیسٹرٹن، ہنری، ڈوبرے اور ویلز جیسے رومانوی اور تخئیلی مصنفین کے تراجم ایک ترتیب خاص سے پیش کئے جاویں گے جس سے انگریزی ادب کے مختلف رجحانات کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکے۔ وہ اثرات بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی جاوے گی۔ جو جنگ عظیم کا نتیجہ ہیں۔

قارئین کرام اس خبر کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔ کہ انگلستان کے مشہور ادیب اور طباع افسانہ نویس آرنلڈ بینٹ کی رفیقۂ حیات نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اس نمبر کے لئے اپنے عالی مرتبت شوہر کی ایک مختصر سوانحعمری عطا فرماویں گی۔ توقع ہے۔ کہ افسانہ عصر حاضر کے تمام بڑے بڑے ادیبوں اور افسانہ نویسوں سے پیغامات اور مضامین حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔

اس نمبر کے لئے منصور احمد صاحب ایڈیٹر "ادبی دنیا" جناب ہادی حسین صاحب ایم۔ اے۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ سید نذیر نیازی صاحب۔ سید احمد شاہ صاحب بخاری پطرس، حکیم احمد شجاع صاحب، میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) کے تعاون اور مشورہ سے کام شروع کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عابد حسین، ڈاکٹر یوسف حسین ڈی لٹ، پروفیسر عبد الحق، پروفیسر عبد القادر سروری، پروفیسر غلام محی الدین زور، مسٹر رام بابو سکسینہ، مرزا احسان احمد، مرزا رشید احمد صدیقی، پروفیسر ظفر الاحسن، سید امتیاز علی تاج، منشی پریم چند، اور مولینا عبد المجید سالک سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔

اس نمبر میں انگریزی آرٹ کی بعض نہایت نفیس اور معیاری تصاویر اور چند ایک مشہور مصنفین اور مترجمین کے فوٹو بھی شایع کئے جاویں گے۔

یہ مجموعہ جو اس کاوش اور محنت سے تیار ہوگا۔ عام ناظرین کو دو روپیہ (عہ) میں اور ناظرین افسانہ کو ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ) میں دستیاب ہوگا۔ صرف اتنی کاپیاں چھاپی جاویں گی جتنے آرڈر پہلے سے موصول ہو جاویں۔

نوٹ: اس اعلان کی کتابت کے تین روز بعد مسز آرنلڈ بینٹ نے اپنا مضمون بھیجدیا۔ اور انگلستان سے چند ایک اور مصنفین نے تھوڑے ہی عرصہ تک مضامین بھیجنے کے وعدے کئے Prince D.S. Mirsky لکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک مضمون "روسی ادبیات کا بیسویں صدی کے انگریزی ادبیات پر اثر" جلد بھیجنے کی کوشش کریں گے۔ انگلستان کے اور بھی بہت سے نامی نقادوں سے تنقیدی مضامین کی توقع ہے۔

کُتّا

(خاص برائے افسانہ)

کمرے میں ہمیں دونوں ہیں، میرا کُتّا اور میں .... باہر ایک خوفناک طوفان کا شور و غُل برپا ہے۔

کتا میرے سامنے بیٹھا ہے۔ اور ٹکٹکی باندھے میری طرف دیکھ رہا ہے۔ اور میں بھی اس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ گونگا ہے، الفاظ سے محروم، وہ اپنے آپ کو نہیں سمجھتا لیکن میں اسکو سمجھتا ہوں میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس وقت اس میں اور مجھ میں ایک ہی احساس کارفرما ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہم ایک ہیں یا ہم میں سے ہر ایک کے اندر ایک ہی لرزتا ہوا شعلہ روشن ہے۔

موت اپنے سرد اور وسیع پروں کی ایک ہی جنبش سے نیچے آ اُترتی ہے .... اور انجام آ پہنچتا ہے۔

پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہم دونوں کے اندر ایک ہی شعلہ روشن نہ تھا۔ ہاں ہم جو ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حیوان اور انسان نہیں ہیں .... یہ آنکھیں ہم رُتبہ ہستیوں کی آنکھیں ہیں، یہ آنکھیں جو ایک دوسرے پر جمی ہوئی ہیں۔ اور دونوں ہستیوں میں، حیوان میں، اور انسان میں ایک ہی زندگی ہے۔ جو طوفان سے خائف ہو کر دوسرے کی طرف بڑھ رہی ہے۔

(ایوان تُرگینیف) ～～～～～～～～ (منصور احمد)

بچپن کا افسانہ!

(از مس حجاب اسمٰعیل!)

ع "وہ گلیاں یاد آتی ہیں لڑکپن جس میں گذرا ہے"!

آہ وُہ دن!!

اک دفعہ پُرانے کاغذات میں اک ایسے شخص کی تصویر نکل آئی ہے جسے دیکھ کر دل میں اک ہُوک سی اُٹھی۔ بچپن کی بھولی بسری باتیں یاد آگئیں۔ اور گئے گذرے زمانے کے مناظر آنکھوں میں پھرنے لگے۔ آہ! یادِ ایام!!

آہ! آج بھی اپنے استادِ ذی احتشام اور پُرانے مہربان سر جیمز داکر کا خیال آتا ہے، تو دل پر عجب افسردگی مُسلّط ہو جاتی ہے اور طبیعت آہیں بھرنے کو چاہتی ہے۔ گو بفضلِ خدا آج بھی سر جیمز داکر اِس دُنیا میں اُسی طرح موجود ہیں جس طرح وہ پہلے تھے پر افسوس!! سمندر شیطان کی طرح ہمارے درمیان کھڑا ہے۔ اور ہم دائمی طور پر بچھڑ کر گویا اک دُوسرے کیلئے جیتے جی مر گئے ہیں کتابِ زندگی کے گذشتہ اوراق پر نظر پڑتی ہے تو عجب دلچسپ اسد ومانٹک واقعات اسکے ہر صفحہ پر مرقوم نظر آتے ہیں۔

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اک دفعہ میں گرمیاں گذار کر "اُودے پہاڑ" سے واپس آئی تھی تو سر جیمز داکر نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں "حقوقِ نسواں" کی مخالفت میں اک مُدلّل مضمون لکھوں جسے وُہ اپنے "کالج میگزین" میں چھاپیں گے۔ اسمیں دورِ حاضرہ کی عورتوں کی زیادتیاں مردوں پر" اور "عورتوں کی بے حد آزادی معاشری زندگی میں" کے دو اہم موضوع بھی شامل کرنے کی تاکید فرمائی تھی یہ سُننے کی دیر تھی۔ کہ میں نے اک غُصیلے طوطے کی طرح گردن پھیر لی۔ اور نفرت کے انداز میں جواب صاف صاف دیدیا "آہ! اب ایسے بے تکلف غُصیلے جملے کس سے کہے جائینگے! اور بھلا ہم کہیں بھی تو انہیں کون برداشت کریگا" واہ! کیا میں دیوانی ہُوں؟ جو آپ کے کہنے پر ایسا بیہودہ مضمون لکھکر سب کی ہدفِ ملامت بنوں۔ اور اپنے پاؤں پر آپ کُلھاڑی ماروں؟ نہیں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا! یہ مجھ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب ہمارے اُستاد سہی، سرپرست سہی، رہنما سہی۔ مگر یہ کام مجھ سے نہیں ہونے کا۔ نہیں نہیں۔ اور زیادتیاں؟ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ میں پُوچھتی ہُوں جناب کی اس سے مراد کیا ہے؟ کیا ہم عورتیں اس دُنیا میں صرف ظلم و ستم سہنے کیلئے پیدا کی گئی ہیں؟ اور کیا قیدیوں کی سی زندگی ہمارے لیئے قدرت نے مقرر کی ہے؟ اور کیا ——— اور کیا ———"

میں کچھ اور بھی کہنے والی تھی کہ ہمارے اُستاد کو غُصّہ آگیا۔ مگر اُن کی شاگرد کو اُن سے زیادہ غُصّہ آیا تھا اس لیئے آپ مُنہ لٹکائے اک موٹا سا اطالوی سگار اپنے موٹے موٹے لبوں میں اٹکائے واپس چلے گئے۔ آہ انکی فرنچ کٹ ڈاڑھی! وہ اب تک مجھے یاد ہے۔ کچھ دیر میں ان کی پُشت کیطرف دیکھتی رہی پھر مسکرا کر اک شعر گاتی ہُوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

آہ! وہ دن گذر گئے! وہ بیفکری کا زمانہ چلا گیا۔ اب ذرا تفریحاً مذاق کرنے کو بھی دل چاہتا ہے تو کوئی ایسا صابر انسان نظر نہیں آتا۔ جو ہمارے مذاق کا متحمل ہو۔ اک مجھی پر کیا منحصر ہے؟ مرے تمام ساتھیوں کو اپنے قدیم پیارے مہربان کی یاد تڑپا تڑپا دیتی ہے۔ ؎

"آہ وہ ایامِ دل کش واپس آ سکتے نہیں
اور ہم کھوئی ہوئی خوشیوں کو پا سکتے نہیں

طفلی و عہدِ مسرت! ہائے طفلی اب کہاں!
ہم کہاں اور اُسے درو دیوارِ مکتب تو کہاں!
ساتھ کے کھیلے ہوئے وہ آشنایانِ عزیز
یاد جنکی اب بھی ہے زحمت دہِ جانِ حزیں
وہ کہاں اور ہم کہاں اسے گردشِ لیل و نہار
لے گئی تھی بہاتی آہ سیلِ روزگار!
زندگی خود موسمِ گل تھی بہار آمیز تھی
انبساط افزا۔ دلآویز و نشاط انگیز تھی
کس کو مل سکتے ہیں پھر لے مدرسہ طفلی کے دن!
خواب نوشیں کی وہ باتیں اور بےفکری کے دن"

مجھے پچھلے سالوں کی کہانی اب تک یاد ہے۔ اوس صبح طوفان آگیا تھا۔ شوراک کے پہاڑوں کی سردیوں سے کون واقف نہیں؟ اور وہ نومبر کا مہینہ تھا۔ خدا کی پناہ! دُنیا کے شمالی حصوں میں بھی اس غضب کی سردی نہ پڑتی ہوگی۔ جیسی ان ایام میں شوراک میں پڑتی ہے بس ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہم برف کے تودے میں گڑے ہوئے ہیں۔

مُوسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی، بادل پہاڑوں پر زور زور سے گرج رہے تھے اور وہ ہماری تعطیل کا دن تھا یعنی اُمید اور مُسرت کا دن! ہم میں سے اکثر کو حلق کے درد کی شکایت تھی۔ چنانچہ ہمارے نگراں مسز جیمز نے بورڈنگ کی تمام چھوٹی اور بڑی لڑکیوں کو اک بڑے سے لمبے ہال میں چھوڑ کر باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور تمام دن خاموشی سے اسی حال میں گذار دینے کا حکم نافذ کیا تھا۔ اس نامعقول حکم کو سن کر سب کی سب لڑکیاں ناک بھوں چڑھا کر ہال میں آ گئیں۔

تھوڑی دیر اک دلگداز آواز میں سب ملکر روتی رہیں۔ جیمز و اگر کو بد دُعائیں دیں۔ اور جو ذرا زیادہ سرکش اور شوخ واقع ہوئی تھیں وہ تو جیمز کو "بُوڑھا گیدڑ" "جنگلی کتا" "بےوقوف گرمچھ" جیسے گستاخ ناموں سے یاد کرنے لگیں۔ پھر جب سنبھلیں تو خوب سنبھلیں۔ آتش دان کے پاس اونچی اونچی خوبصورت اطالوی کرسیوں پر چڑھ بیٹھیں۔ بے ڈنڈی کی پیالیوں میں قہوہ پیتے ہوئے تاش کھیلنے میں مصروف ہوئیں۔

اگرچہ یہ دلچسپ مشغلہ اوس سرد و تاریک دن کیلئے نہایت موزوں تھا۔ لیکن ہم بڑی جدت پسند تھیں۔ یکسانیت سے بہت جلد یکسانی تسلسل سے اکتا جانے والی۔ اس کے بعد تاش موقوف ہوگیا۔ اب کوئی لڑکی دریچے میں بیٹھی بیٹھی گا رہی ہے تو دوسری کوئی سوئی ہوئی بلی کی گوشمالی میں مشغول ہے اور کوئی جناب واکر کی چال کی نقل اُتار رہی ہے۔

دفعتاً نچلی منزل سے گھنٹی کی خوشگوار آواز آئی۔ بس پھر کیا تھا؟ سب کی سب شدت مسرت سے ناچنے لگیں۔ آہ! وہ دوپہر کے کھانے کی گھنٹی کیساتھ ہی ہمارے ناچ کی آواز آج بھی اتنی مدت بعد میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

سب نے جلد جلد لمبے لمبے فرکوٹ اور ریشمی دستانے پہن لئے۔ اور نچلی منزل کے طعام خانے کی طرف چلیں۔ اثنائے راہ میں اک لمبا سا جاپانی دریچہ کھلا ہوا نظر پڑا۔ سب زینے سے کود کود کر دریچے کی طرف باہر جھانکنے کیلئے بھاگنے لگیں۔

یہ شور و غل سن کر بڑھی منتظم خانہ مادام فیسان اپنی اُودے شیشے کی عینک ناک پر رکھے بڑے بڑے دیدوں سے عین ہال کے چینل سے جھانک کر دیکھنے لگی۔ غصے سے اس بڑھی گھلے کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور ہمیں اسکی شکل سے قلبی نفرت تھی۔

ہم نے اس سے صاف کہہ دیا "آج ہم کو بھوک نہیں ہے" ہمارا کھانا مسز جیمز کے "ہاؤنڈس" (شکاری نسل کے کتوں) کو ڈال دو۔ آج ہم

تفریح میں دن بسر کرینگے"

ابھی بوڑھی مادام فیساں ناک بھوں چڑھا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ہم اک لمحہ میں کاغذ کے پرزوں کی طرح منتشر و غائب ہوگئیں۔ آہ! وہ دن! صبح سے اک کمرے میں مقید رہ کر ہم بیچاریاں اکتا گئی تھیں۔ پہاڑی پھولوں کا ہم سب کو شوق تھا۔ اور ہم انہیں توڑ کر اپنے فراک کے پیس میں لگایا کرتی تھیں۔ ان پھولوں کا رنگ اور پہاڑی چوٹیوں کا منظر دیکھنے کیلئے ہم اودی اودی سمندری رنگ کی چھتریاں لگا لگا کر اس کھلے ہوئے دریچے پر سب کی سب ٹوٹ پڑیں لیکن دریچہ تھا اک! اور ہماری گردنیں تھیں پچاس! بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ تمام گردنیں اک ساتھ باہر نکلتیں! اور ادھر ہماری مسلسل یہ کوشش کہ اک ساتھ سب باہر کا منظر دیکھیں۔ اس جد و جہد میں کہیں لڑائی ہو گئی۔ لڑائی بھی وبائی چیز بھی گئی ہے چنانچہ سب آپس میں لڑنے لگیں۔ چھتریاں کھلنا۔ بند ہونا شروع ہوئیں۔ ہم میں جو چھوٹی لڑکیاں تھیں وہ بیچاری مظلومیت سے دریچے کی چوکھٹ پر چڑھ بیٹھی تھیں۔ لیکن دو بڑی لڑکیوں میں زور کی لڑائی ہوئی۔ اور ہتھیار کا کام ان نیک بختوں نے چھتریوں سے لیا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ اک چھتری دریچے سے باہر باغ میں جا پڑی۔ لیکن او معبود! بلند آسمان!! تیری پناہ! کیا بتاؤں کہ وہ کہاں گری تھی؟ وہ ہمارے استاد سر جیمز واکر کے عریاں سر پر گری تھی۔ ویسے ہی وہ سر فطرتی طور پر بالوں سے معرّا تھا۔ اسپر چھتری! ستم ستم!!

ہم نے دریچے سے نیچے جھانکا تو واکر صاحب کھڑے تھے اور چھتری کی چوٹ کھا کر آگ بھبوکا ہو گئے تھے۔ ابھی آپ نے تبدیل لباس نہیں کیا تھا۔ ڈریسنگ گون پہن رکھا تھا۔ جس کے نیچے سے ان کے سفید عریاں پاؤں مصری سلیپرس میں دکھائی دے رہے تھے۔

ڈوتی نامی اک لڑکی نے کہا: "لڑکیو! جناب واکر کی شکل نہایت خطرناک ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہم سے انتقام لینے پر تل گئے ہیں"

اب کیا تھا؟ ہم میں سے ہر لڑکی دبے پاؤں دریچے تک جاتی، نیچے جھانکتی، اور پھر لبوں پر دو انگلیاں رکھ کر ڈرتی، مسکراتی، ابرو چڑھاتی ہوئی واپس آجاتی۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، تجویزیں سوچی جا رہی تھیں۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے!

میں بچپن میں بڑی صائب الرائے تھی (اور یقیناً اب تک ہوں) چنانچہ میں نے نہایت سنجیدہ چہرہ بنا کر ان لڑکیوں سے کہا:۔

"چلو ہم سب باغ کے اندر ہے کنوئیں میں اتر جائیں۔ سر جیمز کی نظر وہاں تک تو یقیناً نہیں پہنچ سکتی"

باغ کے مشرقی حصے میں، اک خشک کنواں رہتا تھا۔ اب استاد کے خطرناک انتقام سے بچنے کیلئے ہم نے اسی کنوئیں کو منتخب کیا۔ ہم زینے سے دبے پاؤں اتر اتر کر باغ کی طرف بھاگنے لگیں۔ مگر یہاں بھی وہی مرحلہ درپیش تھا۔ یعنی کنواں چھوٹا تھا اور لڑکیاں زیادہ۔ خیر جو بچ رہی تھیں وہ جلد جلد میانہ قد درختوں پر چڑھ گئیں۔

باغ کا دروازہ اک بہت بڑی آواز کیساتھ کھلا۔ اور ہمارے پرنسپل صاحب ہاتھ میں اک لمبا سا بانس لئے باغ میں رونق افروز ہوئے صاف ظاہر تھا ہمارے تعاقب میں تشریف لا رہے تھے اور یہ بانس ہم سے انتقام لینے کا آلہ تھا۔

اک بیچاری لڑکی صوفی نے، جو نہ کنوئیں میں اتر سکی تھی نہ درخت پر چڑھ سکتی تھی۔ جونہی انہیں آتے ہوئے دیکھا چیخیں مار کر رونے لگی اور ہاتھ ہی کہ رہے "چچا جیمز! چچا واکر" کہتے اور لوٹنے لگی۔ اپنی ساتھی کی یہ بری حالت دیکھ کر باؤلی میں بیٹھے بیٹھے ہم پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ کنوئیں سے بھی جو دو چار درد انگیز آوازیں اٹھیں تو جناب واکر گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ پھر بانس لیکر ہمارے سروں پر آ دھمکے۔ اور ان کی بھدی آواز باغ میں اس طرح گونجنے لگی "یاد رکھو! یاد رکھو!! اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ احمق لڑکیاں! بے عقل لڑکیاں!۔۔۔ آؤ نکل کر کنوئیں سے باہر"

اتنا سننا تھا کہ ہم میں اک ہلچل مچ گئی۔ اب کیا کرنا چاہئے؟ کنوئیں سے زیادہ محفوظ اور کونسی جگہ ہو گی؟ دل چاہتا تھا سمندر میں ڈوب مریں۔ پہاڑوں سے سر ٹکرا کر خودکشی کر لیں۔ اور نجات حاصل کریں۔ زندگی اس دن ہمیں اک وحشی بھیڑیا معلوم ہوتی تھی۔ اور ہم اپنی زندگی سے ڈر رہے تھے۔ اوپر سر جیمز واکر جھانک رہے تھے اور نیچے ہم میں اک گڑبڑ مچی ہوئی تھی کہ اب کہاں چھپیں! کچھ نہ پوچھئے نہیں کہ کیا عالم تھا!

اوس وقت کا منظر۔ اور ہمارے دلوں کی حالت اب بھی جب یاد آتی ہے تو بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔
ایک لمبی لڑکی فیروزہ جو ہمارے دہشت کے کنوئیں سے نکل بھاگنے پر بالکل تُل گئی تھی دفعتہً جو اُٹھ کر باہر نکلی، تو اس کا سر سرجیمز واکر کی ناک سے اس زور سے ٹکرایا کہ قریب تھا کہ استادِ ذی اِحتشام کے نکسیر پھوٹ نکلتی۔ چوٹ کے لگتے ہی بانس ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے ہم پر گرا کہ ہمیں یقین ہو گیا آج گردنیں ٹوٹ جائینگی۔ اور سب ایک ساتھ شہید ہو جائینگے۔
ہم میں سے اکثر کو واکر صاحب سے کافی محبت اور لگاؤ تھا۔ اور بھلا کیونکر نہ ہوتا؟ جبکہ بچپن سے ان کے زیرِ تربیت پرورش پا رہی تھیں۔ پھر سر جیمز کی ہم میں سے اکثر کے والدین سے بڑی گہری دوستی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں ان سے ایک اُنس پیدا ہو گیا تھا۔ تاہم نفرت بھی کچھ کم نہ تھی۔ جن لڑکیوں کو انہوں نے بہت چھوٹی سی عمر میں لے کر پرورش کیا تھا وہ سب انہیں "چچا" کہا کرتی تھیں اور کبھی کبھی غصے کے موقعوں اور نفرت کے عالم میں "سر جیمز" کہدینے سے بھی دریغ نہ کرتی تھیں۔ اب جو ان کی ناک کو بُری طرح چوٹ لگی، تو ہم کو شدید رنج ہوا۔ جلد جلد کنوئیں سے باہر نکل آئیں۔ اور نہایت اِنکسار اور مظلومیت سے جُھک جُھک کر باری باری مزاج پُرسی کرنے لگیں بعض لڑکیاں تو رونے لگیں۔ مگر آپ کا پارۂ حرارت بہت ہی اوپر پہنچ چکا تھا۔ بھلا ممکن تھا کہ چھتری والے حادثے کو وہ اس قدر آسانی سے بھلا دیتے!
اس پر طرہ۔ اب ناک کی ٹریجیڈی! سمندِ ناز پر اک اور تازیانہ ہوا۔
ناک کو آیوڈین لگا لینے کی دیر تھی کہ نہایت گھبرانے والی آواز میں فرمایا "اس سرد موسم میں تم لوگوں کو کھیل تماشوں کی سوجھی؟ تماشا ختم ہو گیا نا؟ ——؟ یہ تو محض میری مہربانی تھی کہ آج تعطیل کا دن تمہیں بیکار ہال میں گذارنے کو کہا تھا مگر اب چلو! —— باغ میں خوب کام کرو۔ تم لوگ اسی کے قابل ہو۔ یہی تم لوگوں کی سزا ہے۔ سزا!! سرکش ہستیاں!"
یہ سزا سُن کر ہم سب کی سب زیرِ لب متبسم ہو گئیں۔ ایک دُوسرے کو دل ہی دل میں مبارکباد دے رہی تھیں کہ جس کو وہ سزا سمجھ رہے تھے انہیں کیا خبر وہ ان کے دشمنوں کا دلپسند کھیل ہے۔ یعنی باغبانی!!!
اب ہم سب اپنے اپنے کمروں میں جا کر باغبانی کے مٹیالے رنگ کے جوتے اور دُھوپ کی سفید سفید ٹوپیاں پہنے تعمیلِ حکم کیلئے دل ہی دل میں نہایت خوش خوش اور بظاہر رنجیدہ اور مسکین باغ میں اُتر آئیں۔ بارش تھم چکی تھی۔ نیلگوں کا مدہم آفتاب دھندلے آسمان پر موم بتی کے شعلے کی طرح ہلکا ہلکا چمک رہا تھا۔ آپ بھی تبدیلِ لباس کے بعد ہم سب پر اپنا رُعب بٹھانے کی غرض سے نہایت شاہانہ انداز میں ہیں، ایک ہاتھ پتلون کی جیب میں ڈالے۔ دُوسرے میں کتاب "باغبانی" لیئے۔ مُنہ میں پائپ دبائے نہایت تزک و احتشام سے باغ میں رونق افروز ہوئے۔ ہم سب سامنے کام کر رہی تھیں۔ کبھی دو لڑکیاں ایک دُوسرے کے قریب ہوتیں۔ تو سر جیمز کی ناک کو دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آجاتی۔ اور جب ہم ہنسی کو ضبط کئے آپ کی کُرسی کے پیچھے سے نکل جاتیں تو آپ اپنی نیلی نیلی آنکھوں کو ضرورت سے زیادہ گھما کر ہم کو گھور گھور کر مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگ جاتے اور بڑی کرخت آواز میں پُوچھتے:۔ "اور اب ہنسی کیوں آرہی ہے؟" یہ کہکر اپنی ناک کو ذرا چھو لیتے۔ اس سوال اور اس حرکت پر ہنسی کو برداشت کر لینا واللہ ہمارا ہی کام تھا۔ رُومال مُنہ پر رکھے۔ ہاتھ پیچھے باندھے ہم آپ کے آگے کھڑی ہوتیں۔
پھر باغبانی شروع ہو گئی۔ اب کوئی لڑکی جگ میں جلد جلد پانی لا رہی ہے تو کوئی پودوں کو نہلا رہی ہے۔ کوئی اطراف کی جنگلی گھاس جُھک جُھک کر اُکھیڑ رہی ہے۔ میں جُھک کر سر جیمز کے پاؤں کے قریب والے نرگس کے پودے کو پانی دے رہی تھی کہ بدقسمتی سے میری نظر آپ کے کوٹ کے بٹن پر پڑی۔
میں فوراً بول اُٹھی:۔ "جناب! جناب! آپ کا بٹن کھل گیا ہے"۔
"ذرا ادھر لگا تو دوں"۔ آپ نے فرمایا "اچھا اچھا" یہ کہکر میں لگانے لگی۔

میں بچپن سے دیکھتی آئی تھی کہ آپکی ناک آگے کو جھکی ہوئی تھی۔ اسی لئے اکثر دبے ہوئے الفاظ نکلتے تھے خصوصاً صبح اور شام کے وقت۔ اس پر مستزاد آج کی چوٹ! جسنے سونے پہ سہاگے کا کام کر دکھایا تھا۔

میں بٹن لگا ہی رہی تھی کہ اتفاقیہ وہ مرے ہاتھ میں آگیا۔ اور میں نے اس کو چچا کی نظر بچا کر الگ اک کیاری میں پھینک دیا۔ اور نہایت مظلومیت آمیز سراسیمگی سے پوچھنے لگی "ایں! یہ بٹن کہاں گیا؟"

بوڑھے سر جیمز کو غصّہ آگیا کہنے لگے "کھا گئی ہوگی!"

میں نے جواباً عرض کیا "کھانے کی چیز ہوتی تو بے شک کھا لیتی"۔

اک چھوٹی سی بھولی بھالی لڑکی نے چپکے سے جھک کر فوراً بٹن اٹھا لیا۔ اور اس کو چچا کی نظر بچا کر منہ میں رکھ لیا۔ مجھے تو ہنسی آگئی دوسری لڑکیاں بھی سمجھ گئیں کہ کھا لینے کا ذکر سُن کر چھوٹی لڑکی نے اس کو شکر کا بٹن سمجھ لیا ہے۔ کیونکہ گذشتہ ہی ہفتہ سُلطان کے اک بیٹے نے جو بغرض سیاحت ادہر آیا تھا، مدرسے کی چھوٹی لڑکیوں کے لئے شکر کی بالکل ایسی ہی ٹکیاں بھجوائیں اور وہ ٹکیاں چھوٹی کیا، ہم بڑی لڑکیاں بھی نہایت مزے سے ہفتہ بھر کھاتی رہیں۔

وہ دن اور آج کا دن! آہ وقت کیسی تیزی سے نکل جاتا ہے لمحے کیسی جلدی، گھنٹوں، دنوں، مہینوں، اور پھر سالوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں! اب نہ وہ دن ہی لوٹ کر آسکتے ہیں، نہ وہ بچپنے کی بیفکری! کبھی کبھی دلکش یاد کسی بھولے بسرے خواب کی طرح حافظے میں سما جاتی ہے۔ اور رُوح گھنٹوں سرنگوں بیٹھی رہتی ہے۔ آہ! یاد! ستم انگیز یاد! ~

نالوں میں بلبلوں کے اب بھی اثر وُہی ہے
سُورج وُہی ہے دن کو، شب کو قمر وُہی ہے
پر تیرے دم سے طفلی! تھا لُطف زندگانی
میں غم زدہ سُناؤں غم کی کسے کہانی؟
تو ہی نہیں رہا جب، اے غمگسار بچپن
کھویا گیا کہاں تو، تیرے نثار بچپن!

(روسی معجز نگار اینٹن چیخوف کے قلم سے)

مترجمہ

جلیل احمد صاحب قدوائی بی۔اے

گرگیوری کے ہاں سے ایک شخص کتاب مانگنے آیا تھا۔ مگر میں نے کہدیا۔ کہ آپ مکان پر نہیں ہیں۔ چٹھی رسان ایک اخبار اور دو خطوط دے گیا ہے۔ اور ہاں، یوگنی پٹر و وچ "مجھے آپ سے کہنا ہے۔ کہ آپ ذرا مسر یوژا سے بات کرلیں۔ آج اور پرسوں میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ سیگرٹ پیتا ہے۔ جب میں نے اسے ٹوکا حسب معمول اس نے کانوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔ اور میری آواز دبانے کے لئے زور زور سے اس نے گانا شروع کیا۔

یوگنی پٹر و وچ ! بائکففکی ایک سرکٹ کورٹ کا پراسیکیوٹر، جو ابھی ابھی ایک مقدمہ کرکے آرہا تھا۔ اور اپنے مطالعہ کے کمرے میں آکے دستانے اتار رہا تھا۔ گورلنس کی شکایت سن کے اس کا منہ دیکھنے لگا۔ اور ہنسا۔

"سریوژا اور سیگرٹ ......" اس نے اپنے کاندھے ہلا کے کہا۔ "میں تصویر میں اسے سیگریٹ پیتے دیکھ رہا ہوں کیا عمر ہوگی اس کی؟"

سات سال، آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ لیکن اس عمر میں تمباکو نوشی بہت بُری عادت ہے۔ اور بری عادتیں شروع ہی میں چھڑا دینی چاہئیں"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اور اسے تمباکو مل کہاں سے جاتا ہے"

"آپ کی میز کی دراز سے نکال لیتا ہے"

اچھا! یہ بات ہے۔ تو اسے میرے پاس بھیجد یجئے"

گورلنس کمرے کے باہر چلی گئی۔ تو بائکففکی لکھنے کی میز کے سامنے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اور سوچ میں پڑگیا۔ وہ ایک تصویر سامنے لایا جس میں اس کا سریوژا ایک بڑا کوئی ایک گز لمبا سگار منہ میں دبائے تھا۔ اور اس کے چاروں طرف تمباکو کے دھوئیں کے بادل تھے۔ اور اس تصویر پر اسے ہنسی آگئی۔ اسی کے ساتھ گورلنس کے سنجیدہ چہرے کے خیال نے اسے وہ پرانا زمانہ یاد دلایا۔ جب تمباکو پینے کی خبر استادوں اور والدین میں ایک ناقابل بیان خوف اور فکر پیدا کردیتی تھی۔ لڑکے بے رحمی کے ساتھ پیٹے جاتے تھے۔ اور اسکول سے نکال دیئے جاتے تھے۔ اور سگریٹ پینے کے جرم میں ان کی زندگی تباہ کردی جاتی تھی۔ ہرچند کہ ایک باپ یا ایک استاد بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ کہ دراصل سگریٹ پینے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ بڑے بڑے سمجھدار لوگ اس برائی کو جسے وہ خود بھی طرح نہیں سمجھتے

تھے۔ نفرین کرنے اور شور مچانے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یوگنی پیڑ ودرچ کو ایک ہیڈ ماسٹر یاد تھا۔ جو اعلیٰ درجہ کا تعلیمیافتہ شفیق اور نیک مزاج ہونے کے باوجود ایک طالب علم کو سگریٹ پیتے سُن کے فوراً زرد پڑ گیا تھا۔ اور اس نے ایک استادوں کی کمیٹی خاص اسی کام کے لئے مقرر کی تھی۔ کہ وہ لڑکوں کو سگریٹ پیتے پکڑے۔ اور اس لڑکے کو مدرسہ سے نکال دیا تھا۔ یہ شاید سماجی زندگی کا ایک قانون تھا۔ جتنا کم برائی کو سمجھ سکو۔ اس قدر زیادہ بڑا کہو۔

پر اسیکیوٹر کو دو تین لڑکوں کی مثالیں بھی یاد تھیں۔ جو مدرسہ سے نکال دیئے گئے تھے۔ اور ان کی زندگی ابتر ہو گئی تھی۔ وہ یہ خیال کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اکثر سزا خود جرم کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مضرت رساں ہوتی ہے۔......

اور اسی قسم کے خیالات جو ایک تھکے ہوئے دماغ میں جب اسے راحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آتے ہیں پیڑودرچ کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خیالات کہاں سے اور کیوں آتے ہیں۔ وہ دماغ میں دیر تک نہیں رہتے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسکی سطح پر بغیر ڈوبے ہوئے بغیر اندر اترے ہوئے تیر رہے ہیں۔ جن لوگوں کو متواتر کئی کئی گھنٹے، کبھی کئی کئی دن سخت محنت کے کام کرتے پڑتے ہیں۔ جو ایک ہی خیال اور دھن میں لگے رہتے ہیں انہیں اس قسم کے بے قید و رواں خیالات ایک طرح کا سکون بخشتے ہیں۔

شام کے آٹھ اور نو کا درمیانی وقت تھا۔ چھت پر اوپر کی منزل میں کوئی چہل قدمی کر رہا تھا۔ اور اس سے بھی اوپر والی منزل میں چار آدمی تاش کھیل رہے تھے۔ اور ان کے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس کے کمرے کے کچھ فاصلہ پر دوسرے کمرے میں گورنس اور سرلوژا کی باتوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"ابا۔ آ۔ جان آن آ گئے! بچہ چلایا" ابا۔ با۔ با۔ ابا جان آ گئے!"

"ہاں، آ گئے ہیں" گورنس نے کہا۔ "ابا جان تمہیں یاد کر رہے ہیں!"

"مگر مجھے اس سے کیا کہنا چاہیئے۔" یوگنی پیڑودرچ غور کر رہا تھا۔"

لیکن قبل اس کے کہ وہ سوچ سکے۔ کہ لڑکے سے کیا کہے۔ سرلوژا، ایک سات سال کا لڑکا مطالعہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

وہ ایک بچہ تھا۔ جس کی جنس صرف اس کی پوشاک سے تمیز کی جا سکتی ہے۔ دبلا پتلا۔ سفید چہرے والا۔ ایک ناتواں بچہ جس کے چاروں طرف ہر چیز پر ایک نزاکت اور نرماہٹ تھی۔ اس کی حرکات، اس کے گھونگھریالے بال، اس کی آنکھوں کی نظریں، اس کی مخملی جیکٹ سب پر ایک نزاکت چھائی ہوئی تھی۔

"ابا جان! آداب!" اس نے باپ کے زانو پر چڑھ کے اور اسکی گردن کا پیار لے کے ایک نرم لہجہ میں کہا۔ "آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟"

"سنو سرجی یوریچ!" پر اسیکیوٹر نے اسے اپنے زانو سے ہٹاتے ہوئے اس سے کہا "پیار لینے سے پہلے ہمیں کچھ باتیں کرنا ہیں!" کچھ ضروری باتیں......... میں تم سے ناراض ہوں۔ اور اب سے تمہیں بالکل نہیں چاہتا۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ میرے بچے، میں تمہیں بالکل نہیں چاہتا۔ اور تم میرے بیٹے نہیں ہو۔"

سرلوژا نے غور سے اپنے باپ کو دیکھا۔ اس کے بعد دوسری طرف اپنی نگاہیں پھیر لیں۔ اور اپنے کاندھے ہلائے "میں نے کیا کیا، ابا جان؟" اس نے پریشان ہو کر اپنی پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا: "میں دن بھر آپ کے کمرے میں نہیں آیا۔ اور میں نے آپ کی کوئی چیز نہیں چھوئی ہے۔"

"نتالیا سمیونووناابھی ابھی مجھ سے شکایت کر رہی تھی۔ کہ تم تمباکو پیتے تھے۔۔۔۔ یہ خبر کہاں تک صحیح ہے؟ تم سیگرٹ پی رہے تھے؟"

"ہاں میں نے ایک دفعہ ضرور پی۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔۔"

اب تم دیکھتے ہو۔ تم جھوٹ بھی بول رہے ہو۔ پراسیکیوٹر نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ نتالیا سمیونووناسے تمہیں دو دفعہ سیگرٹ پیتے دیکھا۔ تو تم دیکھتے ہو۔ تم تین بُرے کام کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ سیگرٹ پینا، کسی دوسرے کا تمباکو چرانا اور جھوٹ بولنا، تین بُرے کام۔"

"ہاں ہاں سریوژا نے یاد کرکے کہا۔ اور اس کی آنکھیں مسکرائیں۔" یہ ٹھیک ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں نے دو دفعہ پی۔ آج اور آج سے پہلے۔"

تو دیکھا تم نے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ۔۔۔۔ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔۔۔۔ تم پہلے اچھے لڑکے تھے مگر اب میں دیکھتا ہوں تم خراب ہو گئے ہو اور ایک بُرے لڑکے ہو۔"

یوگنی پیٹرووچ نے سریوژا کا کالر ٹھیک کیا اور غور کیا۔

اور میں اس سے کیا کہوں۔"

ہاں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ کہیگا" میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ اول تو تمہیں تمباکو نہیں لینا چاہیئے جو تمہاری نہیں ہے۔ ہر شخص کو صرف اپنی چیز کے استعمال کرنے کا حق ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے کی چیز لیتا ہے۔۔۔۔ وہ بُرا آدمی ہے۔ (میں ٹھیک طور پر نہیں کہہ رہا ہوں" یوگنی پیٹرووچ نے خیال کیا) مثلاً نتالیا سمیونووناکے پاس ایک بکس ہے۔ جس میں اس کے کپڑے رکھے ہیں۔ وہ اس کا بکس ہے اور ہمیں۔۔۔۔ یعنی مجھے اور تمہیں۔۔۔۔ اسے نہیں چھونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ہمارا نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے نا؟ تمہارے پاس گھوڑے، کھلونے اور اتنی تصویریں ہیں۔۔۔۔ میں انہیں نہیں لیتا، لیتا ہوں؟ شاید میرا جی انہیں لینے کو چاہے لیکن۔۔۔۔ وہ میرے نہیں ہیں۔ بلکہ تمہارے ہیں!"

آپ لینا چاہیں تو انہیں لے لیجئے" سریوژا نے اپنی نظریں اُٹھا کے کہا" آپ شوق سے لے لیجئے، ابا جان، آپ ذرا تامل نہ کیجئے! آپ کی میز پر وہ زرد کتا میرا ہے۔ مگر مجھے اس کا کچھ خیال نہیں ہے۔ اسے وہیں رکھا رہنے دیجئے"

تم میری بات نہیں سمجھتے" بالک کی نے کہا" تم نے مجھے کتا دیدیا۔ اب وہ میرا ہے اور میں جو چاہوں کر دوں لیکن میں نے تمباکو نہیں دی تھی۔ تمباکو میری ہے (میں ٹھیک طرح نہیں سمجھا رہا ہوں" پراسیکیوٹر نے خیال کیا" یوں نہیں یوں نہیں!) اگر میں کسی دوسرے کی تمباکو لینا چاہوں۔ تو مجھے سب سے پہلے اجازت لینا چاہیئے"

آہستہ آہستہ ایک فقرے کے بعد دوسرا جوڑ کے اور استادوں کے لہجہ کی نقل اتار کے بالک کی نے اپنے لڑکے کو ملکیت اور قبضہ کے معنی سمجھانے کی کوشش کی۔ سریوژا اس کے سینے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور غور سے سنتا رہا (اسے شام کو ابا جان سے باتیں کرنے کا شوق تھا) پھر اس نے اپنی کہنی میز کے کونے پر ٹیک دی اور اپنی چھوٹی آنکھوں سے کاغذات اور قلمدان کو دیکھنا شروع کیا۔ اس کی نظریں میز کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتے لیتے گوند کی بوتل پر جا کے ٹھیر گئیں۔

ابا جان، گوند کیسے بنتا ہے؟" اس نے بوتل کو اٹھا کے اپنی آنکھوں کے پاس لاتے ہوئے اضطراری طور پر پوچھا۔

یانکفسکی نے بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی۔ اور اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا اور کہتا رہا۔

"دوسرے تم نے سگریٹ پی ...... یہ بہت بُرا ہے۔ گو میں سگریٹ پیتا ہوں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ تم پیو۔ میں پیتا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں۔ کہ یہ بہت بُرا ہے۔ میں اس کی وجہ سے اپنے کو الزام دیتا ہوں۔ اور خود کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہوں۔" (میں بھی کیا مضحکہ خیز اُستاد ہوں!" اس نے خیال کیا۔) "تمباکو تندرستی کے لئے سخت مُضر ہے۔ اور جو تمباکو پیتا ہے۔ وہ وقت سے پہلے مر جاتا ہے۔ تم جیسے لڑکوں کے لئے خاص طور پر مضر ہے۔ تمہارا سینہ کمزور ہے۔ تمہارے جسم میں ابھی پوری طاقت نہیں آئی۔ اور تمباکو پینے سے کمزور آدمیوں کو دق یا اور کوئی بیماری ہو جاتی ہے۔ چچا اگنٹ کو دق ہو گئی تھی۔ تمہیں معلوم ہے۔ اگر وہ سگریٹ نہ پیتے ہوتے تو شاید وہ آج زندہ ہوتے!"

سرتویژا نے غمگین نظروں سے لمپ کی طرف دیکھا۔ لمپ کے سائے کو اپنی انگلی سے چھوا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس بھری!

"چچا اگنٹ وایولن خوب بجایا کرتے تھے!" اس نے کہا۔ "ان کا وایولن اب گرینیا ہی کے کمرے میں ہے۔"

سرتویژا نے پھر اپنی کہنی میز کے ایک سرے پر ٹیک دی۔ اور وہ خیال میں ڈوب گیا۔ اس کے زرد چہرے پر ایک جمی ہوئی ٹھہری ہوئی کیفیت تھی، جیسے وہ اپنے جذبات میں غرق ہے۔ رنج اور خوف کی سی کیفیت اس کی بجھی ہوئی آنکھوں میں آگئی۔ غالب خیال ہے۔ کہ وہ اس وقت موت کا خیال کر رہا تھا۔ جو کچھ دن پہلے اس کی ماں اور چچا اگنٹ کو لے گئی تھی، موت اماؤں اور چچاؤں کو دوسری دنیا میں اُٹھا لیجاتی ہے۔ اور ان کی اولاد اور وایولن دنیا میں رہ جاتے ہیں۔ مرتے ہوئے کہیں آسمان پر ستاروں کے قریب رہتے ہیں۔ اور اور وہاں سے زمین والوں کو دیکھتے ہیں۔ کیا وہ جدائی برداشت کر لیتے ہیں؟

"میں اس سے کیا کہوں؟" یوگنی پیٹرووچ نے سوچا۔ "وہ میری نہیں سُن رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تو اپنے قصور کو اور نہ میری دلیلوں کو اہم سمجھتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ سب باتیں میں کیسے بٹھا دوں؟"

پراسیکیوٹر کھڑا ہو گیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔

"پہلے میرے زمانے میں یہ قصے بہت آسانی سے طے کر دیئے جاتے تھے۔" اس نے سوچا "جو لڑکا تمباکو پیتے پکڑا جاتا۔ وہ پیٹا جاتا تھا۔ جو بزدل اور کم ہمت ہوتے تھے، وہ واقعی ڈر کے سبب پینا چھوڑ دیتے تھے، کوئی جو ذرا زیادہ تیز اور ذہین ہوتا تھا، مار کے بعد تمباکو اپنے جوتوں میں چھپا کے لیجاتا تھا، اور کھیتوں میں پیتا تھا۔ جب کھیت میں پکڑے جاتے اور مارے جاتے تھے۔ تو دریا پر جا کے پیتے تھے، ...... یہاں تک کہ لڑکا بڑا ہو جاتا۔ میری ماں مجھے پیسے اور مٹھائیاں دیتی تھی، کہ سگریٹ نہ پیوں۔ اب یہ طریقہ غیر مہذب اور بے سُود سمجھا جاتا ہے۔ جدید اُستاد منطق پر زور دے کر کوشش کرتا ہے۔ کہ بچہ خوف سے یا انعام اور تحسین کے لالچ سے نہیں۔ بلکہ خود اعتمادی اور اپنی سمجھ سے اچھے اصول اختیار کرے۔"

وہ سوچتا ہوا ٹہل رہا تھا۔ اور سرتویژا میز کے اس پار رکھی ہوئی کرسی پر اپنی ٹانگوں کے ذریعہ چڑھ گیا۔ اور ڈرائنگ کھینچنے لگا۔ اس خیال سے کہ وہ سرکاری کاغذات یا روشنائی نہ خراب کرے۔ کچھ کٹے ہوئے سادے کاغذ اور ایک نیلی پنسل اس کے لئے میز پر رکھ دی گئی تھی!

"ماما آج ترکاری کاٹ رہی تھی، اور اس نے اپنی انگلی کاٹ لی" اس نے اپنے ایک چھوٹے مکان کی تصویر کھینچتے ہوئے اور اپنی نگاہیں گھماتے ہوئے کہا۔ "وہ اس قدر زور سے چلائی۔ کہ ہم سب ڈر گئے۔ اور باورچیخانے دوڑ گئی۔ بیچاری ماما! نتالیا سیمونوونا نے اس سے کہا۔ کہ ٹھنڈے پانی میں اپنی انگلی ڈال دے۔ لیکن اس نے اسے چوس لیا.......... اور اس نے ناپاک انگلی منہ میں رکھنا کیسے گوارا کیا۔ یہ بُری بات ہے، کیوں اباجان!"

اس کے بعد وہ بیان کرتا رہا۔ کہ دن کو جب وہ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک آدمی جھولا ڈالے۔ ایک لڑکی کو لئے پھاٹک کے اندر آیا تھا۔ اور لڑکی کا ناچ اور گانا ہوا تھا۔

"اس کے خیالات کی رو ہی جُدا ہے!" پراسیکیوٹر نے خیال کیا۔ "اس کے دماغ میں اس کے اپنے خیالات کی مختلف دنیا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کے نزدیک کون چیز اہم ہے۔ اور کون چیز غیر اہم!" اس کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اس کی زبان اور لہجہ کی نقل کرنا ہی کافی نہیں۔ اس کے نقطۂ نظر ہی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔ وہ مجھے بالکل اچھی طرح سمجھے گا۔ اگر میں تمباکو کے نقصان پر واقعی افسوس کروں۔ اگر میں رنجیدہ ہوں، اور رونے لگوں، یہی وجہ ہے۔ کہ بچہ کی تربیت میں کوئی شخص ماں کی جگہ نہیں لے سکتا۔ کیونکہ وہ محسوس کرتی ہے۔ رو سکتی ہے۔ اور بچہ کے ساتھ ہنس سکتی ہے۔ کوئی منطق اور دلیل کو لے کے کیا کرے۔ میں اسے کیا کہوں؟ کیا؟"

اور یوگنی پیٹرووچ کو یہ بات ذرا مضحکہ خیز اور عجیب معلوم ہوئی۔ کہ وہ ایک تجربہ کار ایڈووکیٹ جس نے اپنی نصف زندگی لوگوں کو دلیل کے ذریعے خاموش کرنے کی مشق میں اور انہیں سزائیں دلانے میں صرف کی تھی۔ یہاں بیکار محض تھا۔ اور انہیں سمجھ سکتا تھا کہ لڑکے سے کیا کہا جائے۔

"میں کہتا ہوں، عزت کی قسم کھاؤ کہ آئندہ سگرٹ نہ پیو گے۔" اس نے کہا۔

"عز۔ ز۔ ت کی قسم!" سیرلوژا نے پنسل پر زور دے کے اور تصویر پر جھک کے کہا۔ "عز ز۔ ت کی قسم!"

"کیا وہ سمجھتا ہے۔ کہ عزت کی قسم کسے کہتے ہیں؟" بائکفکی نے خود سے سوال کیا۔ "نہیں میں بھی کیا بے وقوف استاد ہوں۔ اگر کوئی سکول ماسٹر یا میرے قانون دانوں میں سے کوئی اس وقت میرے دماغ کے اندر جھانکے۔ تو وہ مجھے ایک کاٹھ کا اُلو سمجھے گا۔ اور بہت ممکن ہے مجھ پر بیجا مروّت اور طرفداری کا الزام لگائے۔ .... لیکن مدرسہ اور کچہری میں اس قسم کے قضئے گھر کے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسانی سے طے ہو جاتے ہیں۔ یہاں ان لوگوں سے سروکار ہوتا ہے۔ جن سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اور محبت قربانی چاہتی ہے۔ اور معاملات کو پُرپیچ بناتی ہے۔ اگر یہ لڑکا میرا بیٹا نہ ہوتا۔ بلکہ میرا شاگرد ہوتا۔ یا کوئی قیدی ہوتا جس پر مقدمہ چلایا جاتا تو میں اس قدر بزدل نہ ہوتا۔ اور میرے خیالات یوں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے نہ پھرتے!"

یوگنی پیٹرووچ میز کے پاس بیٹھ گیا۔ اور سیرلوژا کی بنائی ہوئی تصویروں میں سے ایک اس نے اپنی طرف کھینچی۔ اس میں ایک مکان تھا جس کی چھت ٹوٹی ہوئی تھی۔ اور دھواں تھا جو آتشدان کی چمنی سے بجلی کی چمک کی طرح ٹیڑھا ترچھا ہو کے کاغذ کے اوپر کے سرے تک پہنچتا تھا۔ مکان کے قریب ہی ایک سپاہی کھڑا تھا۔ جس کی آنکھوں کی جگہ نقطے بنا دیئے گئے تھے۔ اور وہ ایک بلم لئے تھا۔ جس کی شکل ۴ کے ہندسے کی طرح تھی۔

"آدمی مکان سے زیادہ لمبا نہیں ہوسکتا" پراسیکیوٹر نے کہا

سیرلوژا اپنے گھٹنوں پر کھڑا ہو گیا۔ اور کچھ دیر پہلو بدلتا رہا۔ تاکہ اپنی نشست آرام دہ بنا سکے۔

"نہیں ابا جان!" اس نے اپنی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ سپاہی کو چھوٹا بنائیں گے تو آپ اس کی آنکھیں نہیں دیکھ سکیں گے"

کیا وہ اس سے بحث کرے۔ اپنے لڑکے کے روزانہ مشاہدہ سے اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ وحشیوں کی طرح بچوں کے بھی آرٹ کے متعلق اپنے ذاتی نظریئے ہوتے ہیں۔ جو زیادہ عمر کے لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں۔ اگر غور سے اسکا مطالعہ کیا جاتا۔ تو سیرلوژا ایک معمر آدمی کو ایک معمولی قسم کا لڑکا معلوم ہوتا۔ اس نے آدمی کو مکان سے زیادہ لمبا بنانا اور پنسل کے خطوط میں نہ صرف مرئی، بلکہ غیر مرئی اشیا اور اپنے خیالات کو مرتسم کرنا اور شکل دینا ممکن اور ضروری سمجھا۔ مثلاً وہ گانوں اور نغموں کی آوازوں کو دھوئیں کی شکل میں نقطوں اور لکیروں کی طرح ایک سیٹی کو ایک دھاگے کی شکل میں بنائے گا۔ .... اس کے خیال میں آواز کا شکل اور رنگ میں

قریبی تعلق تھا۔ اور جب وہ خطوں کو رنگتا، نون کو زرد، تم کو سرخ، الف کو سیاہ رنگتا وغیرہ وغیرہ!
ڈرائنگ چھوڑ کے سرلوڑا نے پھر پہلو بدلے۔ ایک آرام دہ طریق پر بیٹھ کے وہ باپ کی داڑھی کی طرف متوجہ ہوا پہلے اس نے اسے ہوشیاری سے برابر کیا۔ پھر اس نے بالوں کو بیچ سے جدا کر کے گل موچھوں کی طرح ان میں کنگھی کرنی شروع کی۔
"اب آپ آنون سٹیپانو وچ کی طرح معلوم ہوتے ہیں" اس نے کہا! "اور ایک منٹ میں آپ ہمارے چوکیدار کی طرح ہو جائیں گے اباجان: یہ چوکیدار دروازے کے پاس کیوں کھڑے رہتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ چوروں کو اندر آنے سے روکیں"!
پراسیکیوٹر کو لڑکے کی سانس چہرے پر محسوس ہوئی۔ وہ برابر اس کے بال پتے گالوں سے چھوتا رہا تھا۔ اور اس کی روح میں سے ایک نرم لطیف احساس بیدار ہوا۔ ایسا لطیف گویا نہ صرف اس کے ہاتھ بلکہ اس کی پوری روح سرلوڑا کے مخملی جیکٹ پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے لڑکے کی بڑی سیاہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اسے معلوم ہوا۔ جیسے ان بڑی بڑی پتلیوں کے اندر سے اس کی ماں اور اس کی بیوی اور ہر چیز جسے اس سے محبت تھی۔ اسے جھانک رہی تھی۔
"اسے بھلا کوئی مارنے کا خیال کرے گا......!" اس کے دل سے لہر اٹھی۔ "اس کے لئے کیسے کوئی سزا تجویز کرے۔ چھوٹوں کی تربیت کیسے کوئی اپنے فرضے دے سکتا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ سادہ تر تھے۔ اور سوچتے کم تھے۔ اور اسی لئے معاملات جلد طے پا جاتے تھے۔ لیکن ہم سوچتے بہت ہیں۔ ہمیں منطق کھائے جاتی ہے......۔ جتنا زیادہ انسان مہذب اور تعلیم یافتہ ہے۔ اسی قدر زیادہ وہ غور کرتا ہے۔ اور اسی قدر زیادہ نرم خیالات رکھتا ہے۔ اور لطافت میں جاتا ہے۔ اتنا ہی غیر مستقل ہوتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ کمزوری و بزدلی وہ عمل میں لاتا ہے۔ اگر کوئی غور سے دیکھے، تو پڑھانے، انصاف کرنے، ایک ضخیم کتاب تصنیف کرنے کے لئے کس قدر ہمت اور خود اعتمادی کی ضرورت ہے......؟
دس بج گئے۔
"آؤ، بیٹے، اب سونے کا وقت ہے" پراسیکیوٹر نے کہا! "سلام کرو اور جاؤ"!
"نہیں اباجان" سرلوڑا نے کہا۔ "میں ابھی تھوڑی دیر اور ٹھہروں گا۔ کچھ کہیئے۔ مجھے کوئی کہانی سنائیے......؟"
"اچھا، مگر کہانی کے بعد تم سونے چلے جانا"!
یوگنی پیٹرووچ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب شام کو وہ بیکار ہوتا۔ تو سرلوڑا کو کہانی سناتا، اکثر لوگوں کی طرح جو دنیا میں ٹھوس کام اور حقیقتوں کے طالب رہتے ہیں۔ اسے ایک نظم بھی زبانی نہ یاد تھی۔ اور کوئی کہانی نہ آتی تھی۔ اس لئے اسے فی البدیہہ تصنیف کرنی پڑتی تھی۔ حسب دستور وہ "ایک ملک میں، ایک بادشاہ......" سے شروع کرتا اور اس کے بعد وہ ادھر ادھر کی باتیں اس میں کھپاتا اور بیہودہ تا۔ اسے شروع میں کچھ خیال نہ ہوتا کہ کہانی کیسے ختم ہوگی۔ مناظر، اشخاص اور موقعے بغیر سوچے سمجھے تصنیف انتخاب کرلئے جاتے۔ اور پلاٹ کا نتیجہ گویا داستان گو کی کوشش کے بغیر آپ سے آپ اس میں نکل آتے۔ سرلوڑا ایسی تصنیف کا بہت شایق تھا۔ اور پراسیکیوٹر نے غور کیا تھا۔ کہ جس قدر زیادہ سادہ پلاٹ ہوتا۔ اسی قدر گہرا اثر کہانی کا لڑکے پر ہوتا۔
"اچھا تو سنو!" اس نے اپنی آنکھیں چھت کی طرف اٹھا کر کہنا شروع کیا۔ "ایک زمانے میں، کسی ملک میں کسی سلطنت میں، ایک بڈھا بہت بڈھا بادشاہ رہتا تھا جس کی ایک سفید لانبی داڑھی تھی۔ اور...... بڑی سفید موچھیں تھیں۔ ایسی۔ اچھا تو وہ ایک شیشہ کے محل میں رہتا تھا۔ جو سورج کی روشنی میں ایک بڑے سفید برف کے ٹکڑے کی طرح جھلکتا اور چمکتا تھا۔ محل، میرے بیٹے ایک بہت بڑے باغ کے اندر تھا۔ جہاں تم سمجھو" نارنگیاں شہتوت ......

گلاب، کٹورے کے پھول کے درخت تھے۔ اور مختلف رنگوں کی چڑیاں اس میں گاتی تھیں .... ہاں ...... درختوں کی ڈالیوں میں شیشہ کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں تھیں اور جب ہوا چلتی تو ان میں سے ایک ایسی پیاری آواز نکلتی۔ کہ انہیں سنتے سنتے آدمی کا جی نہیں بھرتا۔ شیشہ کی آواز دھاتوں کے مقابلہ میں زیادہ لطیف، مہین اور سُریلی نکلتی ہیں۔.... ...... ہاں تو اس کے آگے؟ باغ میں چشمے تھے .... تمہیں یاد ہے۔ تم نے ایک چشمہ اپنی نوامانی سونیا کے باغ میں دیکھا تھا؟ تو بس ایسے ہی اس باغ میں چشمے تھے۔ صرف ذرا اس سے بڑے بڑے تھے۔"

"یوگنی پٹرووچ نے ایک لمحہ سوچا اور پھر کہنا شروع کیا:۔

"بڈھے بادشاہ کے صرف ایک لڑکا تھا جو سلطنت کا مالک تھا۔ تمہارے ہی جیسا چھوٹا لڑکا، وہ اچھا لڑکا تھا۔ وہ کبھی شرارت نہیں کرتا تھا۔ وہ جلدی سو جاتا۔ وہ میز پر کوئی چیز نہ چھوتا۔ غرض کہ وہ بہت ہی سمجھدار لڑکا تھا۔ اس میں صرف ایک عیب تھا وہ سیگرٹ پیا کرتا تھا ...."

سرگوزا نے بغور سُنا، اور بغیر آنکھ جھپکائے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ پر اسیکیوٹر نے سوچا "اس کے آگے؟" اور اس نے اس طولانی من گھڑت کو یوں ختم کیا۔

بادشاہ کا لڑکا بیمار پڑ گیا۔ اور اسے تمبا کو پینے سے دق ہو گئی۔ اور بیس برس کی عمر میں وہ مر گیا۔ اس کا کمزور، بیمار، بڈھا باپ تنہا اور بے یار و مددگار رہ گیا۔ سلطنت پر حکومت کرنے اور محل کی حفاظت کے لئے کوئی نہ رہا دشمن آئے۔ بڈھے کو انہوں نے مار ڈالا۔ اور محل تباہ کر دیا۔ اب وہاں نہ پھول ہیں نہ پھل، نہ چڑیاں نہ شیشہ کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں .... یہ قصہ ہے!"

یہ خاتمہ یوگنی پٹرووچ کو بے ربط و مہمل معلوم ہوا۔ لیکن پورے قصے نے سرگوزا کو متاثر کیا۔ پھر اس کی آنکھیں غمگین اور خوف کے جذبہ سے مہمل ہو گئیں۔ ایک منٹ تک اس نے غور انگیز نظروں سے تاریک کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ کانپا اور ڈوبی ہوئی آواز میں اس نے کہا:۔

"اب سے میں سگرٹ نہیں پیا کروں گا ...."

اور جب وہ سلام کر کے وہاں سے رخصت ہوا۔ اور سونے چلا گیا۔ اس کا باپ دیر تک کمرے میں چہل قدمی کرنے کے بعد کام کرنے بیٹھا۔ مگر ادھر اُدھر کے خیالات اس کے دماغ میں چکر لگاتے رہے۔ اور اسے انہوں نے کام نہ کرنے دیا۔ اوپر تاش کھیلنے والوں کے قہقہے اب نہیں سنائی دے رہے تھے۔ لیکن دوسری منزل میں اب تک کوئی کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اور اپنے قدم زمین پر زور زور سے مارتا تھا ....

رسالہ افسانہ لاہور

کا

مشرقی ادبیات نمبر

مدیران اعزازی

ملک محمد اسلم خاں، ایم۔اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لا، ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

سردار موہن سنگھ ایم۔اے پی ایچ۔ڈی   سید عابد علی عابد ایم۔اے ایم او ایل ایل ایل۔بی

"افسانہ" کے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ "مشرقی ادبیات نمبر" کے نام سے دو نمبر نکالے جائیں جن میں سے پہلا نمبر عربی اور سنسکرت ذخائر ادب کے بہترین افسانوں، ڈراموں اور منتخب بالا موضوعات کے متعلق انتقادی نظریات پر مشتمل ہو۔ اس سلسلہ میں اس بات کی کوشش کی جاوے گی۔ کہ موجود تحریر جو کسی خاص انداز یا کسی خاص تحریک فکری یا کسی انقلاب ذہنی کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس نمبر میں شامل ہو۔

ادبیات عالیہ میں سے کالی داس، والمیکی، بھوبھوتی، مہاراجہ ہرش، رام بھدر دکشی کی معجزہ آفرین تصنیفات اور کتھا سرت ساگر اور اپنشد میں سے اقتباسات ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ کئی ایسے شاہکاروں میں سے بہترین حصے شایع کئے جاویں گے۔ جن کے مصنف نامعلوم ہیں۔

عربی ادبیات کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ افسانہ کے نشو و ارتقا میں جو حصہ عربی ادب کا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں الف لیلہ و لیلہ اور عربی ادب، محاضرات اور قصص کی معرکۃ الآرا تصانیف، اور موجودہ عربی افسانوی، اور ڈرامیائی ادب کے نمونے بھی پیش کئے جاویں گے۔ اس سلسلہ میں مصر اور قاہرہ کے مشہور جرائد و رسائل، اور قاہرہ یونیورسٹی کی ایک پروفیسر صاحبہ سے جو اس نمبر میں خاص دلچسپی لے رہی ہیں۔ خط و کتابت کی جا رہی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ یہ نمبر عربوں کے اس شغف کا صحیح طور پر آئینہ دار ہوگا۔ جس نے دنیا کے لئے افسانوں کے بہترین نمونے پیش کئے۔

قارئین کرام کے لئے یقیناً یہ نئی بات ہوگی۔ کہ دنیا کے ان دو مشہور زبانوں کا ایک مشترک نمبر شائع ہو۔ جن میں سے ہر ایک اُم الالسنہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ ہم اس سلسلہ میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، ڈاکٹر عبدالعلیم اسراری ایم۔اے پی ایچ۔ڈی، سید نذیر نیازی، پروفیسر اقبال، پروفیسر شفیع، حافظ محمود شیرانی، پروفیسر نعیم الرحمن، مولانا تاجور، پروفیسر تاثیر، ڈاکٹر معین الدین، ڈاکٹر عمر داؤد پوتا، منشی پریم چند، ڈاکٹر تارا چند، ڈاکٹر ٹیگور، ایڈیٹر صاحب دیو بھارت، منشی دیا نرائن صاحب نگم، جی پی سریواستو، مس سبھدرا کماری چوہان، امر ناتھ مدن... سے درخواست کر رہے ہیں۔ کہ وہ اس

کی ترتیب میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔
کاغذ اعلیٰ لگایا جاوے گا۔ ضخامت کافی ہوگی۔ اور صرف اتنی کاپیاں شایع کی جاویں گی جتنے آرڈر پہلے سے موصول ہوجاویں
اس نمبر میں ایسی تصاویر بھی شایع کی جاویں گی جن کا بالواسطہ یا بلاواسطہ عربی یا سنسکرت ادبیات سے یک گونہ تعلق ہو۔ اس سلسلہ میں مختلف تصویر خانوں کے ساتھ خط وکتابت بھی ہو رہی ہے۔ اور کوشش کی جارہی ہے۔ کہ ان نایاب کتابوں کے عکس شایع کردیئے جائیں۔ جن کے نسخے یورپ کے ایک آدھ کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف دو روپیہ ہوگی۔ اور خریداران "افسانہ" سے ایک روپیہ بارہ آنہ۔ عہ ۱۲/

ناظرین سے پُر زور اپیل

ہم اس اپیل کے ذریعہ ناظرین "افسانہ" اور اپنے دیگر احباب سے پُر زور درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ افسانہ کی توسیع اشاعت میں ہماری مدد کریں۔ رسالہ کے پہلے ماہ کے اخراجات جن میں رسالہ کو اخبارات و رسایل میں مشتہر کرنے کا خرچ شامل نہیں تین سو اسی (۳۸۰ روپیہ) تھا۔ اور پہلے ماہ کی آمد اس کے مقابلہ میں ایک نہایت حقیر رقم تھی۔ جس کو لکھتے ہوئے بھی شرماتے ہیں۔ یہ رسالہ اردو ادبیات کا جو جوش و خروش لے کر میدان میں آیا ہے۔ وہ خدا کے فضل سے کوئی مایوسی ٹھنڈا نہ کرسکے گی۔ خسارہ کے باوجود بھی یہ کام باقاعدہ کرتے جائیں گے اور اشاعت میں انشاءاللہ تعالےٰ کبھی کسی قسم کی رکاوٹ یا تاخیر نہ ہونے پاویگی۔ چونکہ فراہمی مضامین میں کچھ دقت ہوئی تھی۔ اس لئے مجلس انتظامیہ نے فراہمی مضامین پہلے کرلینے کے لئے پہلے نمبر کی اشاعت کو اپریل تک ملتوی کردینا اس سے بہتر سمجھا تھا۔ کہ پہلا نمبر جلد شایع ہوکر بعد میں کسی وجہ سے تاخیر ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ ہم ہر ادب نواز دوست سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس عظیم الشان ادبی پروگرام کو مدنظر رکھتے ہوئے جس کو لے کر ہم میدان میں آئے ہیں۔ رسالہ کے لئے خریدار مہیا کرکے اس کو جلد از جلد اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دیں۔ نیز یاد رہے گا دو روپیہ والا ایڈیشن بکے تو صرف رسالہ کے اخراجات ادا ہوسکتے ہیں ہمیں کچھ نہیں بچ سکتا۔ تین روپے والے ایڈیشن میں ناظرین کو کاغذ اچھا ملے گا۔ جو کہ ان اعلیٰ پایہ مضامین کے صحیح معنوں میں لایق ہے۔ جو اس رسالہ میں چھپتے ہیں۔ اور ہمیں موقعہ ملیگا۔ کہ جو آمدنی اس ذریعہ سے ہو۔ اس کو رسالہ ہی پر خرچ کریں۔

اپریل میں عالمگیر پریس کے دفتری نے اعلیٰ کاغذ اور معمولی کاغذ ایڈیشن کچھ ایسے خلط ملط کردیئے۔ کہ ایک ہی پرچہ میں کہیں اعلیٰ کاغذ تھا کہیں معمولی۔ دفتری کو فہمائیش تو کافی کردی گئی لیکن جن حضرات کو اپریل میں اعلیٰ پرچہ جانا تھا۔ ان کو معمولی یا مخلوط کاغذ والے پرچے ملے اس کا ہمیں سخت افسوس ہے۔ ازالہ کے طور پر ہم بارہ ماہ کے پرچوں کی بجائے ان کو تیرہ ماہ کے پرچے دیدیں گے۔ آئندہ انشاءاللہ کبھی ایسی غلطی نہ ہونے پائیگی جو حضرات آٹھ خریدار دیں گے ان کو رسالہ مفت دیا جائے گا۔ امید ہے۔ کہ ہر خریدار اور ہر ادب نواز دوست جتنے خریدار رسالہ کے لئے مہیا کرسکتا ہے۔ فوراً مہیا کرکے ہمیں زیر بار احسان کرے گا۔

المشتہر

مینیجر "افسانہ" انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

ناول، افسانے اور ڈرامہ

تصانیف سید سجاد حیدر صاحب یلدرم

خیالستان (ادبی مضامین اور افسانوں کا ایک مجموعہ) قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

حکایات و احتساسات (خیالستان کی دوسری جلد) قیمت سوا روپیہ (عہ)

جلال الدین خوارزم شاہ ایک ترکی ڈرامہ کا اردو ترجمہ قیمت (عہ)

زہرا۔ ایک ترکی ناول کا ترجمہ قیمت (۸ر)

پرشیا کا گلدان۔ ترجمہ از انگریزی قیمت ۶ر

داستان امیر حمزہ۔ قیمت (عہ)

مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کے ناول

ابوبکر شبلی قیمت عہ — مینا بازار قیمت عہ

حسن بن صباح ۱۰ر — الفانسو ۱۲ر

عرب کامل عہ — بابک خرمی (کامل) عہ

یوسف ... حصہ اول عہ — بدر النساء بیگم قیمت عہ

حصہ دوم عہ — شوقین ملکہ عہ طاہرہ عہ

روزتہ الکبریٰ عہ — فتح اندلس عہ فلپانا عہ

مفتوح فاتح عہ — نعیت حسین عہ میوۂ تلخ ۵ر

قیس و لبنیٰ عہ فردوس بریں — خوفناک محبت عہ

مقدس نازنین عہ — آغا صادق کی شادی ۱ر

یوسف نجمی کامل عہ — حسن کا ڈاکو حصہ اول ۱۲ر دوم ۱۲ر

اسرار دربار حرام پور حصہ اول — بدر النساء کی مصیبت ۳ر

حصہ دوم ۹ر — ملک العزیز ورجنا ۱۲ر

حسن انجلینا عہ — منصور موہنا

دختر سمرنا

(خالدہ خانم ادیب سابق وزیر تعلیم ترکی) کے ناول کا ترجمہ قیمت عہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

تصانیف منشی پریم چند صاحب

خاک پروانہ۔ قیمت (عہ)

بیوہ (عہ)

خواب و خیال (افسانے) قیمت عہ

چوگان ہستی ناول حصہ اول عہ

حصہ دوم عہ

پریم بتیسی حصہ اول ۱۲ر

حصہ دوم عہ

پریم پچیسی حصہ اول عہ

حصہ دوم عہ

آسمان کی پری ۱۲ر — بازار حسن ۳ر

پردۂ غفلت (ڈراما) از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

افسانے از سید عابد حسین صاحب عابد قیمت دو روپے (عہ)

علامہ جرجی زیدان کے ناول

امین و مامون قیمت عہ

ابو مسلم خراسانی عہ

عروس مصر عہ

حجاج بن یوسف۔ قیمت عہ

جناب ظفر عمر صاحب کے ناول

پولیس میں ۸ر — نیلی چھتری عہ

بہرام کی گرفتاری عہ

چوروں کا کلب ۹ر — لال کھوٹر عہ

پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار

فسانہ آزاد حصہ اول للعہ — کامنی قیمت عہ

حصہ دوم للعہ — خدائی فوجدار عہ

حصہ سوم صہ حصہ چہارم صہ — جام سرشار عہ

الف لیلہ (دو جلدیں) قیمت للعہ — بچھڑی دلہن ۸ر

ہشّو ۵ر

پی کہاں ۶ر — کڑم دھم ۱ر

خواب ہستی از مرزا محمد سعید صاحب دہلوی قیمت ۱۲ر

یاسمین از مرزا محمد سعید صاحب دہلوی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے عہ

باپ کا گناہ از حکیم احمد شجاع صاحب قیمت دو روپے

حسن کی قیمت از حکیم احمد شجاع صاحب (عہ)

شیکسپیر ہیملٹ مترجمہ سید امتیاز علی صاحب تاج قیمت عہ

تسخیر فرانس یا ہنری دی ففتھ مترجمہ سید امتیاز علی صاحب تاج قیمت عہ

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: مینیجر بک ڈپو انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

(قصہ)

از - محشر عابدی - بی - اے

دوپہر کا وقت تھا۔ اور میں ایک ہوٹل کے باہر بیٹھا ہوا امیرانہ زندگی کی شان و عظمت کو دیکھ رہا تھا۔ اور اپنے سامنے سے گذرنے والے عشرت و امارت، تمکنت اور بیکسی کے دلگداز اور موثر مناظر پر حسرت کر رہا تھا۔ کہ ایک آواز کانوں میں آئی۔ جو مجھے پکار رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا لارڈ میریس کھڑے ہوئے تھے۔ کالج میں ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت گہرے دوست تھے۔ لیکن کالج ترک کرنے کے بعد ان سے اب تک ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نہایت جوش اور خلوص سے مصافحہ کیا۔ آکسفورڈ میں ہم دونوں کے مراسم درجۂ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ میں اس کو اس لئے بیحد پسند کرتا تھا۔ کہ وہ انتہائی خوش مزاج، زندہ دل اور خوددار تھا۔ اس کے متعلق ہم لوگوں کا خیال تھا۔ کہ یہ سب سے زیادہ قابل ثابت ہوگا ——— بشرطیکہ وہ ہمیشہ سچ نہ بولے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ ہم لوگ اس کو اس کی صاف گوئی کے لحاظ سے اور زیادہ قابل قدر سمجھتے تھے۔ اب اس کی فطرت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا۔ وہ بہت افسردہ، مغموم اور پریشان نظر آرہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی خاص وجہ سے بہت شکی مزاج ہو گیا ہے۔ بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اس کے اس انتشار و اضطراب کا باعث کوئی "عورت" ہے۔ اور اس لئے میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا اسکی شادی ہو گئی ہے۔

"میں عورتوں کی فطرت کو اچھی طرح نہیں سمجھتا" وہ بولا۔

"میرے عزیز جیرلڈ!" میں نے کہا "عورتیں محبت کی خاطر تخلیق کی گئی تھیں۔ سمجھنے کے لئے نہیں۔"

"جہاں اعتماد نہ ہو۔ وہاں محبت کیسے ہو سکتی ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری زندگی سے کوئی راز وابستہ ہے جیرلڈ!" میں بولا۔ "مجھ سے بھی کہو اپنا راز!"

"چلو سیر کرنے چلیں"۔ اس نے جواب دیا۔ "یہاں بہت ہجوم ہے۔ ——— نہیں پیلے رنگ کی گاڑی نہیں۔ کوئی اور رنگ ——— وہ دیکھو۔ وہ گہرے سبز رنگ کی گاڑی بہتر ہوگی"۔

اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم دونوں نائیلین[1] کی طرف جا رہے تھے۔

"کہاں کا ارادہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہو! کہیں بھی چلو۔ جہاں بھی تمہارا جی چاہے۔" وہ بولا۔ "بوئی کے ریسٹوران وہاں ہم کھانا کھائیں گے۔ اور پھر تم اپنے حالات سناؤ گے!"

"پہلے میں تمہاری داستان سننا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا۔ "پہلے مجھ سے اپنا راز بیان کرو!"

اس نے جیب سے چمڑے کا ایک خوبصورت بیگ نکالا۔ اور مجھے دیدیا۔ میں نے اس کو کھولا۔ اس میں ایک خاتون کی تصویر تھی۔ اس کا قد سرو کی مانند تھا۔ بال پریشان تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی ساحرانہ دلکشی اور جاذبیت کی حامل تھیں۔ اور وہ قیمتی سمور میں لپٹی ہوئی تھی۔

[1] پیرس کا ایک مشہور گرجا۔

"تم اس چہرہ میں کیا بات پاتے ہو؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا یہ راست گو ہے؟"

میں نے غور سے اس کو دیکھا۔ اور مجھے محسوس ہوا۔ کہ یہ تصویر کسی ایسی ہستی کی ہے جس کا کوئی راز ہے۔ لیکن یہ راز نیک ہے یا بد، اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کا حسن صدہا رازوں سے مرکب ہوا تھا حسن جو کہ نفسیاتی ہے، ظاہری نہیں۔ اور تبسم کی جو خفیف اور دلربا لہریں اس کے حسین لبوں پر دوڑ رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تخلیق میں دلکشی اور حقیقت کی بجائے تصنع اور تکلف کے عناصر زیادہ شامل کئے گئے ہیں۔

"اچھا!" اس نے بے صبری سے پوچھا۔ "تو تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ جیوکونڈا ہے۔ مجھے اس کے تفصیلی حالات بتاؤ۔"

"ابھی نہیں" اس نے جواب دیا۔ "طعام کے بعد" اور پھر مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے لگا۔

کافی اور سگرٹ آنے کے بعد میں نے جیرالڈ کو تکمیل وعدہ کی یاد دلائی۔ وہ اپنی نشست سے اٹھا۔ کمرہ میں دو تین بار ٹہلا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر مجھ سے اپنی داستان بیان کرنے لگا۔

"ایک روز شام کو پانچ بجے" وہ کہنے لگا۔ "میں بانڈ اسٹریٹ میں جا رہا تھا۔ چوراہے پر گاڑی کی آمد و رفت اس قدر خطرناک حد تک پہنچ گئی تھی۔ کہ تقریباً راستہ بند ہو گیا تھا۔ فٹ پاتھ کے قریب ہی ایک پیلے رنگ کی بگھی کھڑی ہوئی تھی جس میں اس وقت ایک خاص دلکشی موجود تھی۔ جب میں اس کے قریب سے گذرا۔ تو اس میں سے ایک چہرہ نکلا۔ اور اس نے باہر کی طرف جھانکا۔ اور وہ چہرہ اسی تصویر کا تھا۔ میں فوراً اس کے حسن سے مسحور ہو گیا۔ اس روز ساری رات اور دوسرے تمام دن مجھے اس کی یاد بے چین کرتی رہی میں نے پھر جا کر گاڑیوں کو دیکھا۔ اور اس کی تلاش کی۔ اور اس دن سے پھر وہ نظر نہ آئی۔ اور میں نے ایک خواب سمجھ کر اس کو بھلا دیا۔ ——— اس کے ایک ہفتہ کے بعد، میں مادام دہ رستانی کے یہاں دعوت میں مدعو تھا۔ کھانے کا وقت آٹھ بجے شب مقرر تھا۔ لیکن ہم کو دسترخوان پر بیٹھ کر انتظار کرتے کرتے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ کہ خدمتگار نے دروازہ کھولا اور لیڈی آلرائے کی خبر دی۔ یہ وہی خاتون تھی جس کی مجھے تلاش تھی۔ وہ بہت آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئی۔ اس وقت زرد لباس میں وہ چاندنی کی ایک شعاع کی مانند نظر آ رہی تھی۔ میں یہ سنکر بیحد مسرور ہوا۔ جب مجھ سے کہا گیا کہ کھانے میں یہ خاتون بھی شریک ہوگی۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے۔ تو میں نے انتہائی معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے خیال پڑتا ہے۔ لیڈی آلرائے کہ چند روز قبل میں نے آپ کو بانڈ اسٹریٹ میں دیکھا تھا۔"

یہ سنکر وہ بہت افسردہ ہو گئی۔ اور مجھ سے بہت آہستگی سے کہا۔ "براہ کرم اس قدر زور سے گفتگو نہ کیجئے۔ ممکن ہے۔ کہ ہماری باتیں کوئی اور سن لے۔"

میں اپنی اس پریشان کن ابتدا سے سخت نادم ہوا۔ اور میں نے فوراً گفتگو کا پیرایہ بدلتے ہوئے فرانسیسی ڈراموں کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ بہت ہی کم بولتی تھی۔ اور جو کچھ بھی کہتی۔ بہت آہستگی سے کہتی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے وہ ڈرتی ہے۔ کہ کہیں کوئی اور اس کی باتوں کو سن نہ لے۔ مجھے اس سے محبت ہو گئی ——— مجھ میں اس کے اسرار کی غیر محدود فضاؤں سے حالات دریافت کرنے کی خواہش، جن میں سانسیں لے رہی تھی۔ پیدا ہو گئی۔ اور جب وہ جانے لگی۔ کیونکہ کھانا کھانے کے بعد ہی اس نے روانگی کا قصد کر لیا۔ تو میں نے اس سے پوچھا۔ کہ کیا مجھے آپ سے ملاقات کرنے کی اجازت ہے؟

ایک لمحہ وہ ہچکچائی۔ اپنے چاروں طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ ڈرتی ہے۔ کہ کہیں کوئی دوسرا تو نہیں دیکھ رہا ہے۔ اور پھر کہا۔ "ہاں۔ کل پونے پانچ بجے۔"

میں نے مادام سے آہستہ سے لیڈی آرلنگٹن کے حالات پوچھے۔ لیکن مجھے اس کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا۔ وہ صرف اسی قدر تھا۔ کہ وہ ایک بیوہ خاتون ہے۔ اور پارک لین کے ایک خوبصورت مکان میں رہتی ہے۔ اور چونکہ اب بیواؤں کی شادی وغیرہ کا ایک مسئلہ ذرا دلچسپ مگر بسیط وقت کا مطالبہ کرتا تھا۔

دوسرے روز میں وقت مقررہ پر پارک لین پہنچا۔ لیکن خادم نے اطلاع دی۔ کہ لیڈی آرلنگٹن باہر جا چکی ہیں۔ میں با دلِ ناخواستہ اور بیحد سراسیمہ ہوٹل واپس آ گیا۔ اور بہت غور و تامل کے بعد اس کو ایک خط لکھا جس میں میں نے یہ استدعا کی تھی۔ کہ مجھے ملاقات کا کوئی اور موقع دیا جائے۔ کئی دن تک انتظار کرنے کے باوجود کوئی جواب نہ آیا۔ آخرکار ایک روز مجھے ایک مختصر سی تحریر ملی۔ جس میں درج تھا۔ کہ میں اتوار کی شام کو ۴ بجے گھر پر ہونگی۔ اور اس کے نیچے یہ عجیب و غریب نوٹ بھی تھا۔

"براہ کرم: آیندہ مجھے کوئی خط نہ تحریر فرمایئے۔ میں آپ سے مل کر خود ہی اس امر کی تشریح کر دونگی۔"

اتوار کو اس سے میری ملاقات ہوئی۔ اور اس وقت وہ بہت ہی مسرور اور حسین نظر آ رہی تھی۔ چلتے وقت اس نے مجھ سے کہا۔ کہ اگر آیندہ آپ کو خط بھیجنے کی ضرورت پڑے۔ تو مسز ناکس معرفت ہماکر زلائبریری گرین اسٹریٹ کے توسط سے خط لکھوں، اپنے پتے پر خط نہ منگوانے کے بھی وجوہات ہیں۔

ختم موسم تک میں نے اس میں عجیب و غریب باتیں دیکھیں۔ اور اسرار کی دنیاؤں سے وہ کبھی آزاد نہ ہوئی۔ بعض وقت تو مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ کسی آدمی کے قبضہ میں ہے لیکن اس تک رسائی ہونا اس قدر ناممکن تھا کہ مجھے اپنی بات پر یقین نہ آتا تھا۔ میرے لئے کسی نتیجہ پر پہنچنا بیحد دشوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کی حالت بالکل اس بلور کی سی تھی۔ جو کسی عجائب خانہ میں رکھا ہو۔ جو کبھی تو آئینہ کی مانند شفاف نظر آتا ہے۔ اور کبھی فضا کی طرح ابر آلود۔ آخرکار میں نے یہ ارادہ کیا ہے اس سے "شادی" کی درخواست کر دوں۔

میں اس کے ان بھیدوں سے سخت تنگ آ گیا ہوں جن کا اظہار وہ ہر ملاقات میں کرتی تھی۔ اور میرے ہر خط سے وابستہ کرتی تھی۔ جو میں نے اسکو لکھے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو لکھا۔ کہ میں آیندہ دوشنبہ کو ۴ بجے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا۔ میں جنت میں منتقل کر دیا گیا ہوں۔ اس کے رازوں کے باوجود مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ اور مجھے دیوانہ بنائے ڈال رہی تھی۔ میں اپنے آپ سے سوال کرتا تھا۔ کہ اتفاقات نے مجھے کیوں ایسے دشوار گذار راستہ پر لا کر ڈال دیا ہے؟

"تو تم نے راز دریافت کر لیا؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم تم خود اندازہ لگاؤ۔" وہ بولا۔

دوشنبہ کو چچا کے یہاں میں دوپہر کے کھانے کے لئے گیا۔ اور تقریباً چار بجے میری بگھی روڈ پر تھا۔ میرے چچا آپکو معلوم ہوگا۔ کہ ریجنٹ پارک میں رہتے تھے۔ میں پر گھونٹی جانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے ایک مختصر راستہ اختیار کیا۔ ——— یکایک میں نے دیکھا۔ کہ لیڈی آرلنگٹن منہ پر جالی کا نقاب ڈالے تیزی سے چلی جا رہی ہے۔ آخری مکان پر پہنچکر وہ سیڑھی پر چڑھ گئی۔ . . . . اندر داخل ہو گئی۔ "راز کھل گیا" میں نے اپنے تئیں کہا۔ اور بعجلت وہاں پہنچکر مکان کا معائنہ کیا۔ یہ مجھے ایک قسم کی سرائے کی طرح نظر آیا۔ دروازہ کی سیڑھی پر اسکا رومال پڑا ہوا تھا۔ جو اس نے گرا دیا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر جلدی سے اپنے جیب میں رکھ لیا اور یہ سوچنے لگا۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آخرکار میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے اس کی حرکتوں پر خفیہ نگرانی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہ سوچکر میں کلب واپس چلا گیا۔ چھ بجے میں اس سے ملنے گیا۔ وہ سپید لباس میں آسمان کی کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ اور ایک صوفے پر بیٹھی تھی۔

"آپ کو دیکھکر بہت خوشی ہوئی۔" اس نے کہا "دن بھر میں کہیں نہیں گئی۔" میں نے اس کے چہرہ کو تعجب سے دیکھا۔ اور پھر رومال جیب سے نکالکر اس کے سامنے پیش کیا۔

"لیڈی آلرائے۔ آپ نے شام کو اپنا رومال کمنو اسٹریٹ پر گرا دیا تھا" میں نے بہت اطمینان بخش انداز سے کہا۔ اس نے مجھے نہایت خوفزدہ ہو کر دیکھا۔ لیکن رومال لینے کی کوشش نہ کی۔ "وہاں آپ کیا کر رہی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کو مجھ سے ایسا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" اس نے جواب دیا۔

"اس کو حق ضرور ہے جو آپ سے محبت کرتا ہے" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں آج آپ سے یہ استدعا کرنے آیا ہوں۔ کہ آپ مجھ سے شادی کرنا منظور کرلیں" اس نے ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا اور زار و قطار رونے لگی۔

"آپ کو بتا دینا چاہیئے" میں نے کہا۔

وہ کھڑی ہو گئی۔ اور میرے چہرے پر نظریں جما کر بولی "لارڈ میریس، آپکو کوئی بات نہیں بتائی جا سکتی۔"

"آپ کس سے ملنے گئی تھیں" میں نے کہا "یہ آپ کا راز ہے" وہ خوفناک حد تک زرد پڑ گئی اور بولی "میں کسی سے ملنے نہیں گئی"

"کیا آپ مجھ سے سچ سچ نہیں کہہ سکتیں؟" میں بولا۔

"میں نے کہہ دیا" اس نے جواب دیا۔ میں دیوانہ سا ہو رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد میں نے کیا کہا لیکن یقیناً میں نے اسکو بہت برا بھلا کہا۔ اور وہاں سے نکل کر چلدیا۔ دوسرے دن اس نے مجھے ایک خط لکھا جسے میں نے بغیر کھولے ہوئے واپس کر دیا۔ اور تیسرے دن کال وِل کے ہمراہ ناروے روانہ ہو گیا۔

ایک مہینے کے بعد میں وہاں سے واپس آیا اور سب سے پہلا مارننگ پوسٹ اخبار میں جو خبر میں نے پڑھی وہ لیڈی آلرائے کی موت تھی۔ تھیٹر میں اسے سردی ہو گئی تھی اور بعض پھیپھڑوں کی شکایت سے وہ عالم فانی سے رحلت کر گئی۔ یہ پڑھکر مجھ پر جو کچھ گذری میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے آپکو ایک کمرہ میں بند کر لیا اور سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ میں اس سے بیحد محبت کرتا تھا۔ میں نے اس سے زیادہ محبت کی تھی۔ اور میرے خیال میں اس کی طرح [illegible]

"پھر تم اس مکان میں رہنے کیلئے گئے" میں نے پوچھا۔ "ہاں!" اس نے جواب دیا۔

"ایک روز میں کمنو اسٹریٹ گیا۔ کیونکہ بغیر گئے مجھ سے رہا نہ جاتا تھا۔ میں شبہ اور وہم سے ماہی بے آب ہو رہا تھا۔ دروازہ پر پہنچکر دستک دی۔ ایک خادمہ نے دروازہ کھولا۔ اور میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کوئی کمرہ خالی ہے۔

"جناب" اس نے جواب دیا۔ "ڈرائنگ روم (نشستگاہ) کے بعض حصے کرایہ پر دیئے جا سکتے ہیں لیکن میں نے اس خاتون کو تین مہینے سے نہیں دیکھا۔ جو ان کمروں میں رہتی ہے۔ لیکن چونکہ انکا کرایہ زیادہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے آپ ان کمروں کو لے سکتے ہیں"

"کیا وہ خاتون یہی ہے؟" میں نے تصویر دکھا کر کہا۔ "ہاں یہ اسی کی تصویر ہے بالکل اسی کی" اس نے جوابدیا "اور جناب کب واپس آئینگی؟"

"افسوس خاتون کا انتقال ہو گیا" میں نے جوابدیا۔

"جناب مجھے تو یقین نہیں آتا" وہ بولی "وہ میری سب سے بہتر کرایہ دار تھی وہ ایک ہفتہ کیلئے تین گنیاں صرف اسلئے دیتی تھی کہ کبھی کبھی آکر ان کمروں میں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جایا کرے"

"کیا وہ یہاں کسی سے ملاقات کرتی تھی؟" میں نے پوچھا۔ لیکن اس عورت نے مجھے یقین دلایا۔ کہ اس نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ تنہا آتی اور کسی سے نہیں ملتی تھی"

"تو پھر وہ آخر اس دنیا میں وہ کر یہاں کیا کرنے آتی تھی" میں نے پوچھا۔ "جناب وہ صرف نشستگاہ میں بیٹھکر کتابیں پڑھا کرتی تھی اور بعض وقت چائے نوش کر لیتی تھی" خادمہ بولی

تب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ کیا جوابدوں۔ اسلئے میں نے اسکو ایک دو پونڈ دیا اور چلا آیا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ کیا تم کو یقین ہے۔ کہ وہ خاتون سچ کہتی تھی؟"

"یقین ہے" "تو پھر لیڈی آلرائے وہاں کیوں جاتی تھی چہرے پر نقاب ڈال کر" میں نے جوابدیا "لیڈی آلرائے ایک ایسی خاتون تھی۔ جسے ایک پُراسرار خاتون بننے کا جنون ہو گیا تھا۔ اس نے ان کمروں کو محض اس لئے کرایہ پر لیا تھا۔ کہ اس کو منہ پر نقاب ڈالے وہاں جاکر بیٹھنے میں مسرت ہوتی تھی۔ وہ یہ سمجھتی تھی۔ کہ وہ خود کسی افسانے کی ہیروئن ہے اس کا دل پُراسرار بننے کے جذبات سے لبریز تھا لیکن وہ خود ایک ایسے ابوالہول کی مانند تھی جو اسرار سے خالی ہو" "کیا در حقیقت تم اسکو سچ سمجھتے ہو" "ہاں مجھے یقین ہے" میں نے جوابدیا۔ اس نے جیب سے بیگ نکالا اور کھولا تصویر پر نظر ڈالی اور آخر کار بولا "مجھے تعجب ہے"

(آسکر وائلڈ)　　(محشر عابدی بی۔ اے۔)

حسین چیزوں سے محبت ہو سکتی ہے لیکن محبت و حسن کی جستجو نہیں ہوتی

لاکھوں روپیہ کمائیں

پریمیم بانڈ

پریمیم بانڈ کیا چیز ہیں؟ جس طرح سرکار انگریزی وقتاً فوقتاً ہندوستان یا انگلستان میں قرضہ حاصل کرتی ہے اور قرضہ کے عوض تمسکات جاری کرتی ہے یا جسطرح بمبئی اور کلکتہ شہروں کی میونسپل کمیٹیاں شہر کی حدود بڑھانے کیلئے قرضہ لیتی اور تمسکات جاری کرتی ہیں اسی طرح یورپ میں بعض حکومتیں اپنے ملک کی تجارت صنعت وحرفت یا غیر آباد اضلاع جزایر کی آبادی کیلئے قرضہ حاصل کرتی ہیں ۱۹۳۱ء میں حاصل کردہ انگریزی قرضہ کو جسطرح گورنمنٹ آف انڈیا لون بانڈ کہا جاتا ہے اسی طرح فرانس میں کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۰ء بانڈ ہوتا ہے یعنی حکومت فرانس نے ۱۹۲۰ء میں پچاس کروڑ قرضہ حاصل کیا۔ ہر ایک تمسک پانچسو فرانک کا ہے فرانس کے سکہ کا نام ہے جو عموماً چار آنہ کے برابر ہوتا ہے۔ مگر اسکی قیمت انگریزی پونڈ کیطرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے کا جاری کیا گیا جس پر انکم ٹیکس معاف ہے اور پانچ فیصدی سالانہ سود اس پر دیا جاتا ہے علاوہ سود کے گورنمنٹ فرانس اس قرضہ کے قرضخواہوں کو ان کے تمسکات پر ہرسال پانچ کروڑ فرانک (قریباً سوا کروڑ روپیہ) بطور انعام تقسیم کرتی ہے۔ انعام سال میں آٹھ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ایک قرعہ اندازی میں پہلا انعام دس لاکھ فرانک یا قریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے باقی چھوٹے انعام ہوتے ہیں اور معقول تعداد تمسکات کی پوری رقم معہ سود خریداران تمسکات کو واپس ادا کردیجاتی ہے۔ اس طرح وہ قرضہ جو ۱۹۲۰ء میں حاصل کیا گیا ہے ۱۹۹۵ء میں کلیۃً ادا ہوجاتا ہے۔

تمسکات صرف بطور کرنسی نوٹ یہ تمسک فرانس میں اور دوسرے یورپین ممالک میں بطور کرنسی نوٹوں کے بوقت ضرورت ایک آدمی دوسرے کو دیسکتا اور خرید فروخت میں انکو استعمال کرسکتا ہے۔ انکی رقم ایسی ہے جیسے کہ امپیریل بنک یا ڈاکخانہ میں جمع کرادی۔ جب ضرورت پڑی منگالی۔

آپکی رقم کو کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل محفوظ رہیگی انعام بذریعہ قرعہ اندازی (لاٹری کے طریقہ پر) حکومت کے اعلیٰ افسروں اور عام پبلک کے سامنے نکالے جاتے ہیں شیشہ کا ایک بہت بڑا کرہ یا گول بکس ہوتا ہے جس میں تمسکات کے نمبر ڈالے ہوئے ہوتے ہیں نمبران باہر سے پڑھے جاسکتے ہیں اس بکس کو گورنمنٹ کے انتظام سے سربمہر رکھا جاتا ہے جب سب لوگ پورا اطمینان کرلیتے ہیں کہ مہریں درست ہیں۔ تو ان کے سامنے مہریں توڑی جاتی ہیں۔ اور فرانس کے قومی یتیم خانہ سے ایک اندھی لڑکی بلائی جاتی ہے۔ اور وہ ایک نمبر نکالتی ہے۔ یہ اس خوش قسمت کا تمسک ہوتا ہے جسکو پہلا انعام ملتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا نمبر نکالتی ہے علیٰ ہذالقیاس سب نمبر نکالے جاتے ہیں اسکے بعد بکس کو اسیطرح بند کرتے ہیں اور مہر لگا کر امپیریل یا شاہی خزانہ میں بکس محفوظ رکھدیا جاتا ہے۔ پھر دوسری تاریخ تقسیم انعامات کو نکال کر پبلک کے سامنے نکالا جاتا ہے تاریخ مقررہ کے بغیر اسمیں کوئی نمبر داخل نہیں ہوسکتا نہ نکالا جاسکتا ہے۔ کوئی تمسک خالی نہیں رہسکتا جس پر انعام نہ نکلے۔ کیا اصلی رقم کی واپسی ضروری اور یقینی ہے اس طرح آپکی ادا کردہ رقم کو کوئی خطرہ نہیں۔ اسکا اصل محفوظ رہیگا۔ اور چھ ماہ بعد اسکا سود بھی آپکو ملتا رہیگا۔

تمسک کیساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں۔ جو کسی بنک کی معرفت دیکر انکی رقم وصول کرلیجاتی ہے۔ اور ہم بھی آپکے کوپن لیکر سود ادا کرتے رہینگے ہر ایک تمسک پر ایک نمبر لگا ہوتا ہے۔ اور اسی نمبر سے اسکی خرید فروخت ہوتی رہتی ہے۔ جب انعام نکلتا ہے تو گورنمنٹ گزٹ میں بھی اعلان ہوتا ہے کہ تمسک نمبر فلاں پر اسقدر انعام نکلا

ہندوستان میں یہ تمسکات ہندوستان میں بھی آپ ان تمسکات کو جب اور جس وقت چاہیں فروخت کرسکتے ہیں فروخت کرنیکے وقت جو نرخ بازار ہو اسکے مطابق نقد قیمت پر بک سکتے ہیں۔ تمسکات کیساتھ سود کے کوپن ہوتے ہیں۔ وہ بیچکر سود لے سکتے ہیں۔ یا ان کو دیگر تمسکات کی خرید میں ادا کرسکتے ہیں +

انعامات کا روپیہ مد سے ملجاتا ہے؟

بعض لوگ حیران ہو جاتے ہیں کہ اسقدر بڑی رقم کے انعامات کہاں سے دیئے جاتے ہیں ہم انکو سمجھانے کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ ہماری سرکار پچاس کروڑ روپیہ چھ فیصدی سود پر قرض لیتی ہے اسکا سود سالانہ تین کروڑ روپیہ ہوگا۔ انگریزی گورنمنٹ سارا روپیہ سود کے طور پر ادا کریگی مگر حکومت فرانس بجائے چھ فیصدی کے چار فیصدی سود دیگی اور دو فیصدی بچا کر جسکا ایک کروڑ روپیہ بنتا ہے ایک کروڑ کی رقم ہر سال تمسکات قرضہ کے خریداروں میں بطور انعام تقسیم کردیگی جن تمسکات پر انعام نکلیگا انکے قرضہ کے تمسکات کی رقم واشدہ سمجھی جاویگی۔ وہ تمسک واپس لیکر انعام کی رقم انکے حوالے کیجاویگی۔ اس طرح قرضہ کی ایک معقول رقم خود بخود ادا ہوتی رہیگی۔

تمسکات لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا ہیں

پریمیم بانڈس (تمسکات قرضہ) لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا چیز ہیں۔ آپ کسی گھوڑ دوڑ یا لاٹری میں جو وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری ایک ٹکٹ خرید کرتے ہیں۔ ہزاروں میں سے کسی ایک کے نام انعام نکل آتا ہے باقی سب ٹکٹوں کی رقم ضایع ہو جاتی ہے گویا جوا یا قمار بازی ہے جسمیں ایک جیت گیا باقی ہار گئے لاٹری میں ایکدفعہ ٹکٹ خرید لو وہ اسی لاٹری کیلئے کارآمد ہے جب لاٹری کی تاریخ گذر گئی اور آپ کے ٹکٹ پر انعام نہ نکلا تو رقم تباہ ہوگئی اور وہ روپیہ جو آپنے اپنا اور اپنے عزیز بچوں کا پیٹ کاٹ کر بچایا اور کسی بڑے انعام کی امید پر ٹکٹ خریدنے میں لگایا تھا تباہ ہوگیا۔ مگر پریمیم بانڈ میں ایسا نہیں سال میں چار دفعہ یا آٹھ دفعہ یا بعض تمسکات میں بارہ دفعہ آپکو تمسک کا نمبر نکلنے کیلئے پیش ہوتا رہیگا اور ایکدفعہ کا خریدا ہوا تمسک ہمیشہ انعام کے بکس میں محفوظ رہیگا۔ جبتک اس پر بہت بڑا یا کوئی چھوٹا انعام نہ نکلے اگر بدقسمتی سے کوئی انعام نہ نکلے تو اصل روپیہ یا قرضہ کی پوری رقم جلدی یا بدیر ضرور مل رہیگی اور سود مزید برآں۔ اس کو کہتے ہیں کہ آم کھاؤ اور گٹھلیوں کے دام بلکہ بعض دفعہ ایک آم خریدنے سے ایک باغ خریدا جاسکتا ہے یعنی ایک تمسک خرید کر پہلا انعام نکل آوے تو آپ لکھ پتی ہو کر روپوں سے کھیل سکتے ہیں۔

اسقدر رقم جو خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی

چونکہ ہر ایک تمسک پر انعام یا ادائیگی قرضہ ضروری ہے ... اگر آپنے تمسک خریدا ہوا ہے تو بہت اغلب ہے کہ پہلا یا دوسرا انعام آپکے تمسک پر ہی نکل آوے۔ ایسی صورت میں آپ اس قدر امیر ہو جاویں گے جیکا گمان آپکے خواب خیال میں بھی نہ ہو۔

تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی

یورپ میں ان تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی اسقدر زیادہ ہے کہ جب ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو گذشتہ سال حکومت فرانس نے ایک نئے قرضہ کا اعلان کیا جسمیں تمسک کی قیمت ایکہزار فرانک تھی۔ تو یہ رقم جس کی حکومت کو ضرورت تھی صرف دس کروڑ فرانک تھے لیکن یکم مئی ۱۹۳۱ء تک ایک مہینہ اور سات روز میں حکومت کے پاس ... ارب فرانک کے قرضہ دینے جانیکی درخواستیں موصول ہو گئیں۔ فرانس کے اس اعتبار اور کامیابی پر وزیر اعظم انگلستان اور انگریزی اخبارات حیران ہوگئے اور برٹش وزیر مال کو آخر کار اپنی کم مائیگی اور فرانس کے تدبر کا سرکاری طور پر اعتراف کرنا پڑا۔ انگلستان کے نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے لکھا کہ باوجود گورنمنٹ فرانس نے اس قرضہ کے لئے قوم سے اپیل نہیں کی۔ تاہم مطلوبہ قرضہ ... مہینہ میں بیس گنا مل جانا حکومت کے اعتبار اور ایمانداری سے انعام تقسیم کرنے اور دیانتداری سے انجام دینے کا صاف نتیجہ ہے۔ حکومت فرانس نہ صرف پانچ فیصدی کی معقول شرح سود پیش کی بلکہ کئی کروڑ روپیہ سالانہ کے انعامات کا اضافہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ انگلستان کے تمام پریس ... مشہور اخبارات کے علاوہ بمبئی کے مشہور عالم اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا کہ فرانس کے انعامی تمسکات کا قرضہ سے نہ صرف اپنی حالت کو ... درست کرنے میں کمال کردیا۔ بلکہ اس کے مشیران مال کے تدبر نے ایسی طریق حصول قرضہ کو ایجاد کردیا جس کے باعث صدہا خاندان ... افلاس سے نکل کر امیر کبیر بن جاتے ہیں۔ کفایت شعاری سکھلانے خصوصاً غریب خاندانوں میں اور اس سے فایدہ اٹھانے کا فرانس نے جو طریقہ نکالا ہے۔ وہ ہر ایک گورنمنٹ کیلئے جو اپنی قوم کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہے۔ قابل تقلید ہے۔

بیوی بچوں کیلئے بیمہ زندگی سے بڑھکر مفید

آپ جس بہزار کی رقم کیلئے اپنی زندگی کا بیمہ کسی کمپنی میں کراتے ہیں۔ اور چالیس روپیہ ماہوار چندہ ادا کرتے ہیں۔ چھ سات کے بعد آپکی حالت اچھی نہیں رہتی۔ اور آپ چندہ سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں سب بیمہ کمپنیاں اداشدہ روپیہ ضبط کرلیتی ہیں۔ لیکن اگر آپنے چالیس روپیہ ماہوار لگا کر بانڈ خرید

کے ہوتے تو ممکن ہے چھ سات سال کے عرصہ میں کئی لاکھ روپیہ ان پر مل جائے ساتھ ساتھ سود ملتا رہتا ہے اور بوقت ضرورت آپ خود یا آپ کے بعد آپ کے بیوی بچے ان کو بطور کرنسی نوٹوں کے فروخت کر کے رقم استعمال کر سکتے ہیں۔

روپیہ فوراً لگاؤ آپ کا روپیہ اگر گھر میں زیور کی صورت میں بند پڑا ہے تو زیور کو فوراً فروخت کر کے پریمیم بانڈ خرید لو۔ اگر بنک یا ڈاکخانہ میں ہے۔ تو بھی آپ اس کو فوراً نکالکر پریمیم بانڈ پر لگاؤ کیونکہ ان کا روپیہ تو اسی طرح محفوظ رہیگا۔ سود ڈاکخانہ یا بنک کی شرح سے زیادہ ملتا رہے گا۔ اور لکھوپتی بن جانے کے مواقع متعدد ہر سال بلکہ ہر ماہ آپکو حاصل ہوتے رہیں گے۔

اقساط پر تمسک خریدے جاسکتے ہیں اگر آپ کے پاس روپیہ یکمشت نہیں تو اس کی پرواہ نہیں دس بیس چالیس پچاس روپیہ یا زیادہ ماہوار بھیجکر آپ تمسکات محفوظ کرا سکتے ہیں مثلاً ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ اگر آپ یکمشت یہ رقم ادا نہیں کر سکتے تو ساڑھے بارہ روپیہ آرڈر کے ہمراہ بھیجدیجئے ایک تمسک آپکے لئے محفوظ کر کے ایک معاہدہ کا کاغذ ہم پہلی قسط آنے پر مکمل کر کے آپکو بھیجدیں گے جس پر آپ کے تمسک کا نمبر درج ہوگا معاہدہ لکھے جانے کے بعد اس تمسک پر جو انعام نکلے یا اس کی رقم واپس ملے تو وہ آپ کا حق ہوگا۔ بشرطیکہ باقی اقساط ماہوار آپ باقاعدہ انتظام سے بھیجتے رہیں۔ ایک تمسک جس کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپیہ ہے وہ بارہ اقساط پر ڈیڑھ سو روپیہ میں آپکو ملیگا۔ اسی طرح تمسکات کی قیمت نقد علیحدہ اور قسط وار علیحدہ زیادہ

انعامات کی مطبوعہ فہرستیں ہم اپنے دفتر میں باقاعدہ رجسٹر رکھتے ہیں اور ان میں ہر ایک خریدار کا نام اور پورا پتہ اور تمسک کا نمبر صحیح درج ہے ہر ایک انعامات کے بعد جب گورنمنٹ کی فہرست انعامات شایع ہوتی ہے تو ہم اپنے درج شدہ نمبران سے فہرست انعامات کا مقابلہ کرتے ہیں! اور کامیاب خریداران کو بذریعہ تار یا خط جیسی صورت بلحاظ انعام کی اہمیت ہو خریداران کو اطلاع بھیجدیتے ہیں۔ یا وہ تمسک ہمیں بھیجکر انعام منگا سکتے ہیں۔ دو چار تمسکات کے خریداروں کے لئے یہ خدمت ہم خود انجام دیتے ہیں لیکن بڑی یا زیادہ تعداد میں تمسکات خرید کرنیوالے اگر چاہیں کہ ان کو فرانس سے سرکاری نتیجہ گزٹ براہ راست آئے تو وہ چار روپیہ سالانہ اسکا چندہ ہماری معرفت بھیجکر گزٹ منگا کر خود نمبران کا ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ رسالہ افسانہ میں نتیجہ انعامات باقاعدہ آیندہ ماہ چھپا کرینگے آپ دو روپیہ سالانہ ادا کر کے رسالہ افسانہ کے خریدار بن جایئے ایک تو بیش قیمت مضامین پڑھیئے اور ساتھ ہی نتیجہ سے مطلع ہوتے رہیئے۔

رقم کی فوراً ادائیگی آپ نے ایک تمسک خریدا ہے سال دو سال بعد آپکو شادی بیاہ یا کسی خانگی ضرورت کے باعث روپیہ کی ایسی کی ضرورت آپڑی ہے تو آپ اپنا تمسک کسی بنک کی معرفت یا ہماری معرفت فروخت کر سکتے ہیں اس دن بمبئی اور کلکتہ میں فرانس کے تبادلہ کی جو شرح ہوگی اس پر سو روپیہ سینکڑہ کمیشن لیکر ہم آپکا تمسک فروخت کر کے رقم آپ کو دیدینگے اس عرصہ میں جب تک آپ کا تمسک آپ کے پاس رہیگا یہ انعام ملنے کے مواقعات آپ کو ملتے رہیں گے گویا آپکا روپیہ بنک میں جمع ہے۔

تفصیل قرضہ جات تمسک

کریڈٹ نیشنل ۱۹۱۹ء سود پانچ فیصدی سالانہ۔ بانڈ پانچسو فرانک کا سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں ۱۹۱۹ء میں یہ جاری ہوئے اور کل قرضہ ۱۹۲۰ء میں بیباک ہو جائیگا ۱۹۳۵ء کے بعد گورنمنٹ جب چاہے کل قرضہ بیباک کر سکتی ہے پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ہوتا ہے دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا پانچ انعامات ایک ایک لاکھ فرانک کے دس انعامات پانچ پانچ ہزار فرانک کے ان کے علاوہ بہت سے تمسکات اصل قرضہ پر ادا ہوتے ہیں ہر سال ۲۰ بڑے انعامات ایک کروڑ فرانک کے ادا کئے جاتے ہیں روزانہ قیمت فی بانڈ ایکسو پچیس روپیہ سالم یا بارہ سو روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط انعامات یکم مارچ۔ یکم جون۔ یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو ہر سال تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۰ء سود پانچ فیصدی سالانہ پانچسو فرانک بانڈ سال میں آٹھ دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں ۱۹۲۰ء میں یہ

جاری ہوئے اور کل قرضہ ۱۹۹۶ء میں ختم ہو جائیگا۔ ۱۹۳۳ء کے بعد گورنمنٹ جس وقت چاہے کل رقم قرضہ ادا کر سکتی ہے۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا، دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا، دو انعامات ہر ایک دو لاکھ فرانک کے، تین انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے، چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ متعدد تمسکات پر اصل زر واپس کیا جائیگا۔ ہر سال ایک سو چار بڑے بڑے انعامات۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔ انعامات ہر سال ۱۰ جنوری، یکم فروری، یکم اپریل، یکم مئی، یکم جولائی، یکم اگست، یکم اکتوبر اور ۱۰ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۱ء

سود چھ فیصدی سالانہ پانچسو فرانک کا تمسک۔ سال میں چار دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں یکم مارچ، یکم جون، یکم ستمبر اور ۱۰ نومبر۔ تقسیم انعامات کیلئے ہر سال مقررہ تاریخیں ہیں۔ سال میں کل (۷۰۰) انعامات ایک کروڑ بیس لاکھ فرانک کے ہوتے ہیں۔

ایک سنہری موقعہ

حکومت فرانس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر آپ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۲۱ء کے دونوں تمسک خرید لیں تو ہر ماہ بلا ناغہ آپ کو انعامات میں شامل ہونے کا موقعہ حاصل ہوتا رہیگا۔

یکم مارچ و یکم ستمبر کے انعامات کی تفصیل

پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۱۶۴۰) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم جون و یکم دسمبر کے انعامات کی تفصیل

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۱۶۴۰) انعامات ہر ایک ایکہزار فرانک کا۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ قسط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ اول

سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں چار دفعہ یکم مئی، یکم اگست اور ۱۰ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ کل انعامات (۲۰۰۰)، تعدادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ۵۰ ہزار فرانک کے ہوتے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

یکم مئی کے انعامات

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۴۸ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۹۳۴) انعام ہر ایک ایکہزار فرانک کا۔

یکم فروری یکم مئی اور ۱۰ نومبر کے انعامات

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۴۸ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۱۹۲۸) انعام ہر ایک ایکہزار فرانک کا۔ ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ دوم

ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے شرح سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعامات سال میں چار دفعہ تقسیم ہوتے ہیں کل (۴۰۰۰) انعام سال میں نکلتے ہیں جنکی تعداد ۳۹ لاکھ ۲۰ ہزار فرانک ہوتی ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۰ جنوری یکم اپریل و یکم جولائی کے انعامات

چار انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چار انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۳۲ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۹۵۲) انعام ہر ایک ایکہزار فرانک کا۔

یکم اکتوبر کے انعامات

چار انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۳۲ انعام ہر ایک پانچہزار فرانک کا۔ (۱۱۵۲) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۴ء

ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ جس پر چھ فیصدی سالانہ سود ملتا ہے۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں (۱۹۲۰) انعامات اسی لاکھ فرانک کے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا انعام پانچ لاکھ فرانک کا ہوتا ہے۔ انعامات یکم مارچ، یکم جون، یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں ادا ہو سکتی ہے۔

فرنچ فائنسر ۱۹۳۱ء

ایک ہزار فرانک کا بانڈ۔ سود سالانہ چار فیصدی۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام دس لاکھ فرانک کا۔ کل (۹۶۲) انعامات۔ قیمت دو سو روپیہ نقد یا ۲۵ روپیہ ماہوار کی دس قسطوں میں۔

فرنچ فائنانس ۱۹۱۲ء

ایک بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ سال میں چھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں جنوری، پانچ مئی، ستمبر، نومبر اور جولائی کی دس تاریخ۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا، دوسرا دس ہزار فرانک کا کل ۷۰۹ قیمت فی بانڈ ساٹھ روپیہ نقد یا چھ روپیہ ماہوار کی دس اقساط

سٹی آف برسلز

یہ قرضہ ایک سو دس فرانک فی بانڈ کا ہے۔ سود ڈھائی فیصدی سالانہ ہے۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا، دو انعام دس ہزار فرانک کے اور بہت سے چھوٹے انعامات بھی ہیں۔ سال میں چار بار یکم مارچ، یکم جون، یکم ستمبر اور دسمبر کو انعامات نکلتے ہیں۔ قیمت بیس روپیہ نقد یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔ یعنی اقساط پر پچیس روپے

پناما بانڈ

ہمارے بعض دوست سودی کاروبار نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بانڈ ان کے فائدہ کے لئے ہے۔ اس پر کوئی سود نہیں۔ یہ بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہے۔ سال میں چار بار اس پر انعام نکلتے ہیں۔ قیمت فی بانڈ چالیس روپیہ نقد یا دس روپیہ ہمراہ آرڈر اور پانچ روپیہ ماہوار کی باقی آٹھ اقساط۔ پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ ایک انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا باقی ۲۲۸ چھوٹے انعامات ہیں۔

سٹی آف انٹورپ

ایک بانڈ ایک سو دس فرانک کا ہوتا ہے۔ سال میں چار بار انعام نکلتا ہے۔ سود ڈھائی فیصدی سالانہ۔ ایک انعام ڈیڑھ لاکھ فرانک کا اور باقی چھوٹے انعامات ہیں قیمت بیس روپیہ نقد یا اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط

سٹی آف لیگ

ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔ سود دو فیصدی سالانہ۔ ایک انعام پانچ ہزار فرانک کا اور باقی چھوٹے بہت سے انعامات ہیں سال میں چار بار انعام تقسیم ہوتے ہیں قیمت نقد بیس روپیہ اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔

سٹی آف اوسٹینڈ

پہلا انعام تیس ہزار فرانک کا۔ باقی چھوٹے انعامات۔ سود دو فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں دو بار۔ قیمت نقد بیس روپیہ۔ اقساط پر پچیس روپیہ۔ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔ ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔

سٹی آف گانٹ

انعام سال میں چار بار تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ باقی چھوٹے انعامات سود سالانہ دو فیصدی قیمت نقد بیس روپیہ یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط میں۔

کانگو فری سٹیٹ

ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا سود دو فیصدی سالانہ۔ اصل قرضہ سو فرانک فی بانڈ ۱۹۳۲ء میں قیمت تین سو بیس فرانک سود ساتھ جمع ہوتا ہے علیحدہ نہیں ملتا۔ پانچ فرانک ہر سال سود کے طور پر بانڈ کے ساتھ زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا سال میں چھ بار تقسیم ہوتے ہیں۔ قیمت نقد چالیس روپیہ یا اقساط پر پچاس روپیہ۔ دس روپیہ ہمراہ آرڈر اور ۸ روپیہ ماہوار کی پانچ قسطیں

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۱ء

ڈھائی سو فرانک کا بانڈ سود چار فیصدی سالانہ سال میں آٹھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا۔ سال میں ۱۶۰ انعامات ہیں۔ قیمت فی بانڈ پچاس روپیہ نقد یا اقساط پر ساٹھ روپیہ یعنی دس روپیہ ماہوار کی چھ اقساط

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۲ء

تین سو فرانک کا بانڈ۔ سود پانچ فیصدی سالانہ ہر ماہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا پانچ لاکھ فرانک کا سال میں کل ۲۷۰ انعامات تقسیم ہوتے ہیں قیمت نقد ستر روپیہ اقساط پر چوراسی (۸۴) روپیہ یعنی بارہ روپیہ ماہوار کی سات قسطیں۔

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۳ء

پانچسو فرانک کا بانڈ سود پانچ فیصدی سالانہ جو سال میں ایکبار ماہ جولائی میں ادا ہوتا ہے انعامات ہر ماہ تقسیم ہوتے ہیں پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ کل (۱۸۰) انعام سالانہ قیمت نقد (۱۲۰) [illegible] روپیہ اقساط پر [illegible] روپیہ یا بارہ روپیہ ماہوار اقساط

نیا بلجیم قرضہ ۱۹۳۲ء

گذشتہ سال کا قرضہ انعامات ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ کو تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام پچاس لاکھ فرانک کا ہر ماہ ۲۲۸ انعام ملتے ہیں سال میں [illegible] انعامات قیمت فی بانڈ نقد ایک سو پچیس روپیہ ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط سود پانچ فیصدی سالانہ [illegible]

مینیجر انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر (۱۵) لاہور

فہرست کتب

قرآن کریم اور تفسیریں

ترجمان القرآن اردو ترجمہ قرآن کریم معہ دیباچہ از مولانا ابوالکلام آزاد جلد اول قیمت [illegible]

مارماڈیوک پکتھال معانی القرآن المکرم قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ جس کو پڑھ کر کچھ عرصہ ہوا بمبئی کی ایک کروڑ پتی ہندو خاندان مسلمان ہوگئی قیمت [illegible]

تفسیر بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ قیمت فی جلد پچیس روپے (۲۵)

تفسیر حقانی مصنفہ شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب مرحوم سابق پرنسپل عربی یونیورسٹی کالج کلکتہ یہ تفسیر زمانہ حال کی اردو تفاسیر میں سے بہتر تفسیر سمجھی جاتی ہیں ۸ جلدیں قیمت تیس روپیہ

قرآن الکریم معہ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب قیمت بڑا ایڈیشن (۳)

تفاسیر از مولینا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی

تفسیر سورہ بقر (یا خلافہ الکبریٰ) قیمت مجلد پانچ روپے۔ غیر مجلد چار روپے

تفسیر سورہ انفعال و توبہ (صراۃ المستقیم) قیمت مجلد [illegible] غیر مجلد دو روپے

تفسیر سورہ آل عمران (یا بیان) حجم ۲۱۸ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

بصائر بنی اسرائیل کے ان واقعات کو جو قرآن میں بیان ہیں نہایت دلکش رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ حجم ۱۹ صفحے قیمت صرف چھ آنے

اسلامی تاریخ کی کتابیں

تاریخ اسلام از مولینا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی اہل عرب کی قبل از اسلام حالت رسول اللہ صلعم کے سوانح حیات اور خلافت کی تاریخ نہایت سلیس صاف اور دلفریب پیرایہ میں قلمبند کی ہے قیمت جلد اول [illegible] قیمت جلد دوم ([illegible])

تاریخ الحرمین الشریفین از مولینا عبدالسلام صاحب ندوی۔ قیمت مجلد [illegible] قیمت غیر مجلد [illegible]
"کتاب دلچسپ اور مستند معلومات پر مشتمل ہے... حرمین شریفین کے حالات و تاریخ میں اس سے بہتر کوئی کتاب اردو میں شایع نہیں ہوئی۔"
(مولینا) ابوالکلام آزاد

تاریخ افغانستان از سید جمال الدین افغانی مترجمہ مولینا محمود علی صاحب۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ([illegible])

تاریخ علامہ ابن خلدون مترجمہ احمد حسین صاحب ۳۳ جلدیں قیمت مکمل تاریخ [illegible]

تمدن اسلام از علامہ جرجی زیدان مترجمہ مولوی محمد حلیم انصاری قیمت ۵ جلد پانچ روپے ([illegible])

مضامین عالمگیر از مولینا شبلی نعمانی مرحوم قیمت قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible]

اورنگ زیب عالمگیر از مولینا شبلی نعمانی قیمت آٹھ آنے

مقالات شبلی از مولینا شبلی صاحب قیمت ایک روپیہ

آغاز اسلام (ترجمہ کتاب بدء الاسلام) از علامہ شبلی قیمت [illegible]

تمدن ہند از جناب سید علی بلگرامی قیمت پچاس روپے ([illegible])

عصر قدیم از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر قیمت [illegible]

حروب صلیبیہ از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر قیمت [illegible]

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ مینیجر بک ڈپو انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر [illegible] لاہور

سکینہ بنت حسین قیمت چھ آنے

جنید بغدادی قیمت ایک روپیہ

قرۃ العین ایران کی مشہور شاعرہ کے حالات

ابوبکر شبلی قیمت ایک روپیہ

مجذوبات (ہر دو حصہ)

تصانیف مولوی عبدالسلام صاحب ندوی

اسوۂ صحابہ (دو حصہ) قیمت جلد اول، قیمت جلد دوم

اسوۂ صحابیات۔ قیمت ایک روپیہ

سیر عمر بن عبدالعزیز قیمت علاوہ محصول

تصانیف مولینا شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النبی قیمت جلد اول، جلد دوم، قیمت جلد سوم، قیمت جلد چہارم

الفاروق قیمت حصہ اول، حصہ دوم

سوانح عمری مولینا روم قیمت

الغزالی قیمت

المامون (ہر دو حصہ) قیمت

سیرۃ النعمان (امام ابوحنیفہ کے حالات)

حیات حافظ۔ قیمت صرف

حیات سعدی۔ قیمت

سوانح عمری ٹیپو سلطان از سید امجد علی صاحب اشہری

سوانح عمری حیدر علی از سید امجد علی صاحب اشہری

حیات امام مالک از مولینا سید سلیمان صاحب ندوی

(علاوہ محصولڈاک)

کالا پانی

از مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری (خود نوشت سوانحعمری)

وہابیوں کے مشہور مقدمہ میں مولوی محمد جعفر صاحب کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی تھی اس کتاب میں انہوں نے اپنے مقدمہ اور اپنی قید کے حالات لکھے ہیں۔ قیمت

خواجہ معین الدین صاحب اجمیری کے حالات موسوم بہ عرفان کی پہلی تجلی قیمت

سیرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قیمت صرف ایک روپیہ ۲ آنہ

ذکر حبیب حضرت پیر حیدر شاہ صاحب قبلہ جلالپوری کے حالات زندگی قیمت

ابن رشد از مولوی محمد یونس صاحب مرحوم فرنگی محلی

سیر الصحابیات از مولینا سعید انصاری صاحب

سیر الانصار از مولینا سعید انصاری ندوی قیمت حصہ اول، حصہ دوم

حیات محمد علی قیمت دو روپے

مرزا اسد اللہ خان غالب

دیوان غالب اردو جامعہ ملیہ ایڈیشن مطبوعہ جرمنی قیمت پانچ روپیہ

دیوان غالب دستی ایڈیشن قیمت

مرقع چغتائی یہ دیوان غالب کا مصور ایڈیشن ہے از جناب عبدالرحمن چغتائی قیمت روپے

دیوان غالب اردو معہ شرح (از مولینا سُہا) قیمت

شرح دیوان غالب از مولینا حسرت موہانی

شرح دیوان غالب مولینا عبدالباری صاحب آسی

اردوئے معلی غالب کے خطوط کا مجموعہ قیمت

عود ہندی نثر از غالب قیمت درجہ اول، درجہ دوم بارہ آنے، درجہ سوم

مہر نیم روز غالب (تاریخ) قیمت

دیوان غالب فارسی قیمت

محاسن کلام غالب مطبوعہ انجمن ترقی اردو قیمت

نکات غالب۔ غالب کی خود نوشت سوانحعمری اور وہ نکات جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں کو بتائے قیمت ایک روپیہ

ادبی خطوط غالب معہ دیباچہ از مرزا محمد عسکری صاحب قیمت

انتخاب کلام غالب معہ دیباچہ چیف جسٹس سر محمد سلیمان صاحب

یادگار غالب از خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم پانی پتی قیمت تین روپے

امیر خسرو دہلوی

دیوان نہایت الکمال قیمت

دیوان غایت الکمال قیمت

✤ ✤ ✤

سیدنا فاضل شاہ از کاتب گجرات

معدہ کی شکایت تمام بیماریوں کی جڑ ہے
سینکڑوں واحد علاج
نمک سلیمانی ہے
نمک سلیمانی تمام شکایتوں کو دور کر کے معدہ کو مقوی کرتا ہے اور بدن میں خون صالح بافراط پیدا کر کے تندرستی بڑھاتا ہے۔ دائمی قبض۔ بدہضمی۔ شکم میں درد اور نفخ ہوجانا۔ کمی اشتہا یعنی بھوک نہ لگنا۔ کھٹے ڈکار آنا۔ سینہ جلنا۔ منہ سے بدمزہ پانی چھوٹنا۔ طحال یعنی تاپ تلی۔ ضعف معدہ۔ وبائی امراض۔ ہیضہ۔ اسہال۔ پیچش۔ بواسیر۔ درد کمر۔ درد گردہ۔ اوجاع اورام مفاصل یعنی گنٹھیا۔ دردسر۔ ضعف دماغ۔ ضعف بصر وغیرہ اور دیگر امراض میں مثل تریاق کے حکمی تاثیر رکھتا ہے۔ بچوں کو دانت نکلنے کی حالت میں نفع پہنچاتا ہے۔ عورتوں کی خاص بیماریوں کے واسطے، ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو تو فائدہ کثیر بخشتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے اور غذا کو فوراً ہضم کرتا ہے جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا ہوتا ہے اور ہر قسم کی سستی اور غمگینی دور کرتا ہے اور طاقت مردانگی بڑھاتا ہے۔ فساد خون کو زائل کر کے رنگ بدن صاف شفاف رکھتا ہے۔ قلب کو قوت اور فرحت بخشتا ہے۔ پژمردہ طبیعت کو خورسند کرتا ہے اور وہم و فکر کو زائل کرتا ہے اور معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کر کے اسکی قوت کا محافظ رہتا ہے۔ ہیضہ اور طاعون کے دنوں میں اس کا استعمال اکسیر کا کام دیتا ہے۔ ہر گھر میں اس نمک کی ایک شیشی موجود رکھنی نہایت ضروری ہے اس سے وقت پر جادو کا اثر پڑتا ہے۔
جو لوگ نمک سلیمانی باقاعدہ استعمال کرتے ہیں اُن کی رائے ہے اور اکثر نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ استعمال سے اول بدن کا وزن کیا جائے۔ تو ہر ماہ خون صالح اس قدر زیادہ پیدا ہوتا ہے کہ دو تین ماہ میں دس پونڈ سے زیادہ وزن بڑھ جاتا ہے۔ جن لوگوں کو دودھ ہضم نہ ہوتا ہو وہ اس کو ضرور باقاعدہ روزمرہ استعمال کرتے رہیں۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲ ار) تین شیشی دو روپیہ چار آنے (عہ) چھ شیشی چار روپیہ آٹھ آنے (للعہ)
نمک سلیمانی نے میری صحت کو قابل رشک بنا دیا
بال اُڑانے کا بے ضرر پوڈر
یہ پوڈر نرم سے نرم جگہ پر بھی بے ضرر اور بلا تکلیف بال اُڑا کر جلد کو ریشم کی مانند ملائم کر دیتا ہے۔ قلعی و چونہ اور ہڑتال اس میں نہیں ہے۔ قیمت فی پیکٹ چھ آنے (۶ر)
اعوان ہیر آئل یعنی بالوں کے لگانے کا خوشبودار تیل
کارخانہ آبحیات لمیٹڈ نے طبی اصول کے موافق بالوں کی اصلیت اور روئیدگی و طریق پرورش اور قیام وغیرہ کے حالات پر غور کر کے موجودہ تیلوں کے اجزائے مروجہ کے تمام نقصانات کو مدنظر رکھ کر یہ تیل تین برس سے ایجاد کیا ہوا ہے جو سر پر لگانے سے بالوں کو تقویت دیتا ہے اور اعصاب و عروق کو مضبوط کرتا ہے۔ دردسر۔ سر کا چکر۔ یبوست سے بالوں کا گرنا اور بدخوابی دور ہو جاتی ہے۔ بالوں کی جڑھیں تر رہتی ہیں اور بال لمبے و چمکدار ہوتے ہیں۔ دماغ کو طاقت رہتی ہے۔ مسامات میں اسکے اثر سے وہ رطوبت جلد تر تبدیل ہوتی ہے جس سے بال سفید ہو جایا کرتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول
پتہ ملنے کا:- منیجر کارخانہ آب حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)

The "Afsana," May 1933. Regd L No 1382

ادبِ لطیف اعلیٰ قصے کہانیوں اور ڈرامہ کی نشر و اشاعت کیلئے

انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ لاہور

کا

ماہوار

رسالہ

افسانہ

زیرِ سرپرستی آنریبل کیپٹن سردار سر سکندر حیات خان صاحب

ریونیو ممبر پنجاب گورنمنٹ سابق گورنر پنجاب بالقابہ

مدیرانِ اعزازی

ملک محمد اسلم خان ایم۔ اے (کیمبرج) بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور

سردار موہن سنگھ ایم اے پی ایچ ڈی

سید عابد علی عابد ایم اے ایم او ایل ایل ایل بی

(سالانہ قیمت دو روپیہ ۲؎)

[illegible]

پچیس سال گذشتہ میں چالیس ہزار سرٹیفکیٹ ہماری کامیابی کی سب سے بڑی شہادت
قیمت فی شیشی دو روپے
آبِ حیات
آبِ حیات نے جس قدر نام پایا ہے اسکی مکمل تشریح کے واسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے اسکے فوائد کی تصدیق
میں گذشتہ پچیس سال کے اندر چالیس ہزار سرٹیفکیٹ موصول ہو چکے ہیں عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کے واسطے
اکسیر اعظم ہے۔ طرفہ یہ کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے ہر قسم کی کھانسی۔ سر درد۔ زکام۔ نمونیا۔ درد پیچ۔ وجع المفاصل
نقرس۔ امراض معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون۔ قولنج۔ ہیضہ۔ طاعون۔ پھوڑا پھنسی۔ درد دانت کے
درد۔ ضعف بصارت کیلئے نہایت مفید ہے آبِ حیات جس گھر میں موجود ہے اُس کو اور ادویات تیار کرانے کی
ضرورت نہیں رہتی۔ ایک شیشی میں پچاس بیماروں کیلئے کافی دوا ہوتی ہے آبِ حیات کے مقابلہ میں [illegible] ادویات [illegible] فضول ہیں سفر
و دیہات میں جہاں حکیم و ڈاکٹر نہیں مل سکتا وہاں یہ نعمت عظمیٰ ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اور [illegible] استعمال سے [illegible] بنانے ہیں ناواقف
اسکو استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے قیمت فی شیشی [illegible] تین شیشی [illegible] ایک درجن [illegible] دو درجن [illegible] علاوہ محصولڈاک
صوفیانہ سرمہ
یہ سرمہ ضعف بصر تاریکی چشم دھند
جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سرخی۔ پانی بہنا
خارش وغیرہ کے واسطے [illegible] خدا شرطیہ
حکمیہ علاج ہے۔ سٹوڈنٹوں اور قانون پیشہ اصحاب کے لئے یہ ایک
عجیب و غریب تحفہ ہے۔ جو صاحب اسکو اپنا معمول بنا لینگے انشاء اللہ عمر بھر
کبھی ان کی آنکھیں خراب نہ ہونگی جو ابتدائی عمر میں اس کا استعمال کرتے رہینگے
بوقت پیری اپنی آنکھوں کو جوانی سے بہتر پائینگے قیمت
محافظ دندان
دانت مشین بدن میں ان پرزوں
کا جن سے ہمارے جسم کی پرورش
ہوتی ہے غذا وغیرہ تمام دنیا کی نعمتیں جو
معدہ میں داخل کریں انکی درستی ابتدا انہیں
دانتوں سے ہوتی ہے پس ہر وقت انکو صاف رکھیں اس
منجن کے ملنے سے دانت مضبوط۔ مسوڑوں کا گوشت درست۔ خون آنا بند۔ بدبو [illegible]
کرم سے محفوظ اور کیڑا نہیں لگتا۔ دانت ہمیشہ موتیوں کی طرح چمکدار رہتے ہیں قیمت چار تولہ
ملنے کا پتہ۔ منیجر کارخانہ آبحیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین ڈاکخانہ صوفی آبحیات پنجاب

ادبِ لطیف اعلیٰ افسانوں، ڈرامہ اور تنقید کا ماہوار مجلہ

افسانہ

نمبر ۵ و ۶	فہرست مضامین بابت ماہِ اگست وستمبر ۱۹۳۳ء	جلد ۱

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	آنریبل رائے بہادر سرشادی لعل	جناب اسلم	۵
۲	خاموش پیغام	جناب جوش ملیح آبادی	۱۱
۳	چڑیا کا بچہ (ایوان ترگنیف)	مترجمہ جناب اختر جوناگڑھی	۱۲
۴	پکار (ٹیگور)	مترجمہ جناب ابو محمد امام الدین صاحب مدیر ترجمان بنارس	۱۳
۵	پورن (ڈراما)	جناب اندر لال داس صاحب قمر	۱۴
۶	دو دوست (افسانہ)	مترجمہ جناب ابو محمد امام الدین صاحب	۲۳
۷	نرالی آنکھیں۔ نرالے کان۔ شکوہ۔ عقیدت	جناب جوش ملیح آبادی	۲۷
۸	ناکام آرزو	جناب محمد شرف الدین صاحب یکتا جودھپوری	۲۸
۹	اینطن چیخوف کی نوٹ بک	مترجمہ جناب ابو محمد امام الدین صاحب	۳۴
۱۰	اذیتِ گناہ	جناب محمد الیاس صاحب دہلوی	۳۶
۱۱	غلطی (پربھات بابو کی ایک کہانی)	مترجمہ جناب ابو محمد امام الدین صاحب	۴۲

بہارِ شباب

یہ کتاب دہلی کے شاہی خاندانی حکیم ارسطوئے زماں حضرت مسیح الملک محمد اجمل خان صاحب کے والد ماجد حکیم محمود خان صاحب کی تصنیف ضیاء الابصار کا ترجمہ ہے بازاری کتابیں جو عام مصنف ادھر اُدھر کی لایعنی باتیں جوڑ جاڑ کر بنا لیتے اور کسی کو کوکا پنڈت اور کسی کو بو علی سینا کے نام سے ظاہر کر کے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکے ڈالتے رہتے ہیں اس کتاب کے سامنے ہیچ ہیں کیونکہ یہ ایک ماہر فن کی تصنیف ہے جس میں ان کے مجربات اور طبی اصول سے تمام نشاط انگیز اور صحیح مواصلت کے بیان کئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے صحت ہمیشہ درست اولاد خوبصورت اور مضبوط پیدا ہوتی ہے معشوقہ اپنے عاشق اور بیوی اپنے خاوند کی پرستار اور دیوانی بن جاتی ہے مقوی ادویات کے وہ نسخے جو حکیم صاحب ممدوح کے خاندان میں سینہ بسینہ چلے آتے تھے اور جن کی بدولت آج ہندوستانی دواخانہ دہلی لاکھ روپیہ ماہوار کی ادویات فروخت کرتا ہے حکیم صاحب ممدوح نے اس کتاب میں عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہایت فیاضی سے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے (عہ/) کتاب کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو:۔

(۱) انسان کی مزاجوں کا تغیر۔
(۲) جوانی کی حالت میں مباشرت۔
(۳) علم طب کی علم دین پر فضیلت۔
(۴) کوکا پنڈت نے عورتوں کی چار قسمیں بلا تحقیق لکھدی ہیں۔
(۵) کوکا پنڈت عیش پسند تھا طبی اصول سے واقف نہ تھا۔
(۶) عیاش مرد اور فاحشہ عورتوں کی صحبت کے بغیر دنیوی عیش اور خدا پرست نہیں رہ سکتی۔
(۷) جالینوس شیخ الرئیس اور دوسرے حکمائے متقدمین کی تحقیقات عورتوں کے متعلق۔
(۸) فاحشہ عورتوں سے تعلق۔
(۹) عورت اور مرد میں شہوت کی مناسبت
(۱۰) اختلاف مزاج کا مباشرت پر اثر۔
(۱۱) مباشرت کس قدر کرنی مناسب ہے۔
(۱۲) جوانی ادھیڑ اور بڑھاپے کی قوی اور مباشرت۔
(۱۳) مباشرت میں لذت پیدا ہونے کا حکیمانہ فلسفہ
(۱۴) عورت کے خصیہ اندر اور مرد کے باہر رکھنے میں کیا راز مضمر ہے۔
(۱۵) حیوانوں اور انسانوں کی پیشاب گاہ کا مقابلہ حیوانوں کی پیشاب گاہ کیوں ظاہر نہیں ہوتی۔
(۱۶) پیشاب گاہ کی نالیاں اور منی کی پیدائش
(۱۷) محرکات مباشرت۔
(۱۸) طبعی اور غیر طبعی انتشار۔
(۱۹) لذت پیدا ہونے کے طبی اسباب۔
(۲۰) لڑکا اور لڑکی کس طرح بنتے ہیں۔
(۲۱) بعض دفعہ ایک حمل سے دو بچے پیدا ہونے کے طبی وجوہات۔
(۲۲) مخنث اور نامرد کیوں پیدا ہوتے ہیں
(۲۳) وہم کا اثر اولاد پر۔
(۲۴) بچے کی شکل و صورت پر ماں کے خیالات کا اثر۔ ماں جیسا چاہے بچہ پیدا کر سکتی ہے۔
(۲۵) امام فخر الدین رازی کیوں خوبصورت پیدا ہوئے۔
(۲۶) مباشرت کے فائدے اور نقصان۔
(۲۷) مباشرت کے اوقات۔
(۲۸) مباشرت کے طریقے طبی اصول سے۔
(۲۹) خاص الخاص بات۔
(۳۰) عورت کے ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ کی پہچان۔
(۳۱) کن عورتوں سے تعلق از روئے حکمت درست ہے۔
(۳۲) ایک خاص فعل سے کوڑھ پیدا ہو جاتا ہے۔
(۳۳) شرم و حیا کا اثر۔
(۳۴) مرطوب اور خشک ملکوں کی آب و ہوا کا مردانہ قوت پر اثر۔
(۳۵) جالینوس بقراط اور افلاطون کے مباشرت کے متعلق نظریئے۔
(۳۶) منی کی پیدائش از روئے طب۔
(۳۷) سیاہ اور سفید رنگت کا پیدائش پر اثر۔
(۳۸) کیا بچہ کا ہر ایک عضو ماں باپ کے اعضا کے مشابہ ہوتا ہے۔
(۳۹) عورت میں مادہ تولید کے متعلق اطبا کا اختلاف۔
(۴۰) خواجہ سرا کیوں کر پیدا ہوتے ہیں اور ان کی اقسام۔
(۴۱) ہندوستانی عورت کیوں جلدی نکاح کے قابل ہو جاتی ہے۔
(۴۲) علم قیافہ اور مرد و عورت۔
(۴۳) مساس کا اثر۔
(۴۴) بکارت۔
(۴۵) حیض اور حمل۔
(۴۶) خوبصورت بچے کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں
(۴۷) تندرست بچے کس طرح پیدا ہوتے ہیں
(۴۸) ایک حمل سے کئی بچے۔
(۴۹) ایک خاص بات ناگفتنی۔
(۵۰) ضعف باہ کے خاص نسخے۔
(۵۱) ممسک دواؤں کے نقصان۔
(۵۲) لذیذ ادویہ کے نسخے۔
(۵۳) آتشک اور سوزاک کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں۔
(۵۴) عیاشی کے متعلق طبی نصائح۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

آنریبل رائے بہادر سر شادی لعل

ولادت

ہے پھول وہی جس پہ چمن نازاں ہو　　موتی ہے وہی جس پہ عدن نازاں ہو
ہے مشک وہی جس پہ ختن نازاں ہو　　انسان ہے وہی جس پہ وطن نازاں ہو

۱۲ ماہ مئی ۱۸۶۰ء کا مبارک دن جب "ہفت کشور کے انتخاب" یعنی سرزمین پنجاب پر ضوفگن ہوگا تو کس کو معلوم تھا کہ دور افتادہ قصبہ ریوالی ضلع گوڑگانواں کے معزز خاندان اگروال المعروف چھجو رام والے میں ایک بیش بہا اور شادکام لعل مجلّۂ غیب سے ہزاروں خوبیوں کے ساتھ عالم وجود میں مشہور ہوگا۔ اور صوبہ پنجاب کو اپنی بے انتہا برکات اور فیوض سے مستفیض کر کے رائے بہادر آنریبل سر شادی لعل کے نام نامی و اسم گرامی سے منسوب ہوگا۔ جس کے آگے وائسرائے ہند حلف وفاداری کے لئے بصد تعظیم سر تسلیم خم کریگا۔

خاندان اگروال خاندان اگروال کے قدیمی عروج و کمال۔ جاہ و جلال۔ ثروت و اتحاد کے ثبوت کے لئے مختصراً اس تاریخی واقعہ کا اظہار کافی ہوگا کہ اگروہا کا محال زمانہ قدیم میں اس عدیم المثال قوم کا واحد سکنی قصبہ تھا جس میں کم و بیش ایک لاکھ گھروں کی آبادی تھی۔ جب کوئی فرسودہ حال ممبر خاندان اگروال آباد ہونے کے لئے آتا تو ہر آسودہ گھر اُس کو ایک روپیہ نقد اور ایک خشت پختہ بطور اعانت دے کر مالا مال اور خوش حال کر دیتا۔ ہمدردی۔ اخوت اور فیاضی کے اس کرشمہ نے ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کا نقشہ قائم کر دیا۔ اور آخر کار نیکی اپنا پھل لائی اور اپنا بہترین ثمر شیریں سر شادی لعل کے وجود کی صورت میں پبلک کے سامنے رکھدیا۔

وجہ تسمیہ چھجو رام والے چھجو رام والے کی وجہ تسمیہ مقامی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتی کہ جہاں دیگر اگروال قوم کے افراد کسی محتاج سائل کو غلہ وغیرہ مٹھی بھر کر دیتے تھے تو سر شادی لعل کے مورثِ اعلیٰ چھجو رام چھاج بھر کر دان دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی نام اور نسبت سے یہ شادکام خاندان تا دم اس نام سے مشہور ہوگیا۔ سچ ہے

چڑی چونچ بھر لے گئی نول نہ گھٹیو نیر
دان دیئے دھن گھٹت نہیں کہہ گئے بھگت کبیر

زمانہ طفلی و طالب علمی آپ ایسے وقت میں جبکہ آفتاب عالمتاب اپنے اوج کمال پر اہل عالم کو منور کر رہا تھا تولید سعید سے عین مابعد نادان دایہ نے جب ذرا سختی سے ہاتھ لگائے تو آپ نے رونا شروع کیا۔ الاقسمت سرہانے کھڑی ہنس رہی تھی کہ دار السلطنت کی وہ عالیشان عمارت جس میں تم نے راج کرنا ہے اور اس کو چار چاند لگانے میں ہنوز زیر تکمیل ہے

آپ کی طفلی کا زمانہ بلحاظ بہترین اخلاق۔ تابعداری اور امن پسندی محلہ کے بچوں کے لئے ایک نمونہ تھا۔ کبھی کسی ہمسن پر دراز دستی نہ کرتے بلکہ مظلوم بچوں کی حمایت کی عادت طبیعت میں فطرۃً ودیعت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تمام اہل محلہ آپ کے ساتھ اپنے بچوں کی طرح پیار۔ شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔

آپ نے زمانہ طالب علمی میں درس تدریس کے جملہ مدارج نہ صرف اعلیٰ درجہ کی کامیابی و کامرانی سے طے کئے بلکہ ہر جماعت میں ممتاز اور ہر امتحان میں باامتیاز وہ کر اعلیٰ وظائف اور انعام حاصل کئے۔ اس پہ خوبی یہ کہ طبیعت میں انتہا درجہ کی فروتنی۔ حلم۔

ضبط۔ انکساری اور اپنی ذات پر کامل اعتماد تھا چنانچہ انٹرنس کے امتحان میں بسال ۱۸۹۰ء سب طلبا پر سبقت لے گئے اور دُو وظائف ایک منجانب گورنمنٹ دُوسرا گبن کا وظیفہ حاصل کیا۔

۱۸۹۲ء میں ایف۔ اے کا امتحان آپ نے فورمین کالج لاہور سے اول درجہ پر پاس کیا اور گورنمنٹ سے وظیفہ حاصل کیا بعد ازاں ۱۸۹۴ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج کے بی۔ اے کے امتحان میں نہ صرف نمایاں کامیابی حاصل کی بلکہ صوبہ بھر کے جملہ کامیاب طلبا میں اوّل نکلے اور دُو وظائف ۲۵ اور ۳۵ روپیہ ماہوار کے حاصل کئے۔

تعلیم انگلستان ۱۸۹۵ء میں جب آپ نے ایم۔ اے کا امتحان دیا تو آپ اس امتیاز خصوصی سے کامیاب ہوئے کہ انگلستان میں حصول تعلیم کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو وظیفہ دیا گیا۔

مبدا فیاض سے جو ذہن رسا آپ کو ملا ہُوا تھا اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آپ آکسفورڈ یونیورسٹی کے بیلیئل کالج میں داخل ہوئے اور ۱۸۹۶ء میں بی۔ اے آنرز اور بی۔ سی۔ ایل کے امتحانات میں ایسی نمایاں اور با تعریف کامیابی حاصل کی جس کی نظیر یونیورسٹی کے ریکارڈ میں شاذ تھی۔ آپ صوبہ پنجاب کے پہلے ہندوستانی طالب علم تھے جنہوں نے بی۔ سی۔ ایل کی ڈگری آنرز میں حاصل کر کے تمام یونیورسٹی سے خراج تحسین و آفرین حاصل کیا۔ اور انگلستان کے دار العلوم میں فرہانت پنجاب کی دھاک بٹھا دی۔ کالج کے زمانہ کے ساتھ ساتھ بیرسٹری کی تعلیم کی خاطر گریز اِن میں داخل ہو گئے، اور اُس میں ایسی عدیم النظیر کامیابی حاصل کی کہ آپ تمام اِن (Inn) کا طرہ امتیاز بن گئے۔ چنانچہ بہترین نتائج امتحانات کے باعث آپ قانونی تعلیم کی کونسل کے اعزازی رکن مقرر ہوئے۔ دوران قیام انگلستان میں آپ نے کانسٹی ٹیوشنل لا۔ کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری اور لیگل ہسٹری کے امتحانات میں خاص انعامات حاصل کئے اور اس پر طرہ یہ کہ گریز اِن میں امتیازی وظیفہ ہندوستانی طلبا میں بار اول آپ کو ہی ملا۔

اِن عدیم المثال کامیابیوں۔ اعزازات۔ انعامات اور امتیازات وخصوصیات کے حصول سے آپ انگلستان کی آنکھوں میں ایک درخشندہ و درخشندہ تارا بن گئے ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

زمانہ بیرسٹری بتاریخ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء آپ کو گریز اِن کے آنریبل سوسائٹی سے بیرسٹری کا شرف حاصل ہُوا۔ اور آپ بجمیع مدارج و اعزازات وطن کو واپس ہوئے۔ اور اسی سال آپ چیف کورٹ پنجاب میں بحیثیت ایڈووکیٹ داخل ہوئے۔ آپ ابتدائ لا کالج کے لکچرار اور بعد ازاں پرنسپل کے عہدہ پر تعینات ہوئے۔ اس منصب کی سرانجام دہی میں جو فاضلانہ لکچر آپ نے مضامین ایکٹ انتقال اراضی و ایکٹ شفع پر دیئے اور ان پر جس قدر عالمانہ تنقید کر کے ان کے نقائص و اغلاط اور جملہ خامیوں کا با استدلال اظہار فرمایا اُس نے قانون ساز طبقہ میں ہیجان پیدا کر دیا اور بالآخر متعلق جماعت کو ان ہر دو قوانین کی ترمیم و اصلاح کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ مسٹر ٹالنٹن مقتدر ممبر جماعت قانون ساز نے ایکٹ شفع۔ ایکٹ انتقال اراضی ۱۹۰۵ء ۱۹۰۸ء کی اشاعتوں کے متعلق آپ کی جبلی ذہانت اور خداداد قابلیت کا کامل اعتراف کیا اور خراج تحسین ادا کیا۔

آپ کی شہرت بحیثیت مُصنّف و مؤلف آپ کی فن تصنیف و تالیف میں قابلیت ایکٹ انتقال اراضی و ایکٹ شفع سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں اس امر کا اظہار خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ آپ اس دَوران میں بنفس نفیس لیجسلیٹو کونسل کے ممبر اور منتخب کمیٹی کے رُکن تھے۔ اور آپ کو اپنی صائب اور حق بجانب رائے پر اس قدر وثوق تھا کہ آپ نے تمام کمیٹی کی متفقہ رائے کے خلاف اپنا ایک مبسوط اور مُدلل نوٹ تحریر فرمایا۔ اگرچہ بوجوہات چند در چند مجلس قانون ساز آپ کی رائے سے متفق نہ ہوسکی اِلّا آپ کے نوٹ کی تائید و تصدیق کئی مرتبہ فاضل جج ہائیکورٹ مسٹر جسٹس لے راٹیگن وغیرہ نے اپنے فیصلہ جات میں فرمائی۔

ملکی خدمات بیسویں صدی کے آغاز سے ۱۹۰۸ء تک آپ کو اپنے منصبی کام وکالت کی مضبوط بُنیاد قائم کر کے اس پر شاندار عمارت کی تعمیر میں اس قدر انہماک رہا کہ آپ نے اپنے اوقات کا زیادہ حصّہ قانونی مطالعہ اور پیروی مقدمات وغیرہ مشاغل میں

صرف کیا۔ الاٹ ۱۹ء میں جذبہ حب الوطنی کے اقتضا سے آپ نے اپنے بیش قیمت وقت کا معتدبہ حصہ عامۃ الناس کی بہبودی، برتری، اصلاح و فلاح کے لئے وقف کیا جس سے کئی ایک بہترین نتائج نکلے۔

بتقریب تشریف آوری فدائے ملک مسٹر گوکھلے آپکی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرنے کے لئے طلبا پنجاب نے جو عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اُس کی صدارت کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور اس منصب کو آپ نے بطریق احسن سرانجام دیا۔

پبلک لائف میں آپ کی تمام تقاریر اور عملی کارروائیاں مذہبی تعصبات سے مبرا۔ فرقہ دارانہ اثرات سے معرّا اور تنگدلی سے کلیۃً منزہ ہیں۔ آپ نے ہمیشہ افراط تفریط سے محفوظ رہکر اعتدال پسندی کو اپنا شیوہ بنایا اور ہر موقع پر باہمی اختلافات کے مٹانے اور جذبہ اخوت واتحاد پیدا کرنے کی تلقین کی اور حاکم و محکوم میں باہمی تعاون۔ اعتماد و اتحاد عمل کی مساعی جمیلہ کیں۔

آپ ۱۹۰۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے فیلو منتخب ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں سنڈیکیٹ کے ممبر بنائے گئے اور مارلے منٹو ریفارم جب صوبہ پنجاب میں بسال ۱۹۱۰-۱۹۱۲ء رائج ہوئی اور آپ یونیورسٹی کی جانب سے پہلے نامزد شدہ رکن کونسل بمقابلہ میاں سر محمد شفیع صاحب مرحوم اور آنریبل میاں سر فضل حسین منتخب ہوئے۔ آپ نے نہایت کامیابی سے نہ صرف یونیورسٹی کے مفاد کے لئے بلکہ جوڈیشل ریفارم کیلئے بھی بیش قیمت کام سرانجام دیئے۔

اس ضمن میں آپ کی نمایاں کارکردگی۔ دیوانی اور فوجداری اختیارات کی علیحدگی۔ موجودہ ڈسٹرکٹ ججی کی داغ بیل کا رکھنا اور قانون پیشہ اصحاب سے سب ججوں کا تقرر ہے۔

کونسل میں آپ کی تقاریر ہمیشہ جامع، واقعات پر حاوی، منضبط اور اپنے اندر فریق بالمقابل کو معقول استدلال سے قائل کرنے کی اہلیت رکھتی ہوئی بالعموم سرکاری وغیر سرکاری اراکین سے خراج تحسین حاصل کرتی تھیں۔ کونسل میں آپ کی ایک معرکۃ الآرا تقریر کے مندرجہ ذیل اقتباس سے خیر اندیشی۔ صلح جوئی اور بلند خیالی کا بیّن ثبوت ملتا ہے:۔

"کوئی ذی شعور انسان ایک لحہ بھر کے لئے بھی اشارۃً یا کنایۃً کوئی ایسی تحریک روا نہ رکھیگا جس کا مقصد یہ ہو کہ غیر سرکاری اراکین متحدہ طور پر گورنمنٹ کی علانیہ مخالفت کو اپنا شعار بنالیں یا ایسے ذرائع اختیار کریں جن سے گورنمنٹ کے رستہ میں مشکلات حائل ہوں۔ بلکہ برعکس اسکے جملہ غیر سرکاری اراکین کا یہ فرض اولیٰ ہے کہ عامۃ الناس کی شکایات کو بطریق احسن پیش کرکے ان کے اندفاع کے لئے مناسب ترین ذرائع پر غور کریں اور خیر اندیشی سے گورنمنٹ کو دستور اساسی کی اصلاح میں مدد دیتے رہیں۔"

اِس موقع پر اس امر کا اظہار خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کونسل کے بجٹ مرتب کرنے کے متعلق جس قدر اجلاس ہوئے اُن میں ہر موقع پر آپ کی ذات والا صفات اس امر کے لئے کوشاں رہی کہ پنجاب چیفکورٹ کو ہائیکورٹ میں تبدیل کیا جاوے۔ آپ کی خوش قسمتی اور بلند اقبالی ملاحظہ ہو کہ بالآخر جب پنجاب چیفکورٹ کو ہائیکورٹ کا درجہ عطا ہوا تو آپ ہی اس کے عہدہ جلیلہ چیف ججی پر فائز المرام ہوئے۔

پنجاب میونسپل بل کے متعلق ۱۹۱۱ء میں جو بحث و تمحیص وسیع پیمانہ پر ہوئی اُس میں آپ نے بذات واحد مجلس کے جملہ اراکین کے بالمقابل لوکل سیلف گورنمنٹ کے حصول کے لئے اپنی روشن دماغی اور وسیع تجربہ کی بنا پر ایسی معقول۔ مدلل۔ برجستہ۔ بسیط اور شستہ بحث کی کہ حریف باوجود مخالفت آپ کی ذہانت۔ قابلیت اور خداداد استعداد کا لوہا مان گئے۔

بحیثیت ایڈووکیٹ فن وکالت کو آپ کی ذات گرامی پر ناز ہے۔ فرض شناسی اور فرض کی ادائیگی کا ملکہ بدرجہ اتم آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھا۔ قانون دانی۔ قانون فہمی نکتہ سنجی اور اہم مسائل کے حل کے علاوہ پُر زور استدلال۔ مؤثر قوت گویائی صداقت فصاحت اور ان سب پر عدالت کی طبیعت پر بکمال ملاطفت حاوی ہونا ایسی۔ ان خوبیاں ہیں جن کے باعث وہ میدان مباحثہ و مجادلہ میں بالعموم گوئے سبقت لے جاتے تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ ممبران بنچ و بار کے لئے مایۂ ناز بن گئے۔

بلحاظ ایڈووکیٹ آپکو انگلستان کے مشہور و معروف ایڈووکیٹ سر جان سائمن سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ باوجودیکہ آپ

فصیح مقرر تھے تاہم بحیثیت ایڈوکیٹ آپ نے اپنی بحث کا انحصار محض فصاحت و بلاغت کی بجائے قاطع دلائل و مُسلّمہ فیصلہ جات پر رکھا۔

رانی بھگوان کور کے نہایت سنسنی خیز اور مشہور و معروف مقدمہ قتل کی پیروی میں آپ نے فنِ وکالت کے وہ جوہر دکھلائے کہ فلک گفت احسن ملک گفت زہ - اس مقدمہ میں آپ کی کامیابی نے دُنیائے وکالت میں ہیجان پیدا کر دیا - اور ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ نہ صرف مثل کے اوراق سے واقعات کی اصلیت اور حقیقت کو منکشف کیا بلکہ جس عمارت میں وقوعہ قتل کا ارتکاب ظاہر کیا گیا تھا - اُسکی تمام مکانیت کا ایک چھوٹے پیمانے پر چوبی ڈھانچہ بحساب ۴ فٹ فی انچہ طیار کر کے عدالت کے سامنے تمام نشیب و فراز زینے، تمام کمروں کی پوزیشن وغیرہ کلھم حالات روشن و بیّن کر کے عالی وقار ملزمہ کو تختہ دار سے بچا کر تختۂ دارائی پر واپس بٹھا دیا - یہ ہے شانِ وکالت - فیصلہ سُنانے کے بعد زندہ باد پائندہ باد شاد باش شادی لعل کے فلک شگاف نعروں سے چیفکورٹ کا تمام احاطہ گونج اُٹھا - اِس مقدمہ میں جو گراں بہا فیس آپ نے وصول کی وہ ہندوستان بھر میں بالکل ریکارڈ فیس ہے . . . . یعنی ایک لاکھ روپیہ نقد اور شہر لاہور میں اراضی کا وہ قطعہ جس پر آجکل آپ کی فلک بوس کوٹھی بنی ہوئی ہے۔

بحیثیت جج چیفکورٹ

صوبہ پنجاب کی عدالت عالیہ چیفکورٹ کی ججی کے لئے عین عالم شباب میں آپ کا انتخاب فی الحقیقت آپ کی قانون دانی کا اعتراف تھا - تمام صوبہ سے اس تقرر پر صدائے آفرین و تحسین بلند ہوئی - آپ نے بنچ پر جلوہ افروز ہو کر اس کو چار چاند لگا دیئے۔

آپ کے فیصلہ جات قانونی علو کی بیش قیمت یادگار ہیں جن میں غریب - امیر - ادنیٰ و اعلیٰ اہل مقدمات کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کر کے آپ نے اپنی انصاف پروری معدلت اور دادگستری کی دھاک تمام صُوبہ پنجاب میں بٹھا دی۔

آپ میں قانون دانی - نکتہ فہمی - دقیق رسی - رسائی ذہن تخیّل نوازی اور نہایت پیچیدہ اور اہم مسائل کا طرفۃ العین میں سُلجھاؤ اور واقعات کی کماحقہٗ وضاحت و صراحت ایسی خداداد قابلیتیں ہیں جن کی وجہ سے آپ کے فیصلہ جات کو نہ صرف قانون پیشہ اصحاب یا جوڈیشل افسر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کا اتباع و احترام کرتے ہیں بلکہ عوام الناس کے دلوں میں آپ کی بے لوث قوت فیصلہ کے متعلق ایک خاص عقیدت و اعتماد پیدا ہو چکا ہے۔

آپ کے ناطق اور حتمی فیصلہ جات کے انتخاب کے لئے اس مختصر سی اشاعت میں گنجائش نہیں ورنہ آپ کے کثیر التعداد محکم و مختتم فیصلہ جات صحیح معنوں میں آپ کے دل و دماغ کے زرّین اصولوں کا ایک مجلا آئینہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ اُن کی بالتفصیل وضاحت کی جاوے۔

۱ لاہور صفحہ ۱۹۲ - ۳ لاہور صفحہ ۴۰۵ - ۴ لاہور صفحہ ۲۷۱ - ۶ لاہور صفحات ۳۴۳ و ۴۰۰ ۴۸۰ ۵ -
۷ لاہور ۸۰ و ۲۳۸ و ۸ لاہور ۴۰۸ - ۹ لاہور ۳۲۲ و ۴۰۶ و ۵۰۴ و ۷۰۱ - ۱۰ لاہور ۲۸۲ -
آل انڈیا رپورٹر صفحہ ۷۴ ۱ بابت سال ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۶ء صفحہ ۴۹۱ -

ان فیصلہ جات کے بنظر تعمق مطالعہ سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاوے گی کہ آپ کے قانونی پیچیدگیوں کے حل کرنے اور زندگی کے ہر شعبہ پر کامل عبور اور ہر معاملہ کے تہ تک پہنچنے کی مکمل مہارت ایسی بیّن مسلمات ہیں جن سے کوئی نقاد انکار نہیں کر سکتا - آپ دریائے علم و حکمت کے کامیاب غواص ہیں جو ہر موقع پر گوہر معانی سے دامن بھر لیتے ہیں اور انسانی زندگی اور معاشرت کے ہر پہلو پر پورے حاوی ہیں - فیصلہ جات میں اصلی واقعات مقدمہ اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے سادہ صحیح اور عام فہم الفاظ کا حیرت انگیز ذخیرہ ہمیشہ آپ کی زبان اور قلم کیلئے خادمانہ حیثیت میں حاضر رہتا ہے۔

عہدِ چیف ججی

بحیثیت چیف جج آپ نے نہایت قیمتی اصلاحات نافذ فرمائی ہیں جنہوں نے لاہور ہائیکورٹ کو امتیازِ خصوصی عطا کر کے ہندوستان کی دیگر ہائیکورٹوں کا ہم درجہ بنا دیا ہے۔

(۱) قانونی ڈگری درجۂ اعلیٰ کا حصول ہر اُمیدوار سب ججی کے لئے لازم و ملزوم قرار دے کر عدالتہائے دیوانی کا وقار و امتیاز عامۃ الناس کی نگاہوں میں بقائے دوام کی طرح ثبت کر دیا ہے۔

(۲) ۱۹۱۳ء کے انڈین کمپنیز ایکٹ کہ دفعہ ۲۴۸ کے ماتحت کمپنیوں کے دیوالیہ قرار دیئے جانے کی صُورت میں ازبس مُفید اور مکمل قواعد و ضوابط آپ نے وضع فرمائے۔ جن پر عمل درآمد کے باعث دستور العمل مروّجہ تمام پیچیدگیوں سے پاک و صاف ہو گیا۔

(۳) آپ نے محکمہ داد ستد کے عمل درآمد میں ایسی مفید۔ موزوں اور کارآمد اصلاحات فرمائیں۔ اور طریق کار کو اس قدر سادہ جامع اور باقاعدہ کر دیا کہ معدلت پژوہی میں جس قدر خامیاں۔ رکاوٹیں اور مُشکلات حائل تھیں وہ کلیتہً رفع ہو گئیں اور حصول انصاف و معدلت میں بیحد سہولتیں اور آسانیاں مُہیا ہو گئیں۔

(۴) آپ نے تمام دفاتر و محکمہ جات کی دیکھ بھال۔ پڑتال اور نگرانی کے ایسے ضوابط مرتب کئے کہ ایذا رسانی اور رشوت ستانی کا بڑی حد تک سدِ باب ہو گیا اور راعی و رعایا۔ اہل مقدمات و افسران اور اہلکاران کے درمیان رابطہ اتحاد و سلسلہ اعتماد قائم ہو گیا۔

(۵) سول جسٹس کمیٹی منعقدہ ۱۹۲۴/۱۹۲۵ء نے آپ کی ان منفعت بخش اصلاحات و ترقیات پر خراج تحسین کا جو گراں بہا ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا وہ کمیٹی کی رپورٹ کے مُلاحظہ سے ظاہر ہے۔

آپ کی نافذ کردہ کثیر التعداد اصلاحات میں امور ذیل خصوصیّت سے قابل ذکر ہیں:-

(۱) دیوانی مقدمات کے فیصلہ کرنے والے افسران کا اعلیٰ انتخاب بلحاظ استعداد علمی و قابلیت قانونی۔

(۲) ضابطہ دیوانی اور مقدمات کی سماعت و تصفیہ میں جمیع نقائص کا ازالہ۔

(۳) اہل مقدمات کیلئے حصول انصاف میں آسانی و سہولیّت اور اُنکی جائز شکایات کا مکمل تدارک۔

---

(۱) آپ کی تحریک سے منصفی کا عہدہ سب ججی میں تبدیل ہو گیا۔ جس نے اس منصب میں ایک خاص شان پیدا کر کے منصبی فرائض کا ایک خاص احساس ان کے دلوں میں پیدا کر دیا۔

(۲) بجائے اس کے کہ کوئی اُمیدوار کالج کی تعلیم سے فارغ ہونیکے عین مابعد یا کسی معمولی عُہدہ سے ترقی پا کر سب ججی کی مسند پر متمکن ہو آپ نے یہ امر لازمی قرار دیا کہ وکالت کے امتحان میں نمایاں کامیابی کے علاوہ کچھ عرصہ وکالت کے بعد محکمانہ امتحانات کو عبور کر کے اس عہدہ پر تعیناتی کی جاوے جس سے ناتجربہ کاری کی غلط کاریوں کا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔

(۳) تنخواہ میں اضافہ اور ہر سال باقاعدہ ترقی پانے کے باعث جو آسائش و آسودگی سب ججوں کو حاصل ہوئی اس سے ناجائز وسائل سے روپیہ کمانے کی خواہشات معدوم ہو گئی ہیں۔

(۴) جملہ دستاویزات کا بلا تاخیر ابتدائی مرحلہ پر عدالت میں پیش کرنے کا ضابطہ جعلی دستاویزات کے مرتب ہونیکا سدِ باب ثابت ہوگا۔

(۵) بجز خاص وجوہات کوئی مقدمہ حتی الوسع التوا نہ کیا جاوے۔ شہادت اگر کسی تاریخ پر ختم نہ ہو تو یوماً فیوماً شہادت قلمبند کر کے ختم کی جاوے۔ آپ کی اس ہدایت سے اہل مقدمات کا بہت سا وقت اور روپیہ بچ جاتا ہے۔ پختہ پیشی سے پیشتر خام تاریخ مقرر کر کے فریقین و گواہان کی حاضری کے لئے خاص اور مُؤثر ذرائع اختیار کئے جاویں۔ بصورت طلبی گواہان خرچہ طلبانہ جمع کرنے کے لئے خاص تاریخ مُعیّن کی جاوے جس کے اندر فریقین اپنے اپنے گواہان کی طلبی کا انتظام کریں۔

آپ نے نہ صرف ان ہدایات کے اجراء پر ہی اکتفا فرمایا بلکہ ہر سال ہر محکمہ کا معاینہ کروا کر اس کا کامل انتظام کیا کہ ان ہدایات پر قرار واقعی عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔

ان جملہ ہدایات و اصلاحات پر فوقیت لیجانے والی یہ اصلاح ہے کہ

(الف) ہر اہل مقدمہ کو افسر جلیس اپنے ہاتھ سے پرچہ پیشی دیوے تاکہ اُس کو تاریخ کی تعین کا کوئی مغالطہ نہ رہے۔

(ب) درخواست ملتے متفرق کی سماعت روزانہ بعد خاتمہ مقدمات افسر جلیس بذات خود کرے۔
(ج) کوئی درخواست سائل کو موقع حاضری دینے یا عذرات سماعت کرنے کے بغیر عجلت کے ساتھ خارج نہ کی جاوے۔
(د) افسر جلیس اس امر کو خاص احتیاط سے ملحوظ رکھے کہ اہلکاران عدالت اہل مقدمات کو ناجائز طور پر تنگ نہ کریں اور اُن سے بدسلوکی کے ساتھ پیش نہ آویں اور بلاوجہ اُن کو انتظار کی زحمت اُٹھوانے کا موجب نہ ہوں۔
ان روزانہ عملی کارروائیوں کی اصلاح کے علاوہ آپ کا یہ احسن رویہ اور ضابطہ کہ پختہ کار۔ دیانتدار افسران و اہلکاران کو ترقی درجہ و ترقی تنخواہ کے وقت خاص ترجیح دی جاوے گی اور ہر حال میں قدامت کو بھی ملحوظ رکھا جائیگا۔ یہ ایسے اچھے اصول ہیں، جنہوں نے بددیانتی اور رشوت ستانی کی مذموم عادات کو جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے۔
آپ نے ہر شعبہ میں ملازموں کے تقرر کے وقت مناسب فرقہ وارانہ تناسب کو حتی المقدور ملحوظ رکھا۔ اِلّا کسی حال میں یہ گوارا نہیں کیا کہ عوام کے طعن یا نکتہ چینی سے خائف ہو کر کسی نااہل یا ناقابل شخص کو کسی ذمہ وار عہدہ پر محض اس لئے مقرر فرماویں کہ وہ فلاں مذہب یا ملت کا فرد ہے۔
یہ امر کسی ثبوت یا سند کا محتاج نہیں کہ آپ اپنے پہلو میں ایک نڈر۔ قوی اور دلیر دل رکھتے ہیں۔ چونکہ ان کو فرائض منصبی کی انجام دہی میں جادہ اعتدال سے منحرف ہونے نہیں دیتا۔
آپ کے عہد چیف ججی کی یہ یادگار ہمیشہ قائم رہیگی کہ آپ ہمیشہ اس امر میں کوشاں رہکر کامیاب ہوئے کہ عدالتی کام جس کا تعلق عوام سے ہے پوری پابندی وقت کے ساتھ بلادرنگ کیا جاوے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ حصول انصاف میں تاخیر دراصل انصاف سے انکار کے مترادف ہے۔
پریوی کونسل کا ہندوستانی ضابطہ اجرائے ڈگریات کے متعلق یہ ریمارک کہ ہندوستان میں ڈگری دار کے مصائب کا آغاز اُس وقت ہوتا ہے جبکہ اُس کے حق میں ڈگری ثابت ہوجاتی ہے۔ آپ کی صیغہ اجرائے ڈگریات کی طرف توجہ کے باعث جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے غلط ہو چکا ہے۔

چیف ججی کیلئے آپکی موزونیت

۱۹۲۰ء میں جب آپ کی تعیناتی بعہدہ جلیلہ چیف ججی عمل میں آئی تو باوجودیکہ ہندوستان کی سیاسی زندگی میں ہندو مسلم مناقشات حد سے زیادہ تھے اِلّا آپ کا بجا تقرر ہر مذہب و ملت کے اعلیٰ و ادنیٰ افراد نے بنظر استحسان دیکھا اور ہندو مسلم اخبارات نے بیحد مسرت۔ طمانیت۔ خوشی اور افتخار کا اظہار کیا۔ اور مبارکباد کا غلغلہ صوبہ پنجاب کے ہر کونہ سے بلند ہو کر فضائے آسمانی میں گونج اُٹھا۔
آپ نے عامۃ الناس کی تمناؤں کی تکمیل میں اپنے تقرر کے بعد اس عہدہ فاخرہ پر فائز المرام ہو کر اس مبارکباد کو حق بجانب ثابت کیا۔ ہاں البتہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آپ کی ہردلعزیزی۔ معدلت گستری۔ وسعت قلبی کی یہ بین دلیل ہے کہ تمام پنجاب میں کثیر التعداد تشکر و ستائش کی قراردادیں اس تقرر کے متعلق گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ابلاغ ہوئیں۔ بنچ اور بار کے جمیع ممبران نے آپ کے اس منصب جلیلہ پر تعیناتی کو پنجاب کے لئے باعث برکت خیال کیا۔
آپ کے ضبط۔ نگرانی۔ اصلاح اور کام کی پڑتال کے بعد سول جسٹس کمیٹی نے متفقہ طور پر تحریر کیا کہ "ہم متحیر ہیں کہ کس طرح سرشادی لعل صاحب اپنے کثیر التعداد فرائض کو اتنے تھوڑے وقت میں ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام کرتے ہیں، یہ واقعی ان کا ہی حصہ ہے ہم اس امر کے نشر و اعلان کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انکی متانت۔ مستعدی اور محنت محیر العقول ہے"۔
گورنمنٹ عالیہ کو آپ کی ذات گرامی پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب لارڈ ریڈنگ ۱۹۲۵ء میں انگلستان تشریف لے گئے تو آپ نے لارڈ لٹن قائمقام وائسرائے ہند کو دہلی کے مقام پر حلف وفاداری دیا۔

لارڈ برکن ہیڈ کا مقولہ ہے کہ قانون پیشہ تین شعبہ ہائے زندگی میں شہرت حاصل کر سکتا ہے:-
(۱) بحیثیت ایڈوکیٹ (۲) بحیثیت مصنف (۳) بحیثیت جج۔
سر شادی لعل نے ہر سہ شعبہ ہائے میں کمال حاصل کیا۔
آپ کو قانون دانی اور معاملہ فہمی میں اپنی قوت فیصلہ۔ عالی دماغی۔ دانش اور تجربہ پر اس قدر اعتماد حاصل ہے کہ آپ نے جمیع ممبران بنچ کو عام اجازت دی ہوئی ہے کہ اگر انفصال مقدمات میں کوئی مشکل پیش آوے تو اُس کے متعلق مشاورت کے لئے میرا دروازہ ہر وقت آپ کی خوش آمدید کے لئے کشادہ ہے۔ آپکی ذات بابرکات میں سب سے بڑی خوبیاں جو دنیا میں کسی ایک انسان کو مبدا فیاض سے شاذ ہی عطا ہوتی ہیں یہ ہیں کہ ایک ہی وقت میں آپ عادل۔ غیر جانبدار جج اور ساتھ ہی ہر دل عزیز بھی ہیں۔ ان متضاد اوصاف کو آپ نے گذشتہ بیس سال میں نہایت شاندار طریق پر قائم رکھا ہے۔
آپ سے پرائیویٹ ملاقات فی الحقیقت قلبی مسرت ذہنی فرحت اور دماغی تفریح و تسکین کا موجب ہے۔ اخیر میں آپکی صفات اور سوانح حیات کا لب لباب بطور قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ روشن دماغ عالم۔ ایک قابل اور کامیاب وکیل۔ ایک فاضل اور محقق مفسر قانون۔ ایک محتاط و ماہر قانون ساز۔ ایک روشن ضمیر و عادل جج اور محکمہ عالیہ انصاف کے بہترین منتظم ہیں۔

اسلم

خاموش پیغام

از جناب جوش ملیح آبادی

بھیجی ہیں کسی نے بھر کے رماں　　بیلے کی چمن فروز کلیاں
بیجا نہیں دل کا محو ہونا　　کلیاں ہیں سفید، سبز دونا
ڈوبی ہوئی عطر کمسنی میں　　دونے کی نہیں کوری سیکیں
کلیوں سے مگر عیاں ہے زردی　　یہ رُوح غم ان میں کس نے بھر دی
گویا ہیں زبان حال سے یوں　　اے شاعر خوش نصیب و محزوں
بھیجا ہے چھپا کے ہم کو جس نے　　جانے اسے غم دیئے ہیں کس نے
یوں زرد وہ روئے دلنشیں ہے　　اک چھینٹ بھی اُنحون کی نہیں ہے
ہم سے یہ کہا ہے جا کے کہنا　　لازم نہیں اب خموش رہنا
اب حد سے فزوں ہے خستہ حالی　　نزدیک ہے وقت پائمالی
مجھکو ترے درد نے ڈبویا　　مرجھائی ہوئی کلی ہوں گویا
گلچیں کی ہے اب تو آمد آمد　　آراستہ ہو رہی ہے مسند
آنا ہے تو آ، کہ دل ہے بیتاب　　ایسے میں ابھی چمن ہے شاداب
جلد آ کہ فروغ رنگ و بو ہو
قبل اس کے کہ خون آرزو ہو　　(غیر مطبوعہ)

از ایوان ترگنیف مترجمہ جناب اختر جوناگڑھی

مَیں شکار سے واپس آرہا تھا، اور ایک باغ کی روش پر ٹہلتا ہوُا جا رہا تھا۔ میرا کُتا میرے آگے آگے دَوڑ رہا تھا۔ اچانک اس نے آہستہ سے حرکت کرنی شروع کی، اور اِدھر اُدھر سونگھنے لگا۔ جیسے کسی شکار کی بُو اس کے دماغ میں آئی ہو۔

مَیں نے روش کے دونوں جانب مُڑ کر دیکھا، ایک طرف پیلی چونچ والا چڑیا کا بچّہ گردن لٹکائے پڑا ہوُا تھا۔ یہ گھونسلے میں سے گر پڑا تھا، کیونکہ ہوا کے تُند جھونکے ایک درخت کو زور سے ہلا رہے تھے۔ اور وہ بچّہ وہاں پڑا ہوُا اپنے بمشکل نکلے ہوئے چھوٹے پروں کو پھڑپھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

میرا کُتا آہستہ آہستہ اس کے قریب جا رہا تھا، جبکہ اچانک اس کے درخت کے قریب ہی ایک سیاہ سینہ والی چڑیا زور سے جھپٹی، ایک سنگِ سخت کی طرح وہ کُتّے کی ناک سے ٹکرائی، اور اسی طرح پریشان اور وحشت زدہ وہ بار بار منڈلاتی رہی۔ مایوسانہ، اور ہر بار دردناک چیخ کے ساتھ وہ کُتّے کے کھُلے ہوئے جبڑوں اور سفید دانتوں کی طرف جھپٹتی رہی۔

وہ اپنے بچّے کو بچانا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے جسم سے اس کی حفاظت کی۔ ننھا سا بچّہ مارے خوف کے پڑا کانپ رہا تھا۔ چڑیا کی باریک آواز وحشتناک طور پر بھرّا گئی۔ وہ ایک سخت خطرہ کی حالت میں تھی، اور اپنے تئیں قربان کر دینا چاہتی تھی۔ کُتا اس کی نظروں میں کتنا بڑا خوفناک دکھائی دیتا ہوگا! پھر بھی وہ اپنے آشیانہ میں محفوظ نہ رہ سکی۔ اس کی قوتِ ارادی سے بھی مضبوط کوئی طاقت تھی جو اُسے ڈھکیل رہی تھی۔

میرا کُتا فوراً رُک گیا، اور پیٹھ پھیر کر چلتا بنا۔ اس قوت کے آگے اُسے بھی سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ مَیں نے اس حیرت زدہ کُتّے کو اپنے پاس بُلا لیا، اور اس پرندہ کی طرف سے اپنے دل میں ایک تعظیم کا جذبہ لئے ہوئے گھر واپس آیا۔

مسکرائیے نہیں، واقعی اس چھوٹے دلیر پرندہ کی موجودگی میں اس کے جذبۂ محبت کے اظہار پر مَیں نے اپنے دل میں اس کی عظمت محسوس کی۔

مَیں نے خیال کیا، محبت موت اور اس کی اذیتوں سے بھی زیادہ مستحکم ہے! صرف اسی محبت کے ذریعہ زندگی کو قیام اور بقا ہے، اور اسی کے ذریعہ وہ آرزومند ہوتی ہے۔

پُکار

از ٹیگور۔ مترجمہ ابو محمد امام الدین صاحب مُدیر ترجمان بنارس

قطرہ قطرہ بارش کی صورت میں آسمان کے بادل زمین پر اُترتے ہیں، اپنے کو زمین کے ہاتھوں گرفتار کرانے کے لئے، اسی طرح کہیں سے عورتیں آتی ہیں زمین پر بندشوں میں بندھنے کے لئے۔

ان کے لئے کم جگہ کی تنگ دنیا ہے، تھوڑے آدمیوں کی۔ اتنے ہی میں ان کا اپنا سب کچھ سمجھا جانا چاہئے، ان کی تمام چیزیں، ساری مصیبتیں، ساری فکریں۔ اسی سے ان کے سر پر گھونگٹ ہے، ہاتھوں میں کنگن ہے، گھر میں صحن کا حصار ہے، عورتیں اس محدود جنت کی حوریں ہیں۔

آخر کس دیوتا کی حیرت انگیز ہنسی کی طرح بے انتہا شوخی لئے ہوئے ہمارے محلے میں وہ چھوٹی سی لڑکی پیدا ہوئی؟ ماں اس غصے میں کہتی ہے۔ "ڈائن" باپ اسے ہنس کر کہتا ہے۔ "دیوانی"

وہ بھاگتے ہوئے چشمے کا پانی ہے، قاعدے اور دستور کے روڑے پتھر کو پھاندتی ہوئی چلتی ہے، اس کا دل گویا بانس کی شاخ کا اوپر کا پتہ ہے جو ہمیشہ فرفر اُڑتا رہتا ہے۔

(۲)

آج دیکھوں تو وہ چنچل لڑکی چھت کی ریلنگ پر جھک کر چپ چاپ کھڑی ہے، ایام بارش کے قوس قزح کی طرح اسکی بڑی بڑی دو کالی بھویں آج پُرسکون ہیں جیسے پان کی ڈالی پر بارش سے بھیگے ہوئے پر کی چڑیا۔ اسے اس قدر پُرسکون کبھی نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ندی بہتے بہتے ایک جگہ رُک کر تالاب بن گئی ہے۔

(۳)

کچھ دنوں پہلے دھوپ کی سخت حکومت تھی، اب حد نظر تک منظر اُداس ہے، درخت کے پتے سوکھی ہلدی کی طرح افسردہ ہوگئے ہیں۔ اتنے میں یکایک پریشان دیوانے سیاہ بادل آسمان کے ایک گوشے میں شامیانہ نصب کرکے جم گئے، سورج کی کرنیں اس طرح نکل پڑیں جیسے نیام سے تلوار

نصف شب کو دیکھوں تو دروازے کھڑکھڑ کرتے ہوئے کانپ رہے ہیں، شہر کے گھونگٹ کو آندھی ہوا نے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ اُٹھ کر دیکھا تو گلی کی روشنی دھواں دھار بارش میں شرابی کی گدلی آنکھوں کی طرح نظر آئی، اور گرجا کی گھڑی کی آواز جیسے بارش کی آواز کی چادر اوڑھ کر آ دھمکی۔

صبح کو بارش کی رفتار اور تیز ہوگئی، دھوپ کو اس نے اُٹھنے ہی نہیں دیا۔

(۴)

ایسی بدلی میں ہمارے محلے کی وہ لڑکی چھت پر ریلنگ پکڑے چپ چاپ کھڑی ہے اسکی بہن نے آکر اس سے کہا۔ "ماں بلاتی ہیں"

اس نے صرف زور سے سر ہلا دیا، اسکی چوٹی ہل گئی، کاغذ کی ناؤ لئے ہوئے اس کا بھائی آیا، بہن کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا اس نے جھٹک کر ہاتھ چھڑا لیا، اس پر بھی اس کا بھائی کھیلنے کے لئے کھینچا تانی کرنے لگا، بھائی کے گال پر اس نے ایک چانٹا مارا۔

(۵)

مینہ برس رہا ہے، اندھیرا اور بھی گھنا ہوگیا، لڑکی جوں کی توں کھڑی رہی۔

عہد ازل میں کائنات کے مُنہ سے پہلی آواز نکلی تھی، پانی کی زبان میں، ہوا کے گلے سے، لاکھوں کروڑوں برس کو عبور کرکے وہ بھولی

پُورن

(ایک ایکٹ کا ڈرامہ)

از نند لال داس صاحب قسمر

رائے بہادر رام سروپ	جہری - خادمہ
کملا رانی - ان کی بیوی	سنوریا - جہری کی سہیلی
پورن - ان کا لڑکا	
جانکی - ان کی بیٹی	
رادھا - پورن کی بیوی	

(ایک نہایت معمولی کمرہ - ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی کے قریب ایک سٹول دھرا ہے۔ دیواروں پر بے تصویروں کے دو تین کھونٹیاں لٹک رہی ہیں - دیواریں دھوئیں سے گندی ہو رہی ہیں۔ کمرے کے کونے میں چولھا روشن ہے۔ چند ایک برتن بھی دکھائی دیتے ہیں - پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑے۔ لکڑیاں - کوئلے اور اس قسم کا اور سامان جو ایک غریب کی کوٹھڑی میں ہو سکتا ہے۔ بکھرا پڑا ہے۔ مرحوم رائے بہادر رام سروپ کی نوکرانی جہری چارپائی پر بیٹھی چھالیا کتر رہی ہے۔ جہری ستر سال کی ہو چکی ہے۔ رائے بہادر اور ان کی مرحوم بیوی کملا رانی کے دونو بچے جانکی اور پورن جہری ہی کی گود کے پالے تھے۔ جانکی کی موت کا جہری کو جتنا رنج پہنچا ہے۔ وہ اس بڑھیا کے لئے بہت ہے اور پورن کے ولایت چلے جانے اور واپس نہ آنے نے جہری کو ایسا کر دیا ہے۔ جیسے کوئی زندہ درگور ہو جاتے۔

سنوریا داخل ہوتی ہے۔ سنوریا قریب کے ایک مکان میں رسوئی کا کام کرتی ہے۔ گو جہری کی رشتہ دار نہیں۔ مگر اس کے بڑھاپے کا سہارا بنی رہتی ہے۔ دن میں ایک دو دفعہ آ کر اس کا کام کاج کر جاتی ہے۔ جوانی کی وجہ سے بسا اوقات جہری کے ساتھ مذاق بھی کیا کرتی ہے)

سنوریا۔ اے ہے ابھی تک چھالیا بھی نہیں کتر چکیں۔

جہری۔ میں بھی تو دیکھوں کس طرح کترتی ہو تم۔

سنوریا۔ (اسٹول پر بیٹھتی ہوئی) آنت میں نہ بات۔ عمر بھر تمہارے نخرے کم نہ ہوئے۔

جہری۔ چل بیٹھ رہی۔ میری عمر کی ہوتی اور اتنا کام کر کے دکھاتی تو جانتی۔

سنوریا۔ اے تو شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔ گھر والا کام کاج کر دیا کریگا۔ خود پلنگ پر بیٹھ کر کھانا پینا۔ بڑھاپا بھی تو دوسرا بچپن ہے۔

جہری۔ تو کیا تمہاری . . . .

(چھالیا والی پلیٹ زمین پر گر پڑتی ہے سنوریا ہنسنا شروع کر دیتی ہے اور چند لمحہ ہنستی رہتی ہے)

جہری۔ تم نہ آیا کرو یہاں۔ بس۔ (چھالیا اٹھاتی ہے) بس، کہدیا۔

سنوریا۔ (چھالیا اُٹھاتے اور ہنستی ہوئی) لے تو میں نے کیا کیا۔ یہی کہا نہ کہ تم شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔

مہری۔ غموں کی ماری بوڑھیا اپنے بیٹے کی جُدائی ....

(خاموش ہو جاتی ہے۔ آنکھوں پر کپڑا رکھ لیتی ہے۔ گویا رو رہی ہے)

سنوریا۔ لو بھلا رونے کی کیا بات۔ بچہ بن بیٹھی۔

مہری۔ (آنکھیں صاف کرتے ہوئے) روتی ہوں اپنی جان کو۔ اس گھر آتی نہ یہ حال ہوتا۔

سنوریا۔ سُکھ اور دُکھ ہر ایک کے ساتھ ہے۔ رام سروپ کے پاس آکر تمہاری زندگی بن گئی۔ اب اُنہی کو ......

(چولھے پر رکھی ہوئی کیتلی سے پانی اُبل اُبل کر نیچے گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ سنوریا اٹھ کر ڈھکنا اُتار دیتی ہے)

سنوریا۔ خود ہی تو کہا کرتی ہو۔ کہ تم اس گھر کی مالک تھیں۔ بی بی کملا رانی کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔

مہری۔ سنوریا اسی لئے تو رونا آتا ہے۔ جانکی اور پورن کو میں نے بڑا کیا۔ وہ مر گئی۔ پورن چھوڑ کر ایسی گھڑی کا ولایت گیا کہ پھر اِدھر کا رُخ نہ کیا۔

(پھر افسوس میں بیٹھ جاتی ہے۔)

سنوریا۔ بیس سال تک جو باہر سے نہ آیا۔ وہ اب بھلا کب آئیگا۔ پھر افسوس کرنے کا فائدہ۔

مہری۔ بی بی کملا رانی مرتی دفعہ انگوٹھی اتار کر دے گئیں۔ کہنے لگیں کہ جب پورن ولایت سے آئے یہ انگوٹھی اس کو دیدینا۔

سنوریا۔ سچ جانو اسی امید پر جیتی ہوں کہ پورن آئیگا [illegible] یہی مالکہ کا یہ کام کر کے مر جاؤں گی۔

سنوریا۔ تم (اُٹھتے ہوئے) تم پھر بچوں کی سی باتیں [illegible] جو بیٹے کو اور ماں باپ کو چھوڑ گیا۔ وہ یہ سنکر واپس آئیگا۔ لو میں چلتی ہوں۔

مہری۔ بیٹھو بھی نہ۔

سنوریا۔ نہیں چلتی ہوں۔

مہری۔ لے ذرا اپنی شادی کی بابت تو بتلا جاؤ۔

سنوریا۔ تم میرے ساتھ چلو گی نہ۔

مہری۔ (بات کا رُخ بدل کر) ہماری چارپائی نہ کس [illegible] ذرا۔

سنوریا۔ اے واہ۔ کہنے کی بھی ایک ہی کہی۔ ہم کیا کسی سے کم ہیں۔ لو میں چلی۔

(آہستہ آہستہ دروازہ کھلتا ہے۔ پورن چند بیٹھے بیٹھے [illegible] آتا ہے۔ سنوریا چونک اُٹھتی ہے۔ دروازہ آدھا کھلتا ہے۔ پورن چند انگریزی لباس پہنے آہستہ آہستہ جیسے کہ کوئی [illegible] داخل ہوتا ہے [illegible] کی طرح پہلے سنوریا کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر چارپائی پر نظر ڈالتا ہے۔ سنوریا [illegible] پورن چند [illegible] آتا ہے۔ مہری کی بھی عجیب حالت ہے۔ ٹکٹکی لگا کر پورن چند کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ پہچاننے کی کوشش کرتی ہے۔ بولنا چاہتی ہے۔ مگر منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے۔ پورن چند [illegible] کے اور قریب [illegible] جھک جاتا ہے)

پورن چند۔ مہری۔

مہری۔ (دونوں بازو بڑھا کر۔ چہرے سے حیرت اور تعجب کے آثار نمایاں ہیں) [illegible]۔ پورن بیٹا پورن تم آ گئے۔

پورن چند۔ ہاں میں آ گیا۔ (اسٹول پر بیٹھ جاتا ہے)

مہری۔ (آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے) بھول گئے سب کچھ بھول گئے۔ اپنی مہری تک کو بھول گئے۔

پورن۔ بھولتا تو یہاں نہ آتا۔

(توقف)

پورن۔ پتاجی کدھر ہیں۔ ماتاجی کہاں ہیں۔ رادھا کا کیا حال ہے۔

(چند لمحہ بالکل خاموش رہتی ہے۔ پورن سر جھکائے مہری کی طرف دیکھ رہا ہے۔ مہری کی نظریں فرش کی طرف گڑی ہوئی ہیں۔ جیسے کہ سوچ رہی ہے۔ کہ اتنی جلدی راز طشت از بام کرنے یا نہ)

مہری۔ کن کی بابت پوچھتے ہو۔ تم نے ان کی قدر نہ کی وہ تم کو ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․

(خاموش ہو جاتی ہے۔

پورن۔ کیا ؟

مہری۔ وہ تم کو ——— تمہارا اسباب کدھر ہے ؟

پورن۔ ہوٹل میں۔ آخر وہ سب کہاں ہیں۔

مہری۔ تم یہاں کب پہنچے۔

پورن۔ مہری میں کیا پوچھتا ہوں۔ میری پیاری بیوی۔ میری رادھا کدھر ہے ؟

مہری۔ تمہاری رادھا ! وہ تمہاری رادھا نہ تھی۔ وہ جس کی تھی اُس کے پاس چلی گئی۔

(پورن سر جھکا لیتا ہے۔

مہری۔ آپ کیا سوچتے ہو۔ کملا رانی جاتی دفعہ تمہارے لئے انگوٹھی دے گئیں۔ اوپر چلو میں تمہیں انگوٹھی دے دوں۔ وہ ماتا کی نشانی ہے۔ اس میں ماں کی محبت اور پریم کا رس بھرا ہے اس کو چومو اور محبت کے رس کو پی جاؤ۔

(پورن خاموش ہے۔

مہری۔ کیا سوچ کر گئے تھے۔ بیوی کی تم نے قدر نہ کی، ماں باپ ․ ․ ․ ․ ․ ․

پورن۔ بس مہری بس۔ تم کو وہ دن یاد ہے جب میں ولایت جانے کے لئے جھگڑ رہا تھا تم کو پتا جی نے کہا "مہری تم کیا سُن رہی ہو۔ جاتی کیوں نہیں"۔ رادھا پردے کے پیچھے کھڑی رو رہی تھی۔ اُف میں نے کتنا بڑا گناہ کیا۔

(پورن ٹکٹکی لگائے چولھے کی طرف دیکھ رہا ہے۔

مہری۔ تمہیں تمہاری بہو جانکی کی وہ تصویر دکھلاتی ہوں جو اس کی موت کے بعد لی گئی۔

(بڑھیا مہری اُٹھ کر کونے میں پڑے ہوئے ایک ٹوٹے ہوئے بکس کے پاس جاتی ہے۔ اس میں سے کپڑے نکالنا شروع کرتی ہے۔ پورن اس طرح ٹکٹکی لگائے چولھے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جیسے کہ کچھ سوچ رہا ہو۔ پردہ جلدی سے گرتا ہے۔ اب دو سین وہ آئیں گے جو اُن واقعات اور خیالات کو ظاہر کریں گے۔ جن میں پورن چند اس وقت غرق ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں مہری اور پورن چند کا پارٹ ایسے دو ایکٹروں کو دینا چاہئے جن کی شکل و شباہت ان سے ملتی جلتی ہو)۔

(رائے بہادر رام سروپ کا ڈرائنگ روم۔ ان کی بیوی کملا رانی ان کے سامنے کی کرسی پر بیٹھی ہے۔ پورن چند اس حالت میں کھڑا ہے۔ جیسے کہ کسی نے کوئی سوال پوچھا ہو۔ اور اسکے جواب کا منتظر ہو۔ رام سروپ اپنی بیوی کی طرف اور ان کی بیوی رام سروپ کی طرف دونو اس طرح دیکھ رہے ہیں۔ گویا اپنی نگاہوں سے کچھ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں)

پورن چند۔ پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ؟

رام سروپ۔ بھئی میں اسی سوچ میں ہوں۔ ولایت جانا کوئی مذاق نہیں۔

پورن چند۔ آپ کا یہ کہنا کہ میں جا کر واپس نہ آؤں گا سراسر غلط بلکہ (توقف) میں حیران ہوں کہ یہ خیال آپ کے خیال میں آیا ہی کیوں۔

رام سروپ۔ روزمرہ کے حالات دیکھ کر۔ کیوں جی (اپنی بیوی سے) وہ شوریال نہ کہتا تھا۔ کہ اس کے دوست کا بیٹا پانچ سال ہوگئے ابھی تک واپس نہیں آیا۔
کملا رانی۔ جی۔ اور وہ ہنس راج۔ جانتے ہیں نہ آپ۔ کیشپ چند کا پوتا۔ بیوی کو زہر دے گیا۔ خود ولایت بھاگ گیا۔
پورن۔ یہ قصہ تو مَیں نے ہی بتلایا تھا۔
رام سروپ۔ تم نے بتلایا کسی اَور نے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سچ ہے یا نہیں۔
پورن۔ ہے تو سچ۔ مگر آپ اس سے کیا سمجھتے ہیں۔
رام سروپ۔ یہی کہ تم بھی کہیں ان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔
پورن۔ ہوں۔

(پورن یہ سُن کر کچھ گھبرا اُٹھتا ہے گویا کسی نے پتھر مار دیا ہے۔ اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے وہ کبھی ایک کُرسی کے پاس جاتا ہے۔ کبھی میز پر پڑی ہوئی تصویر کو دیکھتا ہے۔ اِدھر سے اُدھر۔ اُدھر سے اِدھر)

کملا رانی۔ بیٹا (پورن قریب آجاتا ہے) ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ ماں اور باپ کا دِل پتھر کا نہیں ہوتا۔ کس کا باپ اور کس کی ماں ایسی ہے جو اپنے ایک ہی بیٹے کی جُدائی میں گھُل گھُل کر جان نہ دے دیں۔
پورن۔ گویا آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ بیٹے کا دل ہی نہیں ہے۔ ماں اور باپ کا اسے کوئی خیال نہیں۔ ان سے محبّت انس کچھ بھی نہیں ہے۔
رام سروپ۔ آخر اتنے جوش میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ (سگار سلگاتے ہیں)

(چند لمحہ خاموشی)

رام سروپ۔ سچ بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری بیوی کا فکر ہے۔
کملا رانی۔ مَیں بھی یہی سوچ رہی تھی۔
رام سروپ۔ رادھا کو ساتھ کیوں نہیں لیجاتے؟
کملا رانی۔ مَیں یہ کہنے ہی کو تھی۔

(جانکی آتی ہے)

جانکی۔ ابھی بھائی کے جانے کا فیصلہ بھی نہیں ہُوا مگر رادھا بی ہیں کہ رو رہی ہیں۔
رام سروپ۔ تو رادھا کو لے کیوں نہیں آتی یہاں۔
کملا رانی۔ مَیں جاؤں۔
رام سروپ۔ تم آپ ہی جائیں بھلا رونے سے کیا فائدہ۔
جانکی۔ پردے کے پیچھے تو کھڑی ہے۔
پورن۔ سینکڑوں لڑکے جاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔ رادھا کو بلاؤ یہ کرو وہ کرو۔

(کملا رانی اُٹھنے ہی لگی تھیں مگر یہ سُنکر پھر بیٹھ جاتی ہیں)

جانکی۔ مجھے تو کوئی فائدہ نظر آتا نہیں۔
پورن۔ کیسا فائدہ؟
جانکی۔ یہی آپ کے ولایت جانے کا۔

(پورن غصّے میں بیٹھ موڑ کر دوسری طرف رُخ کر لیتا ہے۔ پھر آتی ہے جانکی کی کرسی کے پیچھے آکھڑی ہوتی ہے)

رام سروپ۔ ارادہ کب ہے جانے کا؟

(پورن خاموش ہے۔)

رام سروپ۔ (مہری سے) مہری تم کیا سن رہی ہو۔ جاتی کیوں نہیں۔

مہری۔ وہ رادھا رو رہی ہیں۔ یہی کہنے آئی تھی۔ لیجئے جاتی ہوں۔

(مہری جانے لگتی ہے۔ جلدی میں میز سے ٹکراتی ہے۔ پھولدان نیچے گر کر ٹوٹ جاتا ہے)

رام سروپ۔ (اُٹھتے ہوئے) لو ٹوٹ گیا۔ بس۔

(مہری ٹکڑے اُٹھاتی ہے جانکی اس کی مدد کرتی ہے۔)

رام سروپ۔ جانکی کیا کہتا تھا میں۔ مت لگاؤ اس پھولدان کو قیمتی چیز ہے ٹوٹ جائے گی۔

کملا رانی۔ کیا بالکل ٹوٹ گیا۔

رام سروپ۔ بالکل ہو تھوڑا ہو ٹوٹ تو گیا ہی۔ ایک ٹکڑا بھی اتر گیا ہو تو سمجھئے کہ یہ اب ایک بیکار چیز ہے۔

(مہری ٹکڑے اُٹھا کر جانے لگتی ہے۔ رام سروپ ایک ٹکڑا اسکے ہاتھ سے لیکر)

رام سروپ۔ دیکھئے کیا عمدہ چیز تھی۔ ٹوٹ گئی (ٹکڑا واپس کرتے ہوئے) مہری کی یہ عادت ہے۔ ہر بات میں دخل۔ ہر کام میں خرابی۔

کملا رانی۔ دو شیشے کے گلاس بھی ٹوٹ چکے ہیں۔

(مہری جاتی ہے۔)

رام سروپ۔ کچھ نہ کچھ روز ٹوٹتا ہے۔

(تھوڑا وقفہ)

رام سروپ۔ (اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے) جانکی یہ دوسرا پھولدان میری الماری میں رکھ دو۔ کیا ضرورت ہے اسکی یہاں۔

جانکی۔ ایک تو رہنے دیجئے۔

رام سروپ۔ نہیں کیا ضرورت ہے۔

کملا رانی۔ (پورن سے) تم گم سُم کیوں ہو گئے۔

رام سروپ۔ جاؤ بھئی جاؤ فکر کیوں کرتے ہو۔ دو سال کی تو بات ہے۔

پورن۔ نہیں۔ اب نہیں جاؤں گا۔

رام سروپ۔ (اُٹھتے ہوئے) ناراض کیوں ہوتے ہو۔ جاؤ۔ پاس پورٹ کے لئے درخواست دے دو۔

(پردہ جلدی سے گرتا ہے)

(پردہ جلدی سے اُٹھتا ہے۔ رادھا اپنے کمرے میں پلنگ پر بیٹھی رو رہی ہے۔ پورن منہ سے سیٹی بجاتا خوشی خوشی آتا ہے)

پورن۔ ہم تو چلے ولایت (ٹھیر کر) ایں واہ۔ رو رہی ہیں آپ۔ عقل ماری گئی ہے کیا۔

(قریب بیٹھ جاتا ہے۔ رادھا خاموش ہے)

پورن۔ آئینے میں شکل دیکھی آپ نے۔ کیا حال بنا رکھا ہے۔

(دھوتی کو آنکھوں سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

رادھا۔ تنگ نہ کیجئے۔ آپ ولایت جایئے۔

پورن۔ ابھی تو ولایت جانے میں پندرہ دن باقی ہیں (مسکرا کر) کافی وقت ہے رونے کا۔

رادھا۔ آپ کو ہنسی آتی ہے۔ چھوڑ کر چلے جانا تھا تو شادی نہ کی ہوتی۔

(پورن اُٹھ کر ایک کرسی پلنگ کے قریب گھسیٹ لاتا ہے۔

پورن۔ (کرسی پر بیٹھتے ہوتے) آہاہا۔ شادی۔ شادی کی آپ نے خوب کہی۔

رادھا۔ ہنسیئے خوب ہنسیئے مگر جانے سے پہلے زہر دے جایئے گا۔

پورن۔ زہر کھانے کا آپ کو بہت شوق ہے۔ یہ دھمکی ایک دفعہ پہلے بھی دی جا چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہم سے پیار ہی نہیں ہے۔

رادھا۔ ہو گی دھمکی۔ اور آپ کو بہت پیار ہے۔ ساتھ جانے کی تو خیر بات ہی کیا۔ اگر پیار ہوتا۔ کم از کم پوچھ تو لیتے کہ ولایت سیر کرنے کو جا رہا ہوں۔ چلو گی ساتھ۔

پورن۔ سیر! آپ کو کس نے بتلایا۔ کہ سیر کے لئے جا رہا ہوں۔

رادھا۔ ولایت پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔ اور پھر آپ جیسے۔

پورن۔ تم بڑی شریر ہوتی جاتی ہو۔ تم بھی چلو۔

رادھا۔ (منہ موڑ کر) ہم نہیں جاتے۔ میں ہوں گی ساتھ تو آپ گُلچھرّے کس طرح اُڑا سکیں گے۔

پورن۔ اصل بات تو آپ نے کہی آپ نے۔ دوسری شادی تو کروانے جا ہی رہا ہوں۔

رادھا۔ تو اس میں کچھ شک ہے۔ مردوں کا اعتبار ہی کیا ہے۔ آپ جیسے کئی گئے اور وہیں کے ہو رہے۔

پورن۔ بُروں کو بُری ہی باتیں سوجھا کرتی ہیں۔

رادھا۔ ہم بُرے ہی سہی آپ تو اچھے ہیں۔

(توقف)

پورن۔ اور تم نے کیا بچپن دِکھایا۔ آپ پردے کے پیچھے کھڑی رو رہی ہیں۔

(رادھا پلنگ پر لیٹ جاتی ہے۔

رادھا۔ (لمبا سانس لیکر) عورت کے دل میں کتنی نیکی اور محبت ہے اور اس نیکی اور محبت کا نتیجہ۔ مرد کی طرف سے لاپرواہی۔ بے رُخی۔

پورن۔ آج بڑی بزرگانہ باتیں کر رہی ہیں آپ۔

رادھا۔ یہاں کچھ پڑھ نہ سکے آب ولایت بھاڑ جھونکنے جا رہے ہیں۔

پورن۔ خیر آپ نے رونا تو بند کیا۔ ہم بلا سے بھاڑ جھونکیں یا بندر نچائیں۔

رادھا۔ اسی لئے بند کیا کہ نہ معلوم آپ کے جانے کے بعد آپ سے پھر کبھی ملاقات ہو یا نہ ہو۔

(رادھا پھر رونا شروع کر دیتی ہے)

پورن۔ (پلنگ پر جھکتے ہوتے) رادھا۔ پیاری۔ جانی میری۔

(پردہ جلدی سے گرتا ہے اور پھر اُٹھتا ہے)

(وہی پہلا سین۔ پورن اسی طرح چوکھے کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔ مہری تصویر ڈھونڈ رہی ہے۔ بکس میں سے تصویر نکالتی ہے۔ پورن کو تصویر دے کر خود چارپائی پر بیٹھ جاتی ہے)

پورن۔ (تصویر کو بغور دیکھکر) مہری بتلاؤ۔ سچ سچ بتلاؤ۔ میرے جانے کے بعد کیا کیا ہوا۔

مہری۔ سُنکر کیا کرو گے۔

پورن۔ نہیں ضرور سُنوں گا۔

مہری۔ تمہارے جانے کے ایک سال بعد ہی جان گزر گئی۔

پورن۔ کس طرح؟

مہری۔ صرف دس دن کا بخار اُسے ہم سے چھین کر لے گیا۔ تمہیں تار دیا گیا۔ خط پر خط گئے۔ مگر تمہارا کوئی جواب نہ آیا۔ تمہاری طرف سے بھی
سب مایوس ہو گئے۔

(چند لمحہ خاموش رہتی ہے۔ پورن تیر بچھ کا نے تصویر کی طرف دیکھ رہا ہے)

پورن۔ (سر جھکائے ہوئے) پھر مہری۔

(مہری خاموش ہے۔

پورن۔ مہری رادھا کا ـــــ

(خاموش ہو جاتا ہے۔

مہری۔ رادھا۔ رادھا بھی چل بسی۔ تین سال وہ غریب تمہاری انتظار میں زندہ رہی۔ اپنے میکے گئی۔ گھر والے اس کی طرف سے
لاپرواہ ہو گئے۔ بیمار ہو کر یہاں آ گئی۔ ایک رات وہ بھی ....

(مہری کھانسنا شروع کر دیتی ہے۔ چند لمحہ کھانستی رہتی ہے)

پورن۔ اور پتا ......

مہری۔ اُن کی کیا پوچھتے ہو۔ وہ پاگل ہو گئے تھے۔

پورن۔ (چونکنا ہو کر۔ تصویر نیچے گر جاتی ہے) پاگل ہو گئے تھے۔

مہری۔ ہاں پاگل ہو گئے تھے۔ بھائی کی موت کے بعد ہی نہ معلوم اُن کو کیا ہو گیا۔ سب کو مارتے۔ جو چیز سامنے آتی اُٹھا کر پھینک دیتے
رادھا کو گالیاں نکالتے۔ مجھے کوستے۔ روتے۔ اپنے بال نوچتے آہ۔ یہ سب تمہاری مہربانی تھی۔ وہ دن مجھے کبھی نہ بھولیگا۔

(پورن تصویر اُٹھا کر پھر دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ مہری چھت کی طرف دیکھ رہی ہے
گویا کہ پرانا واقعہ یاد کر رہی ہے۔ پردہ جلدی سے گرتا ہے اور پھر اُٹھتا ہے)

(وہی پہلا ڈرائنگ روم۔ کملا رانی کم و در معمولی کپڑے پہنے افسوس کی حالت میں بیٹھی ہیں۔ مہری ایک طرف غمگین مُرجھائی
صُورت بنائے خاموش فرش پر بیٹھی ہے۔ کچھ لمحہ بالکل خاموش رہتی ہے۔ پھر باہر سے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز
آتی ہے۔ جس طرح کہ کوئی شیشہ کا گلاس یا شیشے کی کوئی اور چیز دیوار یا پتھر پر دے مارتا ہے)

کملا رانی۔ لو کچھ اور توڑ ڈالا۔ مہری ان کا (رام سروپ) کیا بنے گا۔

مہری۔ بی بی پرماتما مالک ہے۔ بھلا ڈاکٹروں نے کیا کہا۔

کملا رانی۔ کہنا کیا ہے جواب دے چکے ہیں۔

مہری۔ بی بی میں تو پہلے ہی جانتی تھی۔

کملا رانی۔ جانتی کیا تھی۔ قسمت ہے اپنی بیٹا چھوڑ کر چلا گیا۔ لڑکی مر چکی اب انکی حالت تم دیکھ ہی رہی ہو۔

مہری۔ سب پورن کی مہربانی سے ہو رہا ہے۔

کملا رانی۔ اچھا جہاں بھی رہے خوش رہے۔ ہمارے ہاتھوں سے تو گیا۔

(کھڑکی کے شیشے ٹوٹنے اور اونچا بولنے کی آوازیں آتی ہیں)

کملا رانی۔ (اُٹھتی ہوئی) میں جاؤں۔ رادھا اپنے کمرے میں ہے۔ کہیں اُس کو نہ مارنا شروع کر دیں۔

مہری۔ بابو رام سروپ کو باہر کیوں نہیں لیجاتے ہیں۔

(رائے بہادر رام سروپ پاگلوں کی سی حیثیت بنائے ہاتھ میں پھولدان لئے
داخل ہوتے ہیں۔ مہری ڈر کے مارے اُٹھ بیٹھتی ہے)

رام سروپ۔ آہاہاہا۔ کملا رانی۔ بھائی تو آ گئی۔ پورن بدذات بدمعاش

کملا رانی۔ (ان کے ہاتھ سے پھولدان لینے کی کوشش کرتی ہوئی) آپ بیٹھ جایئے۔ کہاں ہے جانکی؟
رام سروپ۔ چھوڑدو پھولدان کو۔ نامراد، بیاہتا، جانکی۔ جانکی کو پوچھتی ہو۔ جانکی یہاں کہاں۔ لو وہ پورن آگیا۔
(ہنسنا شروع کردیتے ہیں۔
مہری۔ (آہستہ سے) بی بی پھولدان ان کے ہاتھ سے لے لو۔
رام سروپ۔ ہیں۔ (مہری کانپ اٹھتی ہے) کیا کہتی ہو۔ کیوں یہاں کھڑی ہو۔ پورن۔ جانکی۔ جانکی پورن کی بچی۔ بدذات بکواس کرتی ہے۔
مہری۔ بی بی۔
کملا رانی۔ پھولدان مجھے دے دیجئے۔
رام سروپ۔ آہا ہا۔ یہ پھولدان تم کو دے دوں۔ اس میں میری بچی ہے۔ (پھر ہنستے ہیں) یہ پھولدان پچھلے سال میں نے الماری میں رکھوادیا تھا۔
کملا رانی۔ جی ہاں۔ جانکی سے رکھنے کے لئے کہا تھا نہ آپ نے؟
رام سروپ۔ کیا کہا تھا۔ بولو کیا کہا تھا۔ بولتی کیوں نہیں (کملا رانی کی طرف گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ جیسے کہ ابھی پھولدان اس کے منہ پر دے ماریں گے) کہا تھا۔ ہاں کہا تھا۔ (پھر ہنستے ہیں) ضرور کہا تھا۔ سچ کہتی ہو۔ کہا ہوگا۔ اس کو روشندان میں رکھدو۔ روشندان۔
مہری۔ بی بی ڈاکٹر کو کیوں نہیں بلاتیں۔
کملا رانی۔ ڈاکٹر کیا کرے گا۔
رام سروپ۔ (ایک میز کو نیچے گرادیتے ہیں) ڈاکٹر۔ حکیم۔ بدمعاش۔ میری بچی کو لے گئے۔ وہ پورن تو ہے۔ آرہا ہے۔ اگر آیا تو مار ڈالوں گا۔ (کملا رانی سے) جانکی کو بلوگی۔ لو، ادھر آؤ۔ (کملا رانی قریب آتی ہے) دیکھو۔ اس میں۔ اس پھولدان میں کہتا ہوں۔ دیکھو میری جانکی بیٹھی ہے۔ بچی۔ (پھولدان کو چومتے ہیں۔ کملا رانی پھولدان ان کے ہاتھ سے لے لیتی ہے) جانکی کو کہاں لے چلی ہو۔ (پھولدان چھیننے کی کوشش کرتے ہیں)
کملا رانی۔ میں کہتی ہوں چھوڑ دیجئے۔ لایئے اسے میز پر رکھدوں۔
رام سروپ۔ (وحشیانہ طریق سے ہنستے ہیں) رکھدوں۔ کہتی ہے رکھدوں۔ اچھا بھلا رکھو تو سہی۔
(کملا رانی پھولدان میز پر رکھدیتی ہیں۔ رام سروپ میز کی طرف دوڑتے ہیں پھولدان اُٹھا کر فرش پر دے مارتے ہیں)
رام سروپ۔ دیکھا تم نے۔ اس طرح رکھا کرتے ہیں۔ کہتی ہے میز پر رکھدوں۔ (پھر ہنستے ہیں) جانکی بھی اُڑ گئی۔ (کملا رانی سے) پھولدان میں تھی نہ۔
(کملا رانی خاموش ہیں۔
رام سروپ۔ (گرج کر) کہاں تھی جانکی۔
کملا رانی۔ (کملا رانی کے آنسو ٹپک رہے ہیں) پھولدان میں۔
رام سروپ۔ (دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے) رادھا۔ (اونچی آواز میں) رادھا۔
کملا رانی۔ رادھا کو کیوں بلاتے ہیں۔
رام سروپ۔ رادھا پورن کی بیوی ہے نہ۔ مہری رادھا کون ہے؟
مہری۔ (ڈرتے ہوئے) جی رادھا۔ وہ آگئیں رادھا۔

(رادھا آتی ہے)

رام سروپ۔ تم رادھا ہو۔ جانتی ہو مجھ کو۔ وہ دیکھو پھولدان۔ اس میں جانکی تھی۔ پورن کہاں ہے؟

رادھا۔ (سر جھکاتے) ولایت گئے ہیں۔

رام سروپ۔ ولایت۔ تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ چڑیل۔ ڈائن۔ نکل جاؤ۔ نکل جاؤ۔ میں کہتا ہوں نکل جاؤ۔

(رام سروپ رادھا کی طرف تیزی سے جاتے ہیں۔ اسکے کندھوں کو پکڑ کر زور زور سے ہلاتے ہیں۔
مہری اور کملا رانی رادھا کی طرف بھاگتی ہیں)

کملارانی۔ ہیں ہیں یہ کیا کرتے ہو۔

(پردہ جلدی سے گرتا ہے)

(پردہ جلدی سے اُٹھتا ہے۔ وہی سین۔ پورن تصویر کی طرف دیکھ رہا ہے مہری چھت کی طرف ٹکٹکی لگائے
دیکھ رہی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے ہیں۔ سنوریا تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آجاتی ہے۔
مگر پورن کو بیٹھا دیکھ کر کچھ ٹھٹھک سی جاتی ہے)

سنوریا۔ (شرما کر) مہری۔

(مہری کچھ چونک سی جاتی ہے)
(سنوریا ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہے۔

پورن۔ مہری کیا سوچ رہی ہو۔

مہری۔ کچھ نہیں۔

پورن۔ تم روتی کیوں ہو۔

مہری۔ وہ دن یاد آرہا ہے۔ جب رام سروپ پاگل ہو گئے۔ کس طرح اُنہوں نے پھولدان کو توڑ ڈالا۔ رادھا کو جھنجوڑا۔
(لمبا سانس لیتی ہے)

(توقف) سنوریا تو پھر آگئی۔

سنوریا۔ چاول نہ کھاؤ گی آج۔ بنانے آئی ہوں۔

مہری۔ (پورن سے) چلو اوپر تمہیں کملا رانی کی انگوٹھی دے دوں۔
(مہری آہستہ آہستہ اُٹھتی ہے۔ پورن بھی اُٹھتا ہے)

(پردہ)

دو دوست

فرانسیسی معجز نگار گی دے موپاساں کا ایک افسانہ

مترجمہ ابو محمد امام الدین صاحب مدیر ترجمان بنارس

فرانس کا دارالسلطنت پیرس چاروں طرف سے محاصرے میں تھا۔ لوگ دانے دانے کو محتاج ہو رہے ہے، گھروں کی گوریّا اور نالیوں کے چوہے بھی کمیاب ہو رہے تھے، جو کچھ ہاتھ لگ جاتا تھا لوگ اسی سے بھوک کو تسکین دیتے تھے۔

جنوری کا مہینہ تھا، ایک روز علی الصباح موسیو ماریس سڑک پر ٹہل رہے تھے، ان کا پیشہ گھڑی سازی تھا، وہ پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالے خالی پیٹ ٹہل رہے تھے اتفاقاً سامنے سے ان کے مچھلی کے شکاری دوست موسیو ساویز آ گئے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ماریس کی عادت تھی کہ ہر اتوار کو ہاتھ میں بانس کی لگی لے کر اور پیٹھ پر ٹین کا ایک صندوق رکھ کر علی الصباح گھر سے نکل پڑتے اور "آرژنتیل" جانے والی گاڑی پر سوار ہو کر "کولمبس" اُتر جاتے تھے، وہاں سے پیدل "زایل لے آنتی" جاتے تھے، یہ مقام ان کو بیحد پسند تھا۔ وہ خواب میں بھی اس کو دیکھا کرتے تھے، یہاں پہنچتے ہی وہ مچھلی کا شکار شروع کر دیتے تھے اور جب تک اندھیرا نہ ہوتا تھا وہیں رہتے تھے، اسی جگہ ہر اتوار کو موسیو ساویز سے ان کی ملاقات ہوتی تھی۔ ساویز صاحب پستہ قد کے موٹے تازے اور خوش مزاج آدمی تھے، "او تا تر دام دو لوریت" نامی مقام میں درزی کا کام کرتے تھے، ان کو مچھلی کے شکار کا بڑا شوق تھا، اکثر یہ دونوں آدمی آدھا آدھا دن ساتھ بیٹھ کر گزار دیتے تھے، دونوں کے ہاتھوں میں لگی ہوتی تھی اور ان کے پاؤں پانی پر ناچا کرتے تھے، ان میں گہری دوستی ہو گئی تھی۔

کسی روز وہ بالکل خاموش رہتے تھے اور بالکل بات چیت نہ کرتے تھے اور کبھی خوب گپ بازی کرتے تھے، لیکن وہ آپس میں بات چیت کریں یا نہ کریں، لفظوں کے استعمال کے بغیر ہی وہ ایک دوسرے کے جذبات و خیالات سے واقف ہو جاتے تھے اس لئے کہ دونوں کے جذبات و خیالات یکساں تھے۔

بہار کے دنوں میں صبح دس بجے کے قریب جب دھوپ کی وجہ سے پانی پر ایک ہلکا سا کہرہ ظاہر ہونے لگتا تھا اور ان دونوں شکاریوں کی پیٹھ کچھ گرم ہو جاتی تھی۔ ماریس بار بار اپنے رفیق سے کہنے لگتے تھے "کیوں جی یہاں خوب لطف ہے نہ؟" اس پر دوسرا جواب دیتا "میرے خیال میں تو اس سے پُر لطف مقام دوسرا ہو ہی نہیں سکتا"۔

انہیں مختصر لفظوں سے ایک دوسرے کے خیال کو سمجھ لیتا تھا، وہ ایک دوسرے کے خیال کی بہت قدر کرتے تھے۔

پت جھڑ کے زمانے میں شام کے وقت جب سورج غروب ہونے لگتا تھا اور مغربی افق کو لالہ گوں بنا دیتا تھا اور سرخ بادلوں کا عکس تمام دریا کو شہابی رنگ میں رنگ دیتا تھا۔ اس وقت دونوں دوستوں کے چہرے پر ایک طرح کی رونق پیدا ہو جاتی تھی، وہ رونق اُن درختوں کو بھی منور کر دیتی تھی جن کی پتیاں جاڑے کی ٹھنڈک سے سُکڑ گئی تھیں، موسیو ساویز اپنے دوست کی طرف دیکھ کر ہنس دیتے تھے اور کہتے تھے کہ "کیسا دلکش منظر ہے" اور ماریس اپنے کانٹے پر سے نظر ہٹائے بغیر ہی کہہ دیتے تھے کہ "سڑک کی نسبت تو یہ مقام بہت ہی اچھا ہے، ہے نہ؟"

آج جوں ہی ایک نے دوسرے کو پہچانا بڑے جوش سے مصافحہ کیا اور اس انقلاب انگیز حالت میں ملنے کی وجہ سے دونوں پر اثر بھی خاص ہوا۔

موسیو ساویز نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "بڑا بُرا وقت آیا ہوا ہے"۔

ماریس نے مغموم ہو کر سر ہلا دیا ——— "اور ایسا موسم، آج تو سال کا پہلا دن ہے"۔

واقعی آسمان پاک و صاف تھا، دونوں ساتھ ساتھ چل پڑے، لیکن دونوں فکر و تردد میں غرق تھے۔
ماریس نے کہا۔ ذرا مچھلی کے شکار کے زمانے کو یاد کرو، کیسا اچھا وقت تھا۔
موسیو ساویز نے کہا۔ اب ہم پھر کب شکار کھیل سکیں گے؟
دونوں ایک ہوٹل میں داخل ہوئے، تھوڑی سی شراب لی، اور پھر نکل کر روانہ ہوگئے۔
ماریس یکایک رک گئے، اور کہنے لگے۔ کیا تھوڑی سی شراب اور پی جائے؟
موسیو ساویز نے کہا۔ اگر تمہاری خواہش ہے تو اچھی بات ہے۔
یہ گفتگو کرکے دونوں شراب کی دکان میں داخل ہوئے، اور جب وہ وہاں سے نکلے تو شراب کے نشے میں جھوم رہے تھے، ان کے خالی شکم میں شراب نے اور زیادہ اثر پیدا کر دیا تھا، بڑا سہانا اور دلفریب دن تھا۔ ان کے منہ پر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگ رہی تھی، اس ہوا نے موسیو پر شراب کا رنگ اور بھی گہرا چڑھا دیا، وہ یکایک ٹھہر گئے اور کہنے لگے۔ کیا ہو اگر ہم وہاں چلیں؟
"کہاں؟"
"مچھلی کے شکار کو"
"کس جگہ؟"
"اسی پرانی جگہ، فرانسیسی چوکی "کولمبیس" کے پاس ہی ہے میں کرنل مولین کو جانتا ہوں، ہمیں آزادی سے جانے کی اجازت مل جائے گی"
یہ سن کر ماریس کا جی بھی للچا گیا، انہوں نے کہا۔ بہت بہتر، مجھے منظور ہے۔
اس کے بعد دونوں اپنی اپنی لگی اور ڈوری لینے کے لئے اپنے اپنے گھر روانہ ہوگئے۔
ایک گھنٹے کے بعد دونوں ساتھ سڑک پہ چلے جا رہے تھے وہ جلد ہی اس بنگلے پر پہنچ گئے جس میں کرنل ڈومولن رہتے تھے، وہ ان کی درخواست پر ہنسے۔ لیکن رضامند ہوگئے اور دونوں کو "پاس ورڈ" مل گیا۔ یعنی انہیں وہ لفظ بتادیا گیا جسے کہہ کر وہ فوجی چوکی کو عبور کر سکتے تھے۔ "پاس ورڈ" ملتے ہی وہ اپنی شکارگاہ کی طرف چل دیئے۔
وہ جلد ہی چوکی کے اس پار پہنچ گئے، اور "کولمبیس" نامی ویران مقام سے ہو کر وہ انگور کے ان چھوٹے چھوٹے باغوں کے پاس جا پہنچے جو چاروں طرف سے دریائے سین کو گھیرے ہوئے تھے، اس وقت تقریباً گیارہ بجے تھے۔
ان کے سامنے ہی موضع "آرشانٹیل" موجود تھا۔ جو بالکل سنسان اور بیجان معلوم ہو رہا تھا، "اورگی مینٹ" اور "سے نوئیس" نامی پہاڑوں کی چوٹیاں سنتری کی طرح کھڑی تھیں، "جے نسٹر" تک جو ناہموار میدان تھا وہ بھی غیر آباد تھا، وہ زرد مٹی کا بنجر قطعہ تھا جس میں "چے ری" کے ٹھنٹھ کھڑے تھے، موسیو ساویز نے اونچی چوٹیوں کی طرف اشارہ کرکے آہستہ سے کہا۔ اس طرف پروشیائی جمے ہوئے ہیں، سنسان گاؤں کے منظر سے دونوں رفیقوں کو لامعلوم خطرہ محسوس ہونے لگا۔
پروشیائی! ان لوگوں نے اب تک انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن گذشتہ چھ مہینے سے انہوں نے پیرس کے آس پاس ان کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ فرانس کو تباہ اور اہل فرانس کو ہلاک کر رہے تھے، اور بھوکوں مار رہے تھے، اس نامغلوب اور فاتح قوم سے لوگ نفرت تو پہلے ہی سے کرتے تھے لیکن اب تو وہ ایک طرح سے ان سے خوفزدہ بھی رہنے لگے تھے۔
ماریس نے کہا۔ فرض کرو، اگر ان سے ہمارا سامنا ہو جائے؟
موسیو ساویز نے جواب دیا۔ ہم انہیں کچھ مچھلیاں نذر کر دیں گے، اس جواب میں وہ دماغی اطمینان موجود تھا جو عموماً پیرس کے باشندوں میں موجود ہوتا ہے۔ اور جو پورے طور پر کبھی زائل نہیں ہوتا۔ پھر بھی وہ میدان سے علانیہ طور پر نکلنے میں جھجکے، کیونکہ چاروں طرف کا سناٹا دیکھ کر ان کے دل میں خوف پیدا ہونے لگا تھا، آخر میں موسیو ساویز نے ہمت کے ساتھ کہا۔ آؤ چلیں ہم اپنا سفر ضرور پورا کرینگے، ہمیں صرف کسی قدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، وہ انگور کے ایک باغ سے ہو کر چلے، جھجکے ہوئے

انگور کی بیلوں کی آڑ سے جا رہے تھے، لیکن آنکھ اور کان سے خوب چوکنے تھے اور پانگ پہنچنے کے لئے ایک ناہموار اور غیر آباد میدان پڑتا تھا۔ اس کو انہوں نے دوڑ کر پار کیا اور وہ جوں ہی پانی کے کنارے پہنچے سوکھے ہوئے نرکلوں کے پیچھے چھپ گئے۔

اگر ممکن ہو تو یہ جاننے کے لئے کہ کسی آنے والے کے پیروں کی آہٹ تو نہیں معلوم ہوتی ماریس نے اپنے کان زمین پر لگا دیئے، اسے کچھ بھی سنائی نہ دیا۔ ان دونوں کو اطمینان ہو گیا کہ وہ تنہا ہیں تو انہوں نے شکار شروع کیا۔

ژایل لے آنتی کے اُجاڑ ہونے کی وجہ سے اس پار سے بھی انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، چھوٹا سا ہوٹل بند تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ برسوں سے ویران پڑا ہے۔ پہلی مچھلی موسیو ساویز نے ماری، دوسری موسیو ماریس نے۔ اس کے بعد تو پھنسا پھنسی مچ گئی، کبھی ایک اپنی لگی اُٹھاتا، کبھی دُوسرا، اور لگی کے سرے پر چاندی کی طرح چمکتی ہوئی مچھلی چلی آتی، بڑا اچھا شکار ہو رہا تھا۔

ان کے پیروں کے پاس ایک منہ بند تھیلا رکھا ہوا تھا، وہ جو مچھلی مارتے اسی تھیلے میں ڈال دیتے، دونوں کے دونوں نہایت خوش تھے، انہیں بڑی خوشی اس بات کی تھی کہ ایکبار پھر انہیں اس مشغلے کا موقع مل گیا جس سے وہ عرصہ سے محروم ہو گئے تھے۔

ان کی پشت پر دھوپ لگ رہی تھی، لیکن انہیں اب نہ کچھ سنائی دیتا تھا، نہ ان کے دل میں کسی قسم کا خطرہ پیدا ہوتا تھا، وہ تمام دُنیا سے بے تعلق ہو کر مچھلی کے شکار میں محو تھے۔

لیکن یکایک کچھ گھڑگھڑاہٹ سی معلوم ہوئی، جیسے زمین کے اندر سے آواز آ رہی ہو، یہ گھڑگھڑاہٹ سن کر ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، توپوں کی گرج شروع ہو گئی۔

ماریس نے اپنا رُخ پھیرا اور دریا کے کنارے سے کچھ دُور بائیں طرف کو دیکھا۔ اسے "مے لے این" پہاڑ کی ہولناک صورت دکھائی دی، اس کی چوٹی سے سفید دُھواں نکل رہا تھا، ساتھ ہی پہلے دھوئیں کے بعد دُوسرا دُھواں بھی نظر آیا۔ اور کچھ ہی منٹ کے بعد ایک نئی گھڑگھڑاہٹ نے زمین کو متزلزل کر دیا۔

یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا، اور رہ رہ کر پہاڑ سے خوفناک سانس اور سفید دُھواں نکلنے لگا اور آہستہ آہستہ بلند ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر پُرامن فضا میں پھیلنے لگا۔ موسیو ساویز نے اپنے کندھوں کو حرکت دی اور کہا۔ ان لوگوں نے پھر شروع کر دیا۔

ماریس بڑے غور سے اپنی لڑبری کے نیچے اوپر ہونے کو دیکھ رہا تھا، یکایک اس طرح بھڑک اُٹھا جس طرح ایک امن پسند شخص اس طرح توپیں داغنے والوں کے خلاف بھڑک سکتا ہے، اس نے بڑے غصے سے کہا۔ یہ لوگ بڑے وحشی ہیں جو اس طرح ایک دُوسرے کو ہلاک کر رہے ہیں۔

موسیو ساویز نے جواب دیا۔ یہ لوگ درندوں سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔

موسیو نے اسی وقت ایک مچھلی ماری اور کہا سارے بھائی اس کو کیا کہتے ہو، جب تک حکومت کا وجود ہے یہی ہوتا رہیگا۔

موسیو ساویز بول اُٹھے۔ جمہوری حکومت ہوتی تو وہ اعلان جنگ نہ کرتی۔

ماریس درمیان ہی سے بول اُٹھے۔ بادشاہ کے ماتحت رہ کر ہمیں غیروں سے لڑنا پڑتا ہے اور جمہوری حکومت میں خانہ جنگی ہوتی ہے۔

جس طرح امن پسند اور مہذب شہری معقولیت کے ساتھ بحث کرتے ہیں اسی طرح وہ دونوں سیاسیات پر بحث کرنے لگے اور بالآخر اس بات پر دونوں میں اتفاق رائے ہو گیا کہ ہم کامل طور پر کبھی آزاد نہ ہونگے۔

یہ بحث تو ختم ہو گئی لیکن مانٹ مے لے این برابر گرجتا رہا اور اپنی توپوں کے گولوں سے اہل فرانس کے مکانوں کو تباہ و برباد اور انسانی زندگی کو خاک میں ملاتا رہا جس سے بہت خوش آئند خوابوں کا خاتمہ ہو گیا، بیشمار تمناؤں پر پانی پھر گیا، اور اور مستقبل کی کتنی توقعات زائل ہو گئیں، اور کتنے مقامات میں ماؤں، بیٹیوں اور بیویوں کو قلبی اذیتیں اُٹھانی پڑیں۔

موسیو ساویز نے کہا۔ یہ زندگی ہی کچھ ایسی ہے۔

ماریس نے ہنسکر جواب دیا۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ موت ہی ایسی ہے۔

اس کے ساتھ ہی پیروں کی آہٹ معلوم کر کے بیساختہ ڈر کے مارے کانپنے لگے، وہ جوں ہی مُڑے انہوں نے اپنے قریب لمبے تڑنگے داڑھی والے چار آدمیوں کو دیکھا جو سر پر چپٹی ٹوپی پہنے ہوئے تھے انہوں نے بندوق کا رُخ دونوں شکاریوں کی جانب کر دیا۔

دونوں کے ہاتھوں سے لگیاں گر کر دریا میں بہ گئیں، ایک ہی دو منٹ میں گرفتار ہو کر دونوں کشتی میں ڈال دیئے گئے اور بات کی بات میں کشتی اس پار "ایل لے آنتی" میں پہنچ گئی، جن گھروں کو یہ بالکل ویران سمجھ رہے تھے ان کے پیچھے کوئی بیس جرمن سپاہی کھڑے تھے، دیو کی طرح ہولناک صورت کا ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہُوا اپنے چرٹ پینے والے لمبے پائپ سے تمباکو کے کش کھینچ رہا تھا، اس نے ان دونوں سے عمدہ فرانسیسی زبان میں کہا۔ اے بھلے مانسو، تمہارا مچھلی کا شکار تو خوب ہُوا۔

اتنے میں ایک سپاہی نے مچھلیوں سے بھرا ہُوا تھیلا افسر کے پیروں کے پاس رکھدیا۔ جسے وہ اپنے ساتھ لیتا آیا تھا۔

پروشیائی ہنسا، اس نے کہا۔ میرے خیال میں یہ بُرا تو نہیں ہے، لیکن ہمیں ایک اور مسئلے پر گفتگو کرنی ہے، ذرا میری بات کو غور سے سُنو۔ ڈرو نہیں، اس کو اچھی طرح سمجھ لو کہ تم میرے نزدیک جاسوس ہو۔ اس لئے یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ تم کو گولی مار دی جائے، تمہارا مچھلی کا شکار محض حیلہ ہے تاکہ تمہارے اصل مقصد سے کوئی واقف نہ ہو، اب تم میرے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے ہو اس لئے تمہیں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ جنگ میں یہی ہوتا ہے۔ لیکن تمہاری جانبری کی ایک صورت ہے، تم فوجی چوکی پار کر کے آئے ہو، اس لئے واپس جانے کے واسطے تمہیں کوئی "پاس ورڈ" ضرور بتایا گیا ہوگا، تم مجھے "پاس ورڈ" بتا دو اور عافیت سے چلے جاؤ۔

موت کے خوف سے دونوں دوست زرد پڑ گئے تھے اور ایک دوسرے کے پاس خاموش کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے جس سے ان کی دلی کیفیت ظاہر ہو رہی تھی۔

افسر نے کہا۔ کسی کو یہ بات معلوم نہ ہوگی، تم بخیریت اپنے گھر چلے جاؤ گے، تمہارے راز کی کسی کو خبر نہ ہوگی، لیکن تم بتانے سے انکار کرو گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے، اور ابھی ہلاک کر دیئے جاؤ گے، دونوں باتوں میں سے جو چاہو پسند کر لو۔

دونوں بے حس و حرکت کھڑے رہے، لب تک نہ ہلائے، پروشیائی دریا کی طرف اپنا ہاتھ پھیلائے اطمینان سے کہتا گیا۔ ذرا پھر غور کر لو، پانچ منٹ کے اندر تم اس دریا کی تہ میں پہنچ جاؤ گے، صرف پانچ منٹ کے اندر، میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے اہل و عیال بھی ہیں۔

"مانٹ ویلے این" اب تک گرج رہا تھا۔ دونوں شکاری خاموش کھڑے تھے، جرمن پھرا اور اس نے اپنی خاص زبان میں حکم دیا۔ پھر اس نے اپنی کرسی تھوڑی کھسکالی تاکہ وہ قیدیوں سے زیادہ نزدیک رہے۔ اتنے میں ایک درجن سپاہی بندوقیں لئے آگے بڑھے اور بیس قدم ہٹ کر ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔

افسر نے کہا۔ میں تمہیں ایک منٹ کا موقع دیتا ہوں، اس سے ایک سکنڈ زیادہ نہیں۔

اس کے بعد وہ جلدی سے اُٹھ کر دونوں فرانسیسیوں کے پاس گیا اور ماریس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تھوڑی دُور الگ لیجا کر آہستہ سے کہنے لگا۔ جلدی! پاس ورڈ! تمہارے دوست کو کچھ پتہ نہ چلے گا۔ ماریس نے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اس کے بعد وہ موسیو ساویز کو بھی اسی طرح علیحدہ لے گیا اور ان کے سامنے بھی وہی بات پیش کی، لیکن انہوں نے بھی کچھ جواب نہ دیا۔ دونوں پھر ایک دوسرے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ افسر نے حکم صادر کر دیا۔ سپاہیوں نے اپنی بندوقیں سنبھال لیں۔

اس وقت یکایک ماریس کی نظر مچھلیوں سے بھرے ہوئے جالیدار تھیلے پر جا پڑی جو اس سے کچھ گز وں کے فاصلے پر گھاس میں پڑا ہُوا تھا، دھوپ کی وجہ سے اس میں تڑپتی ہوئی مچھلیاں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، ان کو دیکھ کر ماریس کا دل اور بھی بیقرار ہو گیا۔ صبر و ضبط کی کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا۔

موسیو ساویز! تسلیم۔ ساویز نے جواب دیا۔ موسیو ماریس! تسلیم۔ دونوں نے مصافحہ کیا، اگرچہ وہ اپنے اوپر قابو رکھنے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ تاہم خوف سے سر سے پاؤں تک کانپ رہے تھے۔

افسر نے کہا۔ "گولیاں چلاؤ" ایک ساتھ بارہوں گولیاں چل پڑیں۔

موسیو ساویز معاً آگے کی جانب گر پڑے۔ ماریس لمبا ہونے کی وجہ سے ذرا سا جھومے اور پھر اپنے دوست کے پاس گر پڑے۔ ان کا مُنہ آسمان کی طرف تھا اور سینے میں سُوراخ ہونے کی وجہ سے ان کے کوٹ سے خون نکل رہا تھا۔

جرمن نے حکم دیا۔ اس کے آدمی فوراً آگئے اور رسّی اور پتھر لے کر واپس آئے، دونوں دوستوں کے پیروں میں رسّیاں باندھ دی گئیں اور سپاہی انہیں دریا کے کنارے لے گئے۔

"ماؤنٹ ویلے این" کی چوٹی اس وقت دُھوئیں سے ڈھکی ہوئی تھی، لیکن وہ گرج اَب بھی رہا تھا۔ دو سپاہیوں نے ماریس کا سر اور پاؤں پکڑے اور دُو سپاہیوں نے ساویز کے، مضبوط ہاتھوں میں زور زور سے لاشیں جھُولنے لگیں اور دُور پھینک دی گئیں، اور ترچھا خط بناتی ہوئی پاؤں کے بل دونوں دریا میں گر پڑیں۔

پانی چھپ سے اوپر اُٹھا۔ کچھ بلبلا سا دکھائی دیا، پھر چکّر کھا کر ساکن ہوگیا، چھوٹی چھوٹی لہریں کنارے سے ٹکرانے لگیں۔ سطح آب پر خون کی دو ایک لہریں نظر آتی رہیں۔

اس کارروائی کے دَوران میں افسر بالکل خاموش رہا۔ اس کے بعد وہ ایک عجیب ہنسی ہنسکر بولا۔ آب مچھلیوں کی باری ہے پھر وہ اپنے بنگلے کی طرف چلا۔ یکایک اُس کی نظر مچھلیوں سے بھرے ہوئے جالی کے تھیلے پر پڑی جو گھاس پر پڑا ہُوا تھا۔ اور کسی کو اس کا خیال نہ تھا۔ اُس نے اسے اُٹھا لیا، اور غور سے دیکھ کر مُسکراتے ہوئے کہا۔ گلہم! اس کے پکارنے پر سفید کپڑا پہنے ہوئے ایک سپاہی حاضر ہُوا۔ جرمن نے دونوں مرے ہوئے آدمیوں کا مال اُچھال کر اُسے دیا اور کہا۔ ان زندہ مچھلیوں کو فوراً میرے لئے تل کر تیار کرو، یہ کھانے میں بہت لذیذ ہوں گی۔ اس نے پھر اپنا چُرٹ جلایا اور پینا شروع کر دیا۔

(از حضرت جوشؔ ملیح آبادی)

نرالی آنکھیں

جب ادا سے وہ سامنے آئی
ہمنشیں میں اُسے نہ دیکھ سکا
اور جب آنکھوں سے ہو گئی اوجھل
میری آنکھوں نے اُس کو دیکھ لیا

نرالے کان

کچھ کہا اُس نے اور مَیں سُن نہ سکا
اور جب وہ چلی گئی کہہ کے
میرے کانوں نے سُن لیا وہ بھی
جو کہا بھی نہ تھا ہنوز اُس نے

شکوہ

روبرو اُس کے گیا میں اسقدر مُدّت کے بعد
خیر اس سے کیا کہ اُس نے میری دعوت بھی نہ کی
مجھ کو تو صرف اتنا شکوہ ہے کہ اس نے مجھ سے جوشؔ
اتنے دن تک دُور رہنے کی شکایت بھی نہ کی

عقیدت

کس بلا کی ہے عقیدت مجکو تیری ذات سے
اللہ اللہ اپنی دُھن کا کس قدر پکا ہوں میں
قتلِ بے ہنگام سے محفوظ رہنے کیلئے
تیری ہی تلوار کے سائے میں آبیٹھا ہوں میں

(غیر مطبوعہ)

ناکام آرزو

از جناب محمد شرف الدین صاحب یکتاؔ جودھپوری

(۱)

میرے والدین بسلسلۂ تجارت جے پور میں مقیم تھے لیکن میں دس سال کی عمر ہی میں اجمیر کے ایک انگریزی اسکول میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اور ابّا جان کے ایک دوست محمد رضا کے مکان میں رہتا تھا۔

میں فطرتاً ذہین واقع ہُوا تھا۔ تمام درجوں میں برابر کامیاب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ مڈل کلاس میں داخل ہُوا میری جماعت میں ایک لڑکا جمیل نامی تھا۔ وہ حسین تھا اور اس کی خوبصورت آنکھیں شرم و حیا کے بار سے ہر وقت جھکی رہتی تھیں۔ وہ خوش کلام تھا اور اس کا لب و لہجہ شیریں اور دلفریب۔ جب گفتگو کرتا تو سُننے والے کو کچھ ایسا مزا آتا کہ جی یہی چاہتا کہ وہ اپنا سلسلۂ گفتگو جاری رکھے۔

جمیل تمام لڑکوں سے الگ تھلگ رہتا تھا وہ بہت کم سخن تھا اور کسی سے ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ کرتا نہ زیادہ لڑکوں کے ساتھ کھیل تماشوں میں شریک ہوتا۔ بلکہ چھٹی ہوتے ہی اسکول سے سیدھا اپنے گھر چلا جاتا میری عین خواہش تھی کہ جمیل سے ربط بڑھاؤں، اس لئے موقع کی تلاش میں رہا۔ جب مڈل کا ششماہی امتحان ہُوا تو میں درجہ اول میں کامیاب ہُوا اور جمیل بھی قریب قریب درجہ دوم میں ضرور کامیاب ہوتا لیکن حساب میں کمزور ہونے کی وجہ سے صرف ایک نمبر سے فیل ہوگیا۔ چونکہ اس کا شمار اچھے لڑکوں میں تھا اس لئے ماسٹر صاحب کو اس کے ناکامیاب ہوجانے پر رنج ہُوا۔ انہوں نے ہدایت کی کہ اُس کو حساب میں زیادہ محنت کرنی چاہیئے اور کسی ہم جماعت کے پاس جاکر اس سے مدد لینی چاہیئے۔ چھٹی ہوئی تو میں نے دل میں سوچا کہ اس سے بہتر جمیل سے میل جول بڑھانے کا نہ ہوگا لہٰذا مجھے اپنے آپ کو اسکی مدد کے لئے پیش کر دینا چاہیئے۔ یہ سوچکر میں اُس کے پاس جانے ہی کو تھا کہ وہ خود میرے پاس آیا اور کہا "کیوں صاحب۔ آپ کچھ وقت نکال کر مجھے مدد دے سکتے ہیں؟" میں تو پہلے سے ہی یہ چاہتا تھا۔ جواب میں کہا "بسر و چشم حاضر ہوں"۔

جمیل "میں آپ کی خوش اخلاقی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں"۔

میں "اوہ۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے مکان کا پتہ بتلا دیجیے تاکہ مجھے وہاں پہنچنے میں آسانی ہو"۔

جمیل "میں دہلی دروازہ کے پاس ایک کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں"۔

میں "تو غالباً آپ یہاں کے باشندے نہیں ہیں؟"

میرے اس سوال سے جمیل کے چہرے پر کچھ افسردگی سی چھا گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہرے غم میں مُبتلا ہے۔

"یہ ایک دردانگیز کہانی ہے" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "مناسب ہوگا کہ آپ اس تذکرہ کو نہ چھیڑیں"۔

میں نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے چنانچہ میں نے اس تذکرہ کو پھر نہ چھیڑا۔

"کیا آپ یہاں تنہا رہتے ہیں؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"نہیں" اُس نے کہا "بلکہ میرے ساتھ ایک مُلازمہ بھی ہے"۔

اسی طرح باتیں کرتا ہُوا میں بھی اُس کے ہمراہ اُس کے مکان تک آگیا۔ مکان مختصر سا تھا لیکن خوش سلیقگی سے آراستہ کیا ہُوا تھا۔ جمیل نے مُنہ ہاتھ دھو کر کھانا منگوایا اور مجھے بھی بہت اصرار کرکے اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلایا۔ کھانا کھانے بعد ہم بہت دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے، مجھے اس کی گفتگو میں ایسا لُطف آرہا تھا کہ واپس لوٹنے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ جب شام ہوگئی تو

مَیں گھبرا کر اُٹھا۔ "اوہو! بہت دیر ہو چکی اَب مجھے جانا چاہیئے" یہ کہکر رُخصت ہُوا اور اپنی جائے قیام پر آیا۔

(۲)

اس کے بعد ہمارا ہمیشہ کا معمول ہو گیا کہ دونوں ساتھ بیٹھ کر اسٹڈی کیا کرتے کبھی جمیل میرے پاس آجاتا اور کبھی مَیں اُس کے مکان چلا جاتا۔ مجھ میں اور جمیل میں اس قدر محبّت ہو گئی تھی کہ شاید دو حقیقی بھائیوں میں بھی اتنی نہ ہوتی ہوگی۔ مَیں جمیل کے خلاق کا اور اس کی مقبول اور حسین صورت کا گرویدہ تھا۔ اور وہ میرے حُسنِ سلوک کا مداح۔

ایک روز ہم جمیل کے مکان کے بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سُورج غروب ہو چکا تھا۔ طائر اپنے اپنے آشیانوں میں بسیرا لے چکے تھے کہ جمیل نے نغمہ پرور آواز سے غالبؔ کی غزل کے یہ اشعار گانے شروع کئے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اُٹھائے کیوں

جب وہ جمالِ دلفروز صورت مہرِ نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں مُنہ چھپائے کیوں

دشنۂ غمزہ جانستاں ناوکِ ناز بے پناہ
تیرا ہی عکسِ رُخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں

غالبؔ کی یہ دردانگیز غزل اور جمیل کی وہ مُوثر آواز کیا کہوں میرے دل پر کیا اثر کر رہی تھی۔ مَیں مدہوش تھا اور دُنیائے بیخودی کی وادیوں میں گُم۔ اُس کی ایک ایک لَے میرے دل پر جادُو کا کام کر رہی تھی۔ جب وہ غزل ختم کر چکا تو مَیں نے کہا۔

"جمیل تم تو چھپے رستم نکلے تم اِس فن میں بھی طاق ہو۔"

جمیل۔ "مَیں نے باقاعدہ تو اس کی مشق نہیں کی۔ البتہ کبھی کبھی دل بہلانے کی غرض سے گا لیتا ہوں۔"

مَیں۔ "مگر تمہاری آواز میں غضب کا درد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا دل کہیں چوٹ کھایا ہُوا ہے۔"

مَیں نے مُسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شرم و حیا کی لہر دوڑ گئی اور نگاہیں خود بخود جھک گئیں۔ مَیں نے کہا۔

"تم یہ عورتوں کی طرح کیا شرما جاتے ہو۔ ذرا آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کیا کرو۔" اس نے سر اُٹھا کر مجھے کچھ ایسی نظر سے دیکھا جس کو مَیں نہ سمجھ سکا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس کی آنکھیں دو جام ہیں جن میں سچّی محبّت کی شراب جھلک رہی ہے۔ یہ اُسکی عادت میں داخل تھا کہ باتیں کرتا ہوا جس سوال پر خاموش ہو جاتا تھا۔ خواہ شرم و حیا کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے تو پھر کبھی اُس بات کا جواب نہ دیتا۔ اور اس مسئلہ پر اس سے مزید گفتگو کرنا بیسود ثابت ہوتا۔ لہٰذا مَیں بھی خاموش ہو رہا۔

اندھیرا زیادہ بڑھ گیا اور ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی تو ہم بالاخانہ سے نیچے اُتر آئے اور لیمپ روشن کر کے کمرے میں اسٹڈی کے لئے بیٹھ گئے۔ جمیل بولا "ظہیر صاحب مَیں نے فلسفۂ محبّت کے موضوع پر ایک مضمون لکھنے کا اِرادہ کیا ہے۔ ابھی صرف تمہید کی چند سطور لکھی ہیں۔ کیا تم اس کو سُن سکتے ہو؟"

مَیں نے کہا "ضرور"۔ چنانچہ اس نے کاپی نکالی اور پڑھنا شروع کیا:۔

"محبّت ایک لازوال جذبہ ہے جو انسان کے دل میں پیدا ہو کر اُسی کی فطرت میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اور تادمِ حیات فنا نہیں ہوتا۔ اِنسان کو حقیقی محبّت قطع نظر اس کے کہ وہ اثرِ لمحی و سمعی یا کسی اور خارجی جذبہ کے ماتحت ہوا ہے۔ اور صرف ایک ہی ہستی سے ہو سکتی ہے۔ اور وہ جنس مخالف ہے۔ محبّت کرنے والا شخص اپنے محبوب کی ہر ادا میں موزونیّت پاتا ہے۔ وہ محض خوشنما پہلو پر نظر رکھتے ہوئے بدنما پہلو کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بدنما پہلو بھی اُس کو خوشنما نظر آنے لگتا ہے۔ پھر اُس کو اپنے محبوب کا کوئی عیب، عیب نہیں دکھائی دیتا۔ اسی کا نام

محبّت کی معراج ہے۔"

جب وہ متذکرہ بالا تمہید سُنا چکا تو مَیں نے کہا کہ "تمہارے اس نظریہ سے کہ حقیقی محبّت جنس مخالف ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے مَیں اتفاق نہیں کرتا۔"

جمیل۔"کیوں؟"

مَیں۔"اس لئے کہ دُنیا میں ایسی مثالیں بھی مل سکتی ہیں جن سے ایک مرد کا مرد سے محبّت کرنا ثابت ہوتا ہے۔"

جمیل۔"مثلاً"

مَیں۔"محمود اور ایاز ہی کی محبّت کو لیجئے ......"

جمیل۔ (بات کاٹ کر) "اوہ۔ وہ محبّت حقیقی محبّت نہ تھی جس سے میری مُراد ہے وہ محض ایک خارجی جذبہ کے ماتحت تھی اور وہ جذبہ ایاز کی خوش اخلاقی اور فرمانبرداری کی نسبت محمود کا حُسن ظن تھا۔ بہت ممکن تھا کہ اگر ایاز کے وجود سے یہ جوہر مفقود ہو جاتا تو محمود کی محبّت میں بھی زوال پیدا ہو جاتا۔"

مَیں۔"مگر میرے پاس ایک اور اس سے بھی زبردست دلیل ہے اور ناقابل تردید دلیل۔"

جمیل۔"وہ بھی بیان کر دیجئے۔"

مَیں۔"لاجواب ہو جائیے گا۔"

جمیل۔"یہ تو بعد میں دیکھا جائیگا کہ ہم لاجواب ہوتے ہیں یا آپ۔"

مَیں۔ (مُسکرا کر) "اچھا تو لو سُنو۔ مَیں بھی مرد ہوں اور تم بھی مرد۔ مگر مجھے تم سے محبّت ہے اور حقیقی محبّت ہے، لازوال اور غیر فانی۔ جو الفاظ کے محدود دائرے میں آ ہی نہیں سکتی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے ہر دم تمہاری صورت آنکھوں میں پھرتی رہتی ہے اور دل کچھ تمہاری طرف ایسا کھنچا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جہاں تک مَیں اپنی قلبی کیفیت کا اندازہ کرتا ہوں۔ یہ کشش اور محبّت جو مجھے تم سے ہے کسی خارجی جذبہ کے ماتحت نہیں معلوم ہوتی۔"

جمیل میری اس گفتگو سے کچھ جھینپ سا گیا اور نظریں نیچی کر کے جواب دیا۔ "ایسی محبّت ہے دو سچے دوستوں میں ہوا ہی کرتی ہے اور یہ میرے نظریہ سے جو مَیں نے حقیقی محبّت کے متعلق قائم کیا ہے۔ بالکل جُداگانہ ہے۔"

مَیں۔"نہیں جمیل۔ تم میری قلبی کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتے یہ بالکل تمہارے نظریۂ محبّت کے مطابق ہے۔"

جمیل خاموش ہو رہا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو وہ لاجواب ہو گیا ہے یا اُس نے میرے استدلال کو لغو سمجھا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ مَیں بھی زیادہ مخالفت کر کے اس کا دل دُکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اِس لئے کہا "شاید کسی ذاتی تجربہ کی بنا پر تم اُس نتیجہ پر پُہنچے ہو گے اور مَیں بھی ایک ذاتی تجربہ کی بنا پر تمہارے نظریہ کا مخالف ہوں تم بھی حق بجانب ہو اور مَیں بھی۔"

اس کے بعد ہم پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

(۳)

ہم دونوں سب امتحانوں میں کامیاب ہوتے رہے کبھی مَیں درجہ اوّل میں کامیاب ہوتا اور جمیل درجہ دوم میں۔ کبھی، وہ درجہ اوّل میں ہوتا اور مَیں درجہ دوم میں۔ جب ہماری تعلیمی زندگی ختم ہونے میں صرف چھ مہینے باقی رہ گئے تو یکایک جمیل ایک مرض شدید کا شکار ہو گیا اور ایسا بیمار پڑا کہ روز بروز حالت بگڑتی ہی گئی۔ مَیں نے معالجہ میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ شہر کے مشہور حکیموں اور ڈاکٹروں کو دکھلایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ جب اُس کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ مجھے اُس سے محبّت تھی اور سچی محبّت۔ مَیں نے پڑھنے لکھنے کی مطلق پرواہ نہیں کی اور ہمہ تن اُس کی تیمارداری میں مصروف ہو گیا۔

جمیل نے آج تک مجھ سے اپنے خاندانی حالات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ جب کبھی اس قسم کا تذکرہ ہوتا تو ٹالنے کی کوشش کرتا۔

نہ کبھی مَیں نے اُس سے اپنے خاندانی حالات بیان کئے تھے۔ جب مرض نے خطرناک صُورت اختیار کر لی تو مَیں نے ارادہ کیا کہ اب اُس سے ایک بار پھر دریافت کر لیا جائے کہ اگر اُس کے عزیز و اقارب میں کوئی بقیدِ حیات ہوں تو اُن کو بھی یہاں بُلوا لیا جائے یہ سوچ کر اُس کی چارپائی کے قریب آیا اور کہا "جمیل کیسی طبیعت ہے؟"

جمیل "میرے عزیز دوست کچھ عرصہ کا مہمان ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہو تو معاف کر دو"

مَیں "خدا کے لئے یہ فال بد زبان سے نہ نکالو۔ کل اچھے ہو جاؤ گے۔ اور ہاں میں آج تم سے ایک بات دریافت کرنیکی جُرأت کر رہا ہوں۔ دیکھو صحیح صحیح بتلا دینا"

جمیل "ہاں ہاں شوق سے پوچھو تمہیں نہ بتلاؤں گا تو کس کو بتلاؤنگا"

یہ کہتے ہوئے اس نے کچھ ایسی محبّت بھری نگاہ سے مجھے دیکھا جس میں کسی قدر مایوسی کی جھلک تھی۔ مَیں بیقرار ہو گیا اور آنکھوں میں اشک اُمنڈ آئے۔ مگر اپنی اس کیفیّت کو اس پر ظاہر نہ ہونے دیا اور جذبات غم کو دبا کر کہا "تمہارے کوئی اعزا و اقربا وغیرہ ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کہاں رہتے ہیں؟"

میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی حالت متغیر ہو گئی اور اُس پر غش طاری ہو گیا۔ مَیں گھبرایا اور اسکی چارپائی پر بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگا اُس کے قمیص کے بٹن کھولے اور سینہ پر ہاتھ رکھا تاکہ قلب کی حرکت کا اندازہ کروں۔ مَیں ششدر رہ گیا جب مجھے معلوم ہُوا کہ میرا ہاتھ بجائے ایک لڑکے کے سینہ پر ہونے کے ایک نازک بدن نازآفرین لڑکی کے سینہ پر رکھا ہُوا ہے۔ مَیں تمام رنج و غم بھول گیا اور حیرت و استعجاب میں غرق ہو کر اس معمہ پر غور کرنے لگا کہ آخر یہ کیا اسرار ہے۔ اتنے میں اس نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا۔ غالباً میرے چہرے کے تغیرات دیکھ کر اُس کو افشائے راز کا یقین ہو گیا ہو اُس کے لبوں پر، نازک اور سُرخ لبوں پر، ہاں ہاں جن کی سُرخی باوجود اتنی بیماری برداشت کرنے کے بھی نہیں مٹی تھی تبسم نمودار ہُوا۔ "آپ کو متعجب ہونے کی ضرورت نہیں" اس نے مُسکراتے ہوئے کہا "اب یہ معاملہ زیادہ عرصہ تک بصیغہ راز نہ رہیگا کیونکہ مَیں اس دُنیائے فانی میں صرف چند گھنٹوں کی مہمان ہوں۔ مَیں کُل راز آپ پر منکشف کر دونگی مگر پہلے ذرا دروازہ بند کر دیجئے تاکہ کسی کے آنے جانے کا احتمال نہ رہے"

مَیں نے حیرت و استعجاب کی حالت میں کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر اس مرد نما لڑکی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کروٹ بدلی اور میری طرف رُخ کر کے یوں کہنا شروع کیا "میرے ہمدم و ہمساز ظہیر! اب میں تم سے اپنے خاندانی حالات جو اب تک راز سربستہ کی صورت میں تھے ظاہر کرتی ہوں کیونکہ اب مجھے اُمید نہیں کہ ان چند گھڑیوں کے علاوہ کوئی اور وقت مجھے دُنیا کی ہَوا کھانے کا ملے"

"خدا ایسا نہ کرے۔ تم کیوں ایسی مایوسی کی باتیں کر رہی ہو؟ انشاءاللہ جلد تندرست ہو جاؤ گی" مَیں نے اُس کا خوبصورت ہاتھ محبّت سے اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔

اُس نے حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی "نہیں صاحب اب ان باتوں کو جانے دیجئے۔ دیکھئے وقت گزر رہا ہے اور میری کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ اُف! حلق خشک ہو گیا۔ دو گھونٹ پانی کے پلا دیجئے تاکہ کچھ بولنے کی قوت پیدا ہو" مَیں نے فوراً کانچ کے گلاس میں ٹھنڈا پانی لیکر اس کا سر اپنے زانو پر رکھا اور چمچ سے دو تین قطرے اس کے مُنہ میں ڈالے۔ پھر اُس نے یوں کہنا شروع کیا "سُنئے صاحب مَیں ایک تباہ شدہ خاندان کی یادگار ہوں جس کے مفصّل حالات سے مَیں خود اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ کیونکہ جب خوفناک واقعات جو ہمارے خاندان کی تباہی کا باعث ہوئے ظہور میں آئے تھے اُس وقت مَیں بہت چھوٹی تھی تقریباً دو تین سال کی۔ یہ حالات تم کو اس لفافہ میں ملیں گے (اس نے اپنے ویسٹ کوٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکال کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے میری طرف بڑھایا جس کو مَیں نے فوراً لے لیا) یہ لفافہ میری ماں نے اُس وقت لکھا تھا جب وہ مجھے اِس دُنیائے رنج و تعب میں کس مپرسی کی

حالت میں چھوڑ کر عالمِ بقا میں سدھار رہی تھیں۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ جب خدا تم کو سولہ سال کا کردے اُس وقت تم اس لفافہ کو کھولنا اور خاندان کی مصیبت کے حال سے آگاہ ہونے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی کو جس کے بچپن میں تمہاری نسبت قرار پا چکی ہے تلاش کرنا اور اسکی غلامی اختیار کرنا۔"

اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان میں پھر لکنت پیدا ہوئی۔ مَیں نے اس کے مُنہ میں پانی ٹپکایا جس سے اس کی حالت کسی قدر سنبھل گئی۔ اور پھر سلسلہ گفتگو جاری کیا۔" جب امّاں جان کا انتقال ہوا تھا مَیں نو سال کی تھی۔ انہوں نے مجھے اپنی نیک اور وفادار خادمہ کے سپرد کیا تھا مگر بدقسمتی سے وہ بھی تین سال کے بعد راہی مُلکِ عدم ہوئی۔ اب میری عُمر بارہ سال کی تھی اور اس دَوران میں، مَیں کافی تعلیم بھی حاصل کر چکی تھی۔ میرے پاس امّاں جان کا زر و زیور بہت سا تھا جس کو میری مُلازمہ فروخت کرکے میری پرورش کرتی رہی۔ مُلازمہ کے انتقال نے مجھے بتلا دیا کہ ہنوز مَیں اس قابل نہیں ہوں کہ اتنی بڑی دولت کی نگہداشت کرسکوں۔ چنانچہ مردانہ بھیس اختیار کرکے ایک دوسری مُلازمہ کو مقرر کیا اور اپنا سارا اثاثہ لیکر اجمیر چلی آئی تاکہ سولہ سال کی عُمر تک اسی مردانہ بھیس میں تحصیل علم کروں۔ اور پھر گوہرِ مقصود کی تلاش۔ میرا دل ابتدا سے اپنے ہونے والے شوہر کے لئے بیقرار ہورہا تھا۔ اگر امّاں جان نے سولہ سال کی قید نہ لگائی ہوتی تو مَیں کبھی کی ان کی تلاش شروع کر دیتی۔ مگر اب جبکہ سولہ سال ختم ہونے کو ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ کاش یہ میعاد ابھی ختم نہ ہوتی۔"

میں:۔ "شاید سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لئے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا؟"

لڑکی:۔ "نہیں، اماں جان کی وصیت کے مقابلہ میں مَیں ہر چیز کو ہیچ سمجھتی ہوں"

میں:۔ "پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے منگیتر کو تلاش کرنا نہیں چاہتیں؟"

لڑکی:۔ "آہ اَب مَیں اپنا دل کسی اور کو دے بیٹھی ہوں۔ مگر اماں جان کی وصیت کے مطابق عمل کرنے کا خیال اَب بھی میرے دل میں تھا۔ لیکن شکر ہے خدا کا کہ اماں جان کے حکم کی خلاف ورزی بھی نہ ہوئی اور نہ دل کی خواہش کو پامال کرنا پڑا۔ کیونکہ میری عمر نے اس وصیت پر عمل کرنے کا موقع نہ دیا اور مَیں صرف ایک شخص کی محبت اپنے دل میں لے کر اس دُنیائے ناپائیدار سے رُخصت ہو رہی ہوں۔"

مَیں:۔ "کیا آپ مجھے بتلا سکتی ہیں کہ وہ خوش قسمت شخص کون ہے؟"

اُس نے میرا ہاتھ اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ میں لیا اور میری طرف ایک محبت آمیز نگاہ سے دیکھ کر کہا "ظہیر! پیارے ظہیر وہ تم ہو۔"

(۴)

اِس تشنہ کام کی مایوسی کا اندازہ کیجئے جس کے مُنہ میں لُقمۂ لذیذ آنے کے بعد کسی نے جھپٹ لیا ہو۔ اسی طرح اُس محروم وصال کی بدنصیبی کا بھی خیال کیجئے جو درِ جاناں پر پہنچنے کے بعد وصلِ یار سے شاد کام نہ ہوسکے۔ بعینہٖ یہی حالت میری تھی۔ دل شق ہو رہا تھا۔ وفورِ غم سے آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا جاری تھے۔ جو ہستی مجھے دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی وہ آج میری ہو جانے کے بعد مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جُدا ہو رہی تھی۔

مرجبین لڑکی نے پھر اپنے لبوں کو جنبش دی اور باریک آواز میں رُکتے رُکتے کہا۔ "بس جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی اَب لفافہ چاک کرو اور پڑھو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔"

مَیں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ کھولا اور بآوازِ بلند پڑھنے لگا:۔

عزیزہ حمیدہ! خدا تمہاری عُمر دراز کرے۔

پیاری بچی تم دہلی کے ایک تباہ شدہ خاندان کی یادگار ہو۔ جو کسی زمانہ میں بہت ہی ممتاز و مُعزز تصوّر کیا جاتا تھا۔ جب تم دو سال کی تھیں اُس وقت دہلی میں غدر بپا ہوا تھا۔ شورش بڑھتے دیکھ کر تمہارے تایا فصیح الدین نے دہلی کو

خیر باد کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر تمہارے ابّا نے اُن کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ حد سے زیادہ متوکّل آدمی تھے، اور اُنہیں یقین تھا کہ جب ہمارا طرزِ عمل غیر جانبدارانہ ہے تو انشاء اللہ ہم کو آنچ تک نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر تمہارے تایا، تائی اور تایا زاد بھائی نعیم الدین جو تم سے ایک سال بڑا تھا اور جس کے ساتھ تمہاری نسبت ہو چکی تھی، گھر بار چھوڑ چھاڑ کر کسی سمت روانہ ہو گئے۔ جو آب تک لاپتہ ہیں۔ ان کے جانے کے بعد ہنگامہ فساد بہت بڑھا اور تمہارے ابّا اپنی کوتاہ اندیشی پر بہت پشیمان ہوئے۔ آخر ہم کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ ایک رات موقع دیکھ کر زر و زیور کا صندوقچہ ہمراہ لے کر بھاگ نکلے۔ ابھی شہر سے باہر نہ ہوئے تھے کہ ایک طرف سے صدائے نالہ و بکا بلند ہوئی۔ اُن کی فطری ہمدردی نے مجبور کیا اور اُس کا پتہ لگانے کے لئے جانے لگے۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ مَیں نے ہرچند روکا مگر اُنہوں نے ایک نہ مانی اور چلے گئے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور وہ واپس نہ لوٹے تو مَیں گھبرائی اور تم کو گود میں لیکر ایک ہاتھ میں صندوق لیا اور اُس طرف روانہ ہوئی جدھر سے رونے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد دُنیا میری نظر میں اندھیر ہو گئی جب مَیں نے کچھ مُردہ لاشوں کے درمیان تمہارے والد کی لاش کو بھی دیکھا۔ روئی، پیٹی مگر اس سے کیا ہوتا تھا۔ خیر تم کو لے کر شہر سے باہر نکلی۔ اَب مجھے باغیوں کا کوئی خوف نہ تھا کیونکہ مجھے خود اپنی جان دوبھر تھی۔ مگر مجھے کسی نے نہ چھیڑا تا آنکہ بخیر و عافیت یہاں تک پہنچی۔

اَب مَیں تم کو اس دُنیائے ناپائیدار میں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ کر سفرِ آخرت اختیار کر رہی ہوں اور تم کو وصیّت کرتی ہوں کہ اگر تم اس لفافہ کے کھولنے کی میعاد تک زندہ رہو تو اپنے تایا زاد بھائی نعیم الدین کو جس کے ساتھ تم منسوب ہو تلاش کرنا اور اُس کی غلامی اختیار کرنا۔ اگر ایک سال تک بھی وہ نہ مِل سکے تو تم کو اختیار ہے چاہو جس سے نکاح کرنا۔

راقمہ۔ نجمہ

خط پڑھ چکنے کے بعد میرا دماغ چکرانے لگا۔ دل گھبرانے لگا۔ طبیعت گِری جانے لگی اور حواس باختہ ہو گئے۔ مَیں نے زور سے ایک چیخ ماری اور "میری پیاری حمیدہ" کہہ کر اُس کے سینہ سے لپٹ گیا۔ وہ حیران تھی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو مَیں نے کہا۔

"تم جس کی تلاش میں سرگرداں ہونے والی تھی وہ بدنصیب مَیں ہی ہوں۔"

"مگر جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ اُن کا نام تو نعیم الدین تھا" اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

مَیں نے کہا۔ "دراصل میرا نام نعیم الدین ہی ہے۔ جب دہلی سے ترکِ سکونت کرنے کے بعد ہم جے پور میں مستقل طور پر رہ پڑے۔ تو ایک سال مَیں بہت سخت بیمار رہا۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کا علاج کروایا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک عامل نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اس بچّہ کا نام منحوس ہے۔ اسکی نحوست ہے کہ بیماری اس کو نہیں چھوڑتی۔ لہٰذا نام پلٹ دینا چاہئے۔ ابّا جان توہم پرست تو ہیں ہی، فوراً نام بدل کر ظہیر الدین کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اُس کے بعد سے مجھے شفا بھی ہو گئی۔ تب سے مجھے سب ظہیر الدین کہنے لگے۔ ہاں ہیں یہ کہنا تو بھول ہی گیا۔ کہ جب غدر کی آگ بجھ گئی اور سب طرف امن و امان ہو گیا۔ اُس وقت ابّا جان دہلی گئے تھے مگر ہمارے خاندان کے لوگوں میں سے کسی کا پتہ تک نہ ملا۔ مگر آہ اَب مَیں اپنے چچا جان کی آخری نشانی کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔"

حمیدہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اُسکی حالت زیادہ خراب ہو گئی ضعف طاری ہوا۔ اور بیہوش ہو گئی۔ مَیں نے اُسکے سر کو اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے اُس وقت بھی جبکہ وہ مردانہ بھیس میں تھی اسکے ساتھ بیحد محبّت تھی۔ جس کی وجہ سمجھنے سے مَیں قطعاً قاصر تھا۔ اَب کہ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہی نازنین میری اُمیدوں کے باغ کو سرسبز کرنیوالی تھی میری آتشِ محبّت بھڑک اُٹھی اور اُس کا معصوم چہرا دیکھکر جس پر اَب مُردنی چھائی ہوئی تھی میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو نکل کر اُسکے رُخساروں پر گرے۔ اُس نے آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے آپکو میری گود میں پاکر مُسکرائی۔ اسکی نظروں، شوق اور محبّت میں سرشار نظروں سے اَب بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا میری محبّت کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ، ضعف و نقاہت سے کانپتے ہوئے ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھائے اور میرے سر کو نیچے جُھکا کر اپنی مُرجھائی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں کے سے ہونٹوں سے میرے ہونٹوں کا بوسہ، وہ بوسہ جسکی لذّت میں اَب تک اپنے دل میں پاتا ہوں، لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسکی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

اینطن چیخوف کی نوٹ بک

(ہندی سے ترجمہ)

مُترجمہ ابو محمد امام الدین صاحب مُدیر ترجمان بنارس

روس کے شہرۂ آفاق فسانہ نگار اینطن چیخوف کو کسی کہانی کے لئے کوئی معمولی سا مواد بھی مل جاتا تھا تو وہ اسے فوراً اپنی نوٹ بک میں درج کر لیتا تھا، کسی سے کوئی ایسی بات سُنتا جس میں ہر وقت ہونے والی باتوں کے مقابلے میں کوئی ندرت ہوتی تو اُسے بھی لکھ لیتا، کسی کا انوکھا نام یا کام اس کے علم میں آتا تو اُسے نوٹ کر لیتا اور اپنے مزاحیہ مضامین میں اُس کو استعمال کرتا، قارئین کرام کی واقفیت اور دلچسپی کیلئے ذیل میں اسکی نوٹ بک کے کچھ نوٹ درج کئے جاتے ہیں۔

ایک اسکولی لڑکا کسی ہوٹل میں ایک عورت کو دعوت دیتا ہے، اس کی جیب میں صرف ایک روبل (تقریباً دو روپے) اور بیس کاپیک ہیں' بل آتا ہے چار روبل اور تیس کاپیک' اسکے پاس دینے کو رقم نہیں ہے اور وہ رونے لگتا ہے۔

اس کی آمدنی پچیس سے لے کر ہزار تک ہے، پھر بھی وہ اپنے کو مُفلس سمجھ کر گولی مار لیتا ہے۔

مَیں نے اس بات پر غور کیا ہے کہ شادی کے بعد لوگوں کا اشتیاق زائل ہو جاتا ہے۔

نہایت مُفلسی کی حالت ہے، صُورت پیچیدہ ہوتی جاتی ہے، ماں ایک معمولی بیوہ ہے، اس کی لڑکی بڑی بدصورت ہے، انجام کار ماں جسارت کر کے بیٹی کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ بازار جا کر پیشہ کرے، جب وہ جوان تھی تو خود اپنے شوہر کی لاعلمی میں اپنی پوشاک کے لئے پیسہ حاصل کرنے کی غرض سے پیشہ کرتی تھی، اس لئے اُس کام کا اسے معقول تجربہ ہے، وہ اپنی لڑکی کو بھی اسی فن کے متعلق خاص خاص باتیں تعلیم کرتی ہے، لڑکی جاتی ہے، رات بھر بازار میں کسی شوقین سے معاملہ طے کرنے کے لئے اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی ہے' مگر چونکہ وہ بدصُورت ہے، کوئی اسے پسند نہیں کرتا، دو روز کے بعد پارک (بُلوار) میں اسے تین دھوکے باز مل جاتے ہیں، وہ ایک نوٹ لے کر گھر آتی ہے اور گھر آ کر اچھی طرح دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوٹ نہیں محض ایک لاٹری ٹکٹ ہے، جسکی میعاد ختم ہو چکی ہے۔

دو بیویاں ہیں، ایک سینٹ پیٹرسبرگ میں اور دُوسری کیرچ میں، روز و شب ہائے وائے، دھمکیاں اور تار، دونوں طرف سے پریشان کر کے اس کی جان عذاب میں ڈال دیتی ہیں، آخر اسے ایک تدبیر سوجھتی ہے، وہ دونوں کو ایک ہی مکان میں لا کر آمنے سامنے رکھتا ہے، دونوں متعجب اور حیران ہو کر اس کا مُنہ دیکھتی رہ جاتی ہیں اور آخر مجبور ہو کر امن سے رہنے لگتی ہیں۔

جو شخص جتنا مہذب ہوتا ہے اُتنا تکلیف زدہ ہوتا ہے۔

زندگی کبھی فلسفہ سے مطابقت نہیں کرتی، بغیر سستی کے زندگی میں آرام نہیں، اور غیر ضروری بلا مقصد ہی چیز پُر لطف ہوتی ہے۔

لوگ بیماری کے متعلق گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں، اگرچہ یہ ان کی زندگی کا کوئی دلچسپ موضوع نہیں ہے۔

ایک پروفیسر کی رائے:۔

شکسپیئر کی تصانیف اہم نہیں ہیں، اہم وہ تنقیدیں ہیں جو اسکی تصانیف پر کی گئی ہیں۔

یالٹا ایک دلفریب شخص ہے، ایک چالیس سال کی عورت اس سے محبت کرتی ہے، وہ اس عورت سے متنفر رہتا ہے اور اسے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے، عورت کو صدمہ پہنچتا ہے، آخر وہ لوگوں میں جھوٹ مشہور کر دیتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ بدکاری کی کوشش کرتا تھا۔

ایک نوجوان نے مختلف کوششوں کے بعد تقریباً دس لاکھ مارک پیدا کئے، آخر کو وہ انہیں بچھا کر ان پر لیٹا، اور اپنے ہاتھ سے اپنے کو گولی ماری۔

عورتیں ہُنر کی طرف نہیں بلکہ ہُنر کا غُل مچانے والے اشخاص کی جانب مائل ہوتی ہیں۔

طلبا اپنے ساتھ یونیورسٹی کے سبھی اوصاف لئے جاتے ہیں جن میں خوبیوں کے ساتھ خرابیاں بھی ہوتی ہیں۔

ایک محبت نامہ میں لکھا تھا۔ جواب کے لئے ٹکٹ بھیجے جاتے ہیں۔

محبت و دوستی اور عقیدت لوگوں کے اتحاد میں اتنی معاون نہیں ہوتیں جتنی کسی شئے کے متعلق یکساں نفرت۔

ان لوگوں نے ایک نیکدل شخص کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا، اور اس طرح باہمی تعریف و تشکر کا موقع پیدا کیا، جب دعوت ختم ہو چکی تو لوگوں کو ناگہاں یاد آیا کہ جس کا یوم میلاد منایا گیا وہ سہو سے مدعو کئے جانے سے رہ گیا۔

مَیں بچوں کا رونا برداشت نہیں کر سکتا، لیکن جب میرا بچہ روتا ہے تو مَیں اسے سُنتا ہوں۔

معمولی مکار شخص کبوتر کی طرح عاجز بننے کا انداز ظاہر کرتا ہے، سیاسی اور ادبی مکار کی طرح خوفناک بننے کا سوانگ رچتا ہے، لیکن ان کے تند شکاری چہرے سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ باز نہیں، چوہے یا کتے ہیں۔

ایک خواب گاہ۔ چاند کی روشنی نے کھڑکی کی راہ سے داخل ہو کر اس کو اس قدر روشن کر دیا ہے کہ اس کے نائٹ شارٹ کے بٹن بھی صاف نظر آرہے ہیں۔

محبت کے متعلق صوفی جوش ظاہر کر سکتا ہے، مگر کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔

(از جناب محمد اجمل بیگ صاحب دہلوی)

دِل کی پکار۔ گُناہ کا احساس اور ضمیر کی ملامت یہ ہیں وہ دلچسپ نکات جس سے اِس کہانی کی تخلیق ہوئی

جوّن کیتھولک فرقے کا سب سے بڑا پادری تھا وہ اگرچہ نوعمر اور خوبصورت اِنسان تھا لیکن غیر معمولی فطرت کا حامل تھا اُس کی سیرت فولادی تھی اُسے عامیانہ جذبات سے نفرت تھی اُس کا دامن معصیت کے ہر داغ سے پاک تھا وہ زاہد تھا، عابد تھا، متقی تھا، پرہیزگار تھا غرض وہ سب کچھ تھا جو اُسکے عہدے کی تقدیس کے اعتبار سے اُسے ہونا چاہیئے تھا، اُس کا چہرہ رُوحانیت کا ایک آبشار تھا اُس پر ہر وقت ایک ہیبت و جلال برستا تھا وہ ہر شخص سے نہایت انکساری سے ملتا تھا مگر پھر بھی اُس کے سامنے کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اُس سے بے تکلف گفتگو کر سکے۔

کلیسا کی سالگرہ کا دن تھا جوّن قربانگاہ پر کھڑا تھا جو آج غیر معمولی طور پر سجایا گیا تھا معاً اُسکی نظر سیڑھیوں کی طرف گئی جہاں سنگِ مرمر کے درسے لگی ہوئی ایک نوخیز دوشیزہ جس کی عمر سولہ سترہ سال کی ہوگی ایک نیم جان چڑیا کو نیچے سے پکڑ کر اچھال رہی تھی یہ دیکھکر جوّن کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا اُس نے قہر آلود نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا لڑکی خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ وہ اُس کے قریب گیا اور کسی قدر درشت لہجہ میں کہا۔

"بدبخت یسوع کی راندھی ہوئی آج بھی لہو لعب میں مشغول ہے" یہ کہکر وہ مُڑا اور کلیسا کے نوکر کو حکم دیا کہ وہ اُس کو شکنجہ میں کس دے۔ نوکر نے فوراً اُسکے حکم کی تعمیل کی اور اُس کو شکنجہ میں کس دیا۔

مگر آج وہ خُطبہ اچھی طرح نہ دے سکا وہ سوچ رہا تھا کہ چڑیا جاندار ہے، اُس پر ظُلم کرنا بُرا ہے۔ مگر یہ لڑکی کیا نام بتایا تھا "گِش" یہ بھی تو آخر جاندار ہے کتنی بھولی نوخیز ہے ـــ آہ اِس کا بھی تو مجھ پر وہی حق ہے۔ وہ کپکپاتے ہوئے ہونٹ جس سے اُس نے اپنا نام بتایا کس قدر زندگی بخش اور شاداب تھے۔ وہ اُس کا رونا کس قدر معصومیت سے روتی تھی مگر ہاں اُف اُف، فرائض کی ذمہ داری اور دلی جذبات دونوں کا تصادم! کیا میرے جذبات یونہی مصیبت زدوں کو بچا سکیں گے اگر نیم جان چڑیا کو مارنیوالی میرے دل پر قبضہ کرلے تو کیا وہ فرائض کے احساس پر غالب آجائیگی اُف اُف ......

گِش کی سسکیوں نے پادری کا سلسلۂ خیالات منقطع کر دیا، اُس کے گورے گورے نازک ہاتھ شکنجہ میں کسے ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ رہا تھا۔ جوّن کا غصہ جو پہلے ہی گِش کے حُسن اور دوشیزگی میں جذب ہوگیا تھا اس نظارہ کو دیکھ کر بالکل جاتا رہا اُس کی ہر سسکی پر جوّن کے چہرہ پر انفعال کی ایک ہلکی سی موج پیدا ہوجاتی بالکل اِس طرح جیسے کسی جھیل میں ...... پتھر پھینکنے سے لہریں پیدا ہوتی ہیں گِش کے ہر آنسو سے پڑتے ہوئے چھینٹے جوّن کی پیشانی پر بہت سے نشانات پیدا کر دیتے تھے۔ وعظ ختم ہونے کے بعد گرجا خالی ہوگیا تو جوّن شکنجہ کی طرف گیا۔ اُس کی نظریں گِش کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور گِش آنسوؤں کی گرتی ہوئی چادر میں سے اُن کی نگاہوں کو دیکھ رہی تھی جس میں محبت غصہ کا بہروپ لئے ہوئے تھی جوّن نے مصنوعی غصہ کے ساتھ گِش کو نصیحت کرنے کا اِرادہ کیا مگر غریب پادری کی قوتِ ارادی جواب دے چکی تھی وہ

گسٹن کے قریب آکر کھڑا ہو گیا مگر عجیب کشمکش میں گرفتار تھا اُس نے گسٹن کا داہنا ہاتھ جو نوکر نے اُسکے اشارے پر شکنجہ سے نکال دیا تھا کسی قدر غیر ارادی طور پر ایک خود فراموش محویت کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُس کی کلائی کو جو شکنجہ میں دبنے کی وجہ سے نیلی پڑ گئی تھی ملنے لگا وہ گسٹن کے ہاتھ کی گرمی کو اپنے جسم کی رگ رگ میں ایک برق انگیز کیفیت کے ساتھ محسوس کر رہا تھا اُس کے جسم میں تاثرات کی بجلیاں دوڑ رہی تھیں۔ تقاضائے نفس اور گناہ کے خیال نے جو نشانیاں جوآن کے چہرے پر پیدا کر دی تھیں اُن کی مثال بالکل اُس دریا کی طرح تھی جس میں اوپر بارش ہو رہی ہو اور نیچے سے بجلیاں کوند رہی ہوں وہ جنسی جذبات جو عورت کو مس کرنے سے ایک ضابط مرد میں بھڑک اُٹھتے ہیں تھے لیکن جب پادری کو احساس ہوتا کہ وہ گناہ کی طرف جا رہا ہے تو یہ جذبۂ حیوانی فوراً مکدر ہو گیا اور اُس میں ایک اضمحلال سا پیدا ہو گیا . . . .

گسٹن کا حسنِ قیامت زا، اُس کے سنہری اور دراز گیسو، قوسی ابرو، مسکراتی آنکھیں اور پھر بے پناہ شباب یہ حسن کے وہ تیر تھے جو جوآن کے دل میں ترازو ہو گئے تھے اور پھر گسٹن کی ہمت افزا نظریں ایسی نہ تھیں کہ وہ اُسکی بارگاہ میں نذرِ دل نہ گذارتا وہ ایک بے خودی کی حالت میں اُسکے دلستانِ حسن اور معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا، اُس کا دل دھڑک رہا تھا نبضیں تیز چل رہی تھیں۔ جذبات میں ایک خطرناک تلاطم تھا اُسے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ اُس کی زندگی بھر کی قوتِ ارادی اور تاب صبر جذبات کی جنونی کیفیت کو سنبھالنے سے قاصر ہے۔ رگوں میں خون ہیبتناک سُرعت کے ساتھ جوش زن تھا، آنکھیں جل رہی تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا اور ہونٹ خشک تھے گسٹن کے حسن کی آتشیں شعاعیں اُسے پھونکے ڈالتی تھیں، گسٹن کے تقاضائے حسن پر اُس کی جبین شوق سجدہ کرنے کے لئے تڑپ رہی تھی وہ دونوں اظہارِ الفاظ کے بغیر ایک پوشیدہ مُسرت کے ساتھ ایک دوسرے کے دل کا حال معلوم کر چکے تھے۔

محبت کے اِس ماحول کو قائم ہوئے چھ سات ہفتے ہی گذرے ہونگے کہ جوآن کو لندن کے کلیسا میں طلب کیا گیا۔ اُس نے گسٹن کو بھی اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی مگر گسٹن کے پاس اِس کا جواب اُسکی وجہ یا یوسی تھی جو آنسو بنکر اُس کی آنکھوں سے ٹپکنے لگی اُس نے روتے ہوئے ایک بکس کھولا اور اپنی شادی کی انگوٹھی نکال کر جوآن کو دکھائی، انگوٹھی کا دیکھنا جوآن کو غضبناک کرنے کے لئے کافی تھا اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"تو نے مجھے دھوکہ دیا۔ آہ دیدہ و دانستہ دھوکا دیا"۔

غصّہ کی وجہ سے اُس کا جسم کانپنے لگا۔ پیشانی کی رگیں نمایاں ہو گئیں وہ بار بار مٹھیوں کو کھولتا اور بھینچتا تھا وہ مرا جاتا تھا اُس نے نہایت ہی درشت لہجہ میں کہا۔

"تو نے۔ تو نے اُف میرے تقدس کو ڈس لیا ایک زہریلی ناگن کی طرح"۔

وفورِ غم و غصّہ کی وجہ سے وہ رونے لگا اور پھر آنکھوں کی اشکباری کے ساتھ کہا "تو کہاں سے میری آنکھوں کے سامنے آ گئی تھی میری برسوں کی عبادت اور ریاضت کو ختم کرنے کے لئے، مجھ سے جلدی بیان کر کہ یہ کیا راز ہے"۔

گسٹن خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ جوآن اُس کو کوئی دم میں ہلاک کر دیگا، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اُس کا حلق خشک تھا اُس کے ہونٹ جو کچھ کہنے کے لئے کھلتے تھے تھر تھرا کر ساکت ہو جاتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ الفاظ جو اُس کی زبان سے نکلنا چاہتے ہیں اُسکے مُنہ میں منجمد ہو گئے۔ آخر اُس نے بڑی مشکل سے رُک رُک کر اٹک اٹک کر، ڈرتے ہوئے جھجکتے ہوئے کنپاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میر. . . . ی . . . . . شا . . . . . دی . . . . . بچ . . . . . پن میں . . . . . میرے . . . . .
والدین . . . . . نے . . . . . ایک ضعیف . . . . . آد . . . . . می سے . . . . . کر دی . . . . . شادی
کے . . . . . کچھ . . . . . دن بعد . . . . . میرے والدین . . . . . مر گئے . . . . . میرا . . . . . شوہر
. . . . . چار پانچ . . . . . سال سے . . . . . غائب ہے . . . . . چونکہ مجھے . . . . . آپ سے محبت . . . تھی . . . . .
اِس لئے مَیں نے . . . . . اِس کو آپ سے چھپایا"۔

یہ سُنکر جوؔن ایک مجروح سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے چلا گیا اور اُسی دن لندن روانہ ہوگیا۔

جوؔن کے چلے جانے کے بعد گشؔ کی حالت بالکل اُس قلعہ کی طرح تھی جو فتح کرکے لُوٹ لیا گیا ہو۔ آہ! عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اندھی ہو جاتی ہے وہ سراپا محبت بن جاتی ہے۔ وہ ساغرِ محبت سے ایک گھونٹ پینے کے بعد اِس قدر سرشار ہو جاتی ہے کہ پھر جام کو ہاتھ سے چھوڑنا نہیں جانتی اُس کی محبت خاموش اور حجاب آمیز ہوتی ہے وہ اُس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپائے رکھتی ہے اور بتدریج پامال ہوتی رہتی ہے۔ لیکن وصل کے بعد افتراق تو اُس کی موت کے مساوی ہوتا ہے۔ جان دینا اُسکے لئے ایک کھیل ہوتا ہے اُسکے نزدیک زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ وہ زہر کھا کر، ہیرے کی کنی چبا کر، کنوئیں میں گر کر یا پھانسی لگا کر رُوح کو جسم کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔

آہ گشؔ۔ جو چند روز پہلے ایک شگفتہ پھُول تھی اُسے محبت کی گرم ہوا اور آتشِ فراق کے شراروں نے جھلس دیا تھا اور وہ شرارے اُسے جھلسے جا رہے تھے اُسے جلا جلا کر بھسم کر دینا چاہتے تھے۔ اُس کا چہرہ جو لاثانی طور پر حسین اور شاداب تھا اب اُس پر حسرت ویاس کا ملمع تھا اُسکے رُخسارے جہاں خونِ صبیح بادۂ ارغواں کی طرح جھلکا کرتا تھا۔ اب سفید ہوگئے تھے۔ اُس کے سُرخ ہونٹ خشک اور زرد تھے۔ آہ وہ جوان چہرہ بے حد حسرتناک۔ سراپا درماندگی اور غم کا ایک مرقع تھا۔ اُس کی بڑی بڑی اور مخمور آنکھیں حسرت نصیبوں کا مزار تھیں اور کثرتِ گریہ سے دھندلا گئی تھیں، اُس کی مُصفا شاداب اور فراخ پیشانی کی ویرانی اُس کے دل کی گواہ تھی۔ آہ! اُس کی زندگی بالکل اُس فاختہ کی طرح تھی جو تیر کے زخم کو اپنے بازوؤں میں چھپا لیتی ہے اور زندگی کو گھلا گھلا کر تمام کر دیتی ہے، گشؔ بدنصیب ہر روز مرنے کی اُمید پر زندہ رہتی تھی وہ ہر روز کے غم سے نجات حاصل کرنے کے لئے مرجانا چاہتی تھی وہ زندہ رہنا بھی چاہتی تھی مگر محض جوؔن کے لئے۔

جوؔن کو لندن آئے آٹھ مہینہ ہو چکے تھے اور اِس آٹھ مہینہ میں اُس کی شکل اس قدر تبدیل ہوگئی تھی کہ وہ پہچانا نہیں جاتا تھا اُس کی آنکھیں کچھ اندر کو دھس گئی تھیں اور اُنکے گرد کچھ زردی مائل حلقے پڑ گئے تھے، افسردہ رُخسارے بالکل سفید تھے کہیں نام کو سُرخی نہ تھی۔ وہ ہر وقت خاموش رہتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اُس کو کثرتِ عبادت نے ایسا بنا دیا ہے، کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اُس کو لندن کی آب وہوا ناموافق ہے۔ مگر حقیقت سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ جوؔن حیران تھا کہ کیا کرے لندن کے دلچسپ مناظر اور انوکھی دلچسپیاں اُسکے دل سے گشؔ کا خیال نکالنے سے یکسر مجبور ثابت ہوئے تھے۔ اُس کی راتوں کی نیند غائب ہو چکی تھی۔ اُسکی تمام رات کروٹیں بدلتے ہی بدلتے بسر ہوتی تھی اور جب وہ کروٹیں بدلتے بدلتے تھک جاتا تو راتوں کو اپنے مضطرب خیال سے پریشان ہو کر سردی میں باہر نکل جاتا۔ اور آدھی آدھی رات کو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا۔ بغیر گشؔ کے زندگی اُسکے لئے ایک اذیتِ پیہم ہوگئی تھی۔ وہ حیران تھا کہ اپنی باقیماندہ زندگی کے لئے کونسا اسلوب اختیار کرے اُس کی صحت روز بروز گرتی جاتی تھی۔ ڈاکٹر اُسے برابر لندن سے چلے جانیکا مشورہ دے رہے تھے مگر وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ مہلک اختلاج جو وہ گشؔ کی یاد میں راتوں کو محسوس کیا کرتا تھا اُسے یقین دلا رہا تھا کہ کسی نہ کسی دن اُس کی رُوح کو جسم کی کثیف قید سے آزاد کر دے گا، آخر جب اُسے بہت مجبور کیا گیا تو وہ واپس جانے پر رضامند ہوگیا۔

جب جوؔن اسٹیشن سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا تو اُسکے کانوں میں کلیسا کے گھنٹوں کے بجنے کی آواز آئی یہ دیکھکر جوؔن کلیسا کی طرف گیا۔ آج کلیسا میں لوگوں کا غیر معمولی اجتماع تھا۔ جب جوؔن قربانگاہ کے قریب پہنچا تو مجمع نے بڑی مشکل سے اُسے پہچانا وہ تمام اپنے پُرانے پادری کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے اور جوؔن کا قائمقام پادری رچرڈ اُسکے استقبال کیلئے قربانگاہ سے نیچے اُتر آیا جوؔن نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے تمسخر کے طور پر کہا۔

مسٹر ریچرڈ آج لوگوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کیوں زیادہ ہے کیا پروٹسنٹ بھی کیتھولک ہوگئے ؟؟"

"نہیں نہیں وہ کب راہِ راست پر آتے ہیں" یہ کہتے ہوئے رچرڈ نے دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ لڑکی جو شکنجہ کے پاس کھڑی ہے اُسکے ہاں ایک ناجائز لڑکی پیدا ہوئی ہے آج اُسے لعنت ملامت کیجائیگی"۔

جون نے اس طرف دیکھا دیکھتے ہی اسے یہ معلوم ہوا کہ ایک بجلی اس کی آنکھوں سے داخل ہوئی اور تلووں سے نکل گئی۔ اس کا چہرہ ایک دم زرد ہو گیا اور ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ اس نے بمشکل اپنے آپ کو سنبھالا۔

آہ! بدنصیب گش اپنی نوزائیدہ بچی کو لئے ہوئے شکنجہ کے قریب کھڑی تھی ریچرڈ نے اسے قربانگاہ پر آنے کا حکم دیا وہ زار و قطار روتی ہوئی کانپتی ہوئی لرزتی ہوئی ایک پھانسی کے مجرم کی طرح قربانگاہ پر آئی اور چاروں طرف سے اس پر "لعنت لعنت اور پھٹکار" کے نعرے بلند ہوئے گش خاموش اور مغموم کھڑی تھی اور رو رہی تھی۔

جون کو اپنی گنہگاری کا احساس ہو رہا تھا اسے ایسی تکلیف ہو رہی تھی جیسے کسی نے اسے آگ پر کھڑا کر دیا ہو وہ مرا جا رہا تھا اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کے ہر ایک ذرے کے منہ میں لاکھوں زبانیں ہیں جو اس پر لعنت بھیج رہی ہیں وہ اس قدر متاثر تھا کہ ہر لمحہ خودکشی پر آمادہ تھا۔ اسے ایک جانکنی سی تکلیف ہو رہی تھی، گویا ایک وقت میں دو کام ہو رہے تھے، وہ زندہ بھی تھا اور آوازیں بھی سن رہا تھا۔ اگر تھوڑی دیر "لعنت لعنت" کے نعرے اور بلند ہوتے تو یقیناً گناہ کا احساس اس کے دل کی حرکت پر قبضہ کر لیتا، مگر ریچرڈ نے جون کی متغیر حالت کو دیکھ کر مجمع کو خاموش کرنے کے لئے اشارہ کیا۔

جب لوگ خاموش ہو گئے تو ریچرڈ نے جون سے کہا "آپ کا دل بہت سریع الاحساس معلوم ہوتا ہے" مگر جون نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، ریچرڈ نے پھر کہا "مسٹر جون لندن کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا ہے"۔

"جی ہاں وہاں جا کر مجھے دھڑکن کی شکایت ہو گئی تھی اور ابھی تک اچھا نہیں ہوا ہوں"، جون نے نیچی نظریں کئے ہوئے جواب دیا۔

جب چاروں طرف کامل سکون و سکوت ہو گیا تو ریچرڈ نے گش سے مخاطب ہو کر کہا "گنہگار لڑکی بتا تیرے گناہ کا شریک کون ہے؟"

"میں یہ نہیں بتاؤنگی" اس نے مشتعل ہو کر کہا۔

ریچرڈ۔ (کرخت لہجہ میں) "تجھے بتانا پڑیگا"۔

گش۔ "میں کہتی ہوں میں ہرگز نہیں بتاؤں گی"۔

ریچرڈ۔ "نہیں بتائیگی؟"

گش۔ "تم مار ڈالوگے تب بھی نہیں بتاؤں گی"۔

ریچرڈ۔ "یسوع کی راندہ ہوئی بے حیا گنہگار لڑکی یہ بچی تیرے پاس نہیں رکھی جائیگی"۔

یہ سن کر گش نے نہایت ہی قہر کی نظروں سے ریچرڈ کی طرف دیکھا اور سسکیاں لے کر روتے ہوئے کہا "تم ..... تم ہرگز میری بچی کو نہیں لے سکتے اگر مجھے مار ڈالو تب بھی نہیں دوں گی"۔

یہ دیکھ کر جون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ گش کی طرف بڑھا اور ریچرڈ سے کہا "مسٹر ریچرڈ میں اس بچی کو بپتسمہ دے کر اسکے حوالے کرتا ہوں" یہ کہتے ہوئے اس نے گش کی گود سے لڑکی کو لے لیا اور اس زمانہ کے مسیحی قوانین کے مطابق جو آج سے ڈھائی سو سال قبل کیتھولک فرقے میں تھے اسے بپتسمہ دے کر گش سے کہا "اس کا کیا نام رکھا جائے؟"

"پرل" گش نے جواب میں کہا۔ اور اپنی بچی کو سینہ سے لگا کر روتی ہوئی قربانگاہ سے نیچے اتر کر چلی گئی، جون کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے اور یہ آوازیں مجمع میں سے اسکے کانوں میں آ رہی تھیں "ہمارا سابق پادری کس قدر رحمدل ہے کہ ایک گنہگار لڑکی کے واسطے رو رہا ہے"۔ اُف اس قسم کی چہ میگوئیاں جون کے دل پر ایک نشتر تھیں وہ خاموش کھڑا ہوا گش کو دیکھ رہا تھا جو اپنے آنسوؤں کو خشک کرتے ہوئے سبک رفتاری کے ساتھ جا رہی تھی۔

جون کے دل پر اس واقعہ کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اسکی زندگی معرض خطر میں پڑ گئی، ضمیر کی وہ ملامت جو اس نے پرل کو بپتسمہ دیتے ہوئے محسوس کی تھی کسی طرح اس کے دل سے کم نہیں ہوتی تھی، دنوں سے ہفتے، ہفتوں سے مہینے اور سال گذر گئے

مگر یہ تاثر کسی طرح جوآن کے دل پر سے نہیں ہٹتا تھا بلکہ اُسکی رُوح اور دل کی گہرائیوں میں اُترا جاتا تھا وہ روزانہ گش کے مکان پر آتا تھا اور اپنے اس غم کی تجدید کرتا تھا۔ جب پرل پانچ چھ سال کی ہوگئی تو وہ اپنی ماں سے جوآن کے متعلق دریافت کیا کرتی تھی مگر گش کے پاس اِس کا کچھ جواب نہ تھا وہ اُسکے اِس استفسار کو ہمیشہ ٹال دیا کرتی تھی۔ ایک دن پرل نے جوآن کی موجودگی میں گش سے یہ سوال کیا اُس کے اِس سوال کو سُنکر جوآن کے چہرے پر کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی اُسے یہ معلوم ہوا کہ اُس کا دل فیل ہورہا ہے وہ فوراً وہاں سے اُٹھکر چلا گیا۔ اِس دن کے بعد سے وہ اپنے آپ کو پرل کی نظروں سے چھپانے کے لئے کافی محتاط ہوگیا تھا وہ عموماً پرل کی عدم موجودگی میں گش کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک دو سال کا زمانہ اِس طرح گذرا کہ پرل نے کبھی اُس کی شکل نہیں دیکھی۔ اور وہ اُس کو بھول گئی۔

دن گذرتے جاتے تھے جب پرل سات آٹھ سال کی ہوگئی تو جوآن کو بہت کم گش کو دیکھنے کا موقع ملتا تھا کیونکہ پرل ہر وقت گھر میں رہا کرتی تھی وہ محلہ کے بچوں میں اِس لئے کھیلنے نہیں جاتی تھی کہ محلہ کے بچے اُسے چھیڑتے تھے اور اُس سے اُسکے باپ کا نام دریافت کرتے تھے، وہ اُس کو طرح طرح سے ستاتے تھے اور حقارت سے دیکھتے تھے اُس کا نام اُنہوں نے "بن باپ کی بچی" رکھا تھا اِس عذاب اور چھیڑ خانی سے بچنے کے لئے پرل نے اُن میں کھیلنا چھوڑ دیا تھا، وہ کھیلنے کی بجائے تمام دن ایک دریچہ میں بیٹھی ہوئی سڑک پر کھیلنے والے بچوں کا تماشہ دیکھا کرتی تھی۔ جوآن دن میں آٹھ دس مرتبہ گش کے مکان پر آتا مگر پرل کو دریچہ میں دیکھکر دل پر ہاتھ رکھکر واپس چلا جاتا تھا۔ دن میں ایک آدھ مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ پرل اُس کو دیکھتی تھی۔ کبھی کبھی وہ اپنی ماں سے کہا کرتی تھی۔ "اماں۔ اماں! ایک شخص دن میں کئی مرتبہ ہمارے مکان تک آتا ہے اور دل پر ہاتھ رکھکر چلا جاتا ہے" پرل بڑے مذاق کے ساتھ جوآن کے چلنے کی نقلیں اُتارا کرتی تھی۔ وہ کبھی کبھی جوآن کو سڑک پر آتا ہوا دیکھ کر گش سے کہتی "جلدی اِدھر آؤ دیکھو وہی آدمی آرہا ہے"۔ آہ! کس قدر دردناک منظر ہوتا تھا جب ماں اور بیٹی جوآن کو دیکھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جوآن نے گش سے ہر وقت پرل کے گھر رہنے کا سبب دریافت کیا اور جب گش نے تمام حقیقت بیان کی تو اِس بیان نے جوآن کے احساس معصیت کو ترقی دینے میں وہی کام کیا جو تیل آگ پر کرتا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آہ! ایک ختم نہ ہونے والی مصیبت جوآن کا وجود تھا۔

ایک دن جوآن نے دیکھا کہ پرل بچوں کے ساتھ سڑک پر کھیل رہی ہے جوآن اُس کو دیکھنے کے لئے کھڑا ہوگیا مگر اُسے کیسا صدمہ ہوا جب ایک لڑکے نے پرل سے کہا "اب ہم تجھ کو بن باپ کی بچی نہیں کہیں گے اور تم سے تمہارے باپ کا نام بھی دریافت نہیں کرینگے" یہ سُنکر پرل کسی قدر افسردہ سی ہوگئی تھی کہ ایک شریر لڑکے نے کہا "آہا یہ بن باپ کی بچی آج کس طرح آگئی" یہ سُنتے ہی پرل چلی گئی اور دریچہ میں جاکر بیٹھ گئی تو اُنہوں نے اُس پر۔ بن باپ کی لڑکی کہکر کنکر پھینکنے شروع کردیئے۔

جوآن کی یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد جو حالت ہوئی ہے اُس کا اندازہ صرف اِس سے ہوسکتا ہے کہ وہ مسلسل ایک ہفتہ تک گھر سے باہر نہیں نکلا اور تین چار روز وہ کھانا بھی نہیں سکا۔ وہ حیران تھا کہ کیونکر اپنے اِس احساس سے نجات حاصل کرے۔

جب پرل کی عمر نو سال کی ہوئی تو وہ سخت بیمار پڑ گئی، ایکدن اُسکی حالت اِس قدر خراب ہوئی کہ گش چیخیں مار کر رونے لگی اُسکے رونے کی آواز سُنکر اُسکا ایک پڑوسی ڈاکٹر جس کا نام ڈین تھا آگیا گش نے اُسے روتے ہوئے کہا "ڈاکٹر میری پرل کو بچاؤ"۔ ڈاکٹر نے پرل کو غور سے دیکھنے کے بعد مایوسی سے کہا "اب اِس کی زندگی کی کوئی اُمید نہیں ہے"۔

یہ سُنکر گش بیقرار ہوگئی اور اُس نے کہا "تم مہربانی کرکے پادری جوآن کو بُلا لاؤ تاکہ وہ اِسکے گناہ معاف کردے"۔

یہ سُن کر ڈاکٹر جوآن کے مکان پر گیا وہاں جاکر اُسے معلوم ہوا کہ وہ عدالت کی طرف گیا ہے۔ ڈین عدالت کی طرف روانہ ہوا جب وہ عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو اُس نے وہاں ایک نہایت بوڑھے شخص کو دیکھا جو مجسٹریٹ سے کہہ رہا تھا۔ "کہ میں ایک اچھا طبیب ہوں اگر آپ اِن سرحدیوں کو میرا زرِ فدیہ ادا کردینگے تو میں آپ کے مُلک کے لئے ایک بہتر طبیب ثابت ہونگا"۔ یہ سُنکر ڈاکٹر ڈین نے مجسٹریٹ سے کہا میں اِس کا زرِ فدیہ ادا کردوں گا اگر یہ ایک مریضہ کو تندرست کردے

مجسٹریٹ اور ضعیف آدمی دونوں نے اِسے منظور کیا۔ پھر ڈاکٹر نے مجسٹریٹ سے کہا "کیا پادری جوٓن یہاں آئے تھے؟"

"ہاں مسٹر جوٓن یہاں آئے تھے مگر چند منٹ ہوتے وہ اپنے گھر گئے"۔ یہ معلوم کرکے ڈاکٹر نے ضعیف طبیب کو گش کے مکان کا پتہ بتایا اور خود پادری جوٓن کے پاس روانہ ہُوا۔

بُڈھا طبیب گش کے مکان میں داخل ہُوا اُسکے چہرے سے حیرت و استعجاب ٹپک رہا تھا گش طبیب کو دیکھکر سہم گئی وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ بُڈھا طبیب قہر کی نظروں سے گش کی طرف دیکھ رہا تھا اُسکی آنکھیں سُرخ ہوتی جاتی تھیں۔ بُڈھے نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "تو نے میری زوجیت کی جو توہین کی ہے اُسکی سزا یہی ہے کہ تو اس بچی کو مرنے دے" وہ یہ الفاظ کہہ ہی رہا تھا کہ جوٓن داخل ہوا گش خوف کے مارے جوٓن سے چمٹ گئی۔ بُڈھے طبیب نے جوٓن کی طرف گھُور کر دیکھتے ہوئے کہا "مجھے تیرے گناہ کا شریک بھی معلوم ہوگیا" اتنا کہکر اُس نے جھولے میں سے ایک دوائی نکال کر پرل کو پلانی چاہی مگر گش نے طبیب کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "مَیں ہرگز تمہاری دوائی اپنی لڑکی کو نہیں پلاؤں گی" بُڈھے طبیب نے اُسے بہر چند یقین دلایا کہ اِس دوا سے اُسکی بچی تندرست ہوجائیگی مگر وہ نہیں مانی، بالآخر جوٓن کے کہنے سے پہلے بُڈھے طبیب نے اُس دوائی میں سے تھوڑی دوائی خود پی اور پھر پرل کو دی اور یہ کہتا ہُوا چلا گیا "بچی تو ضرور تندرست ہوجائیگی مگر مَیں تم دونوں سے انتقام لوں گا"۔ دوائی پینے کے چند گھنٹے بعد پرل نے آنکھیں کھولدیں، گش کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی وہ پرل پر جھک گئی اور اُسکے رُخساروں کو بوسے دیئے۔

پرل رفتہ رفتہ تندرست ہوتی گئی۔ مگر جوٓن اور گش بُڈھے طبیب کی وجہ سے سخت پریشان تھے آخر اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے کہیں چلے جائیں اُنہوں نے چُپکے چُپکے سفر کا سامان شروع کر دیا تھا۔

کل صبح اُن کی روانگی کا دن تھا اُنہوں نے تمام رات ایک متحرک تصویر کے تماشائی کی طرح اپنے آزاد مستقبل کے خواب دیکھنے میں گذاری۔ صبح کے وقت پادری جوٓن کے پاس ریچرڈ کا آدمی آیا اور کہا "آج کلیسا کی سالگرہ کا دن ہے اور مسٹر ریچرڈ دردِ گُردہ میں مُبتلا ہیں اُنہوں نے آپسے یہ کہا ہے کہ آج آپ کو سرمن دینا ہوگا"۔

جوٓن نے ریچرڈ کی اِس درخواست کو قبول کرلیا اور تھوڑی دیر بعد گرجا روانہ ہُوا، تمام مجمع اپنے سابق پادری کو دیکھ کر بہت خوش ہُوا۔ جوٓن سٹیج پر چڑھا اور چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔ اُس نے دیکھا کہ گش بوڑھیوں کا سا سفید لباس پہنے ایک کونے میں بینچ پر بیٹھی تھی اِس وقت اُس پر ایک عجیب ملکوتی حُسن تھا اُس کی سیدھی سادی پوشاک میں ایک پھُول کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اُسی میں حسن کی دیوی نظر آتی تھی۔

جوٓن نے تقریر شروع کی "حضرات" اُسکے مُنہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ اُس کو سامنے سے بُڈھا طبیب دکھائی دیا جو اُس کی طرف گھُور رہا تھا۔ وہ اُس کو دیکھکر کانپنے لگا، اُس کا دم گھٹنے لگا اور پیر لڑکھڑا گئے مجمع حیران تھا کہ یکایک اُسے یہ کیا ہوگیا۔

پادری جوٓن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اُس نے یکایک ایک جوش کے ساتھ چیخ کر کہا "حضرات گش کے گناہ کا مَیں شریک ہوں اور پرل میری لڑکی ہے"۔

"نہیں نہیں پادری جوٓن میرے گناہ کا شریک نہیں ہے" یہ کہتی ہوئی گش اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں یہ جھُوٹی ہے مَیں اسکے گناہ کا شریک ہوں" یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنا گریبان چاک کر کے کہا "لو دیکھو میرے سینہ پر یہ نشان موجود ہے ایک ایسا ہی نشان گش کے سینہ پر ہے"۔ یہ کہتے ہوئے جوٓن چکرا کر گرا اُسکے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھوڑی دیر تک اُس کا جسم کپکپاتا رہا پھر ساکن ہوگیا۔

آہ! آخر گناہ کے احساس اور ضمیر کی سرزنش نے اُس کے دل کی حرکت پر قبضہ کرلیا اور آخر اُس کی جان لے کر پیچھا چھوڑا۔

غلطی

(پربھات بابو کی ایک کہانی ۔ مترجمہ ابو محمد امام الدین صاحب)

شام کے وقت کا ذکر ہے۔ ۲۷ برس کا ایک مرد اور ۲۲ برس کی ایک عورت، دونوں ایڈن گارڈن کے سنسان اور اندھیرے مقام میں پانی کے کنارے بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے، دونوں بنگالی تھے، نوجوان انگریزی ڈریس میں تھا، اور دوشیزہ ساڑھی اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی، دونوں کے پیروں میں جوتے اور موزے بھی تھے، یہ دونوں رومن کیتھولک کرسچن تھے، نوجوان کا نام سُرج رائے اور عورت کا نام لیلاوتی سانیال تھا۔

سُرج نے کہا "ابھی کتنے دنوں تک مجھے انتظار میں رکھو گی لیلا؟ کیا تم ابھی تک اتنا بھی نہیں سمجھ سکیں کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں؟ کیا اب بھی تمہیں میری محبت میں شک ہے؟"

لیلا اندھیرے پانی کی طرف دیکھتی ہوئی باریک آواز میں بولی "نہیں شک نہیں ہے سُرج۔ لیکن ......"

سُرج نے سماجت کے لہجے میں کہا "لیکن کیا؟ بتاؤ، آخر تم کیوں مجھے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتیں؟"

لیلا افسردہ لہجے میں بولی "تم جانتے ہو، میں تمہیں پیار کرتی ہوں ......"

"پھر ــ پھر کیوں تامل ہے لیلا؟ تم مجھے چاہتی ہو، میں تمہیں چاہتا ہوں، تو ہم میں مانع کون چیز ہے؟ میری آمدنی کم ہے، یہ کہہ سکتی ہو شادی ہوتے پر ہم لوگ اس آمدنی سے بافراغت زندگی نہیں گذار سکتے، اگر تمہیں ایسی وجہ سے تامل ہے تو میں اس کا انتظار کرنے کیلئے تیار ہوں، تم سے تو کہہ دیا ہے کہ دفتر کے بڑے صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہیڈ کلرک بابو کے پنشن لیتے ہی وہ مجھے اسی عہدہ پر مستقل طور پر مقرر کر دینگے۔ انہیں زیادہ سے ایک سال میں پنشن لینی ہی پڑے گی، وہ اب ایکسٹینشن نہیں پائیں گے۔ اس وقت میری تنخواہ ڈھائی سو روپیہ ماہوار ہو جائیگی، کیا اس آمدنی سے ہم کلکتہ میں اطمینان سے بسر نہیں کر سکتے؟"

لیلا نے کہا۔ "کیوں نہیں بسر کر سکتے؟ تاہم ......"

"تاہم کیا، کہو نہ کہ ہم لوگوں کے اولاد ہوئی تو اس آمدنی سے ہم لوگوں کا کام بافراغت نہ چلے گا، یہی تمہارا خیال ہے نہ؟ مان لیا کہ لڑکے لڑکیوں کو قیمتی پوشاک پہنا کر اور انہیں گھر کی موٹر پر بیٹھا کر بڑے اسکول میں نہ بھیج سکیں گے لیکن کیا اس طرح تعلیم دلائے بغیر بچوں کی تعلیم نہیں ہو سکتی؟ میرے والد بھی غریب ہی تھے، نہ مکان ہی بڑا تھا نہ گھر کی موٹر ہی تھی، پھر بھی ہم دو بھائیوں اور تین بہنوں کو انہوں نے تعلیم دلائی، تینوں میں سے ایک کی اچھی طرح شادی بھی کر گئے، اگر ہست کی طرح زندگی گذارنے اور اپنے بچوں کی پرورش و پرداخت کرنے میں کونسی تکلیف یا توہین ہے لیلا؟"

لیلا نے کہا "تم تو جانتے ہو سُرج، میں بھی غریب ہی کی لڑکی ہوں، معمولی گرہست کے ہاں گاؤں میں پلی ہوں، مجھے خیال نہیں ہے کہ متاہلانہ زندگی میں میرے بچوں کے لئے شاندار مکان، موٹر وغیرہ ہونا ضروری ہے، تم کئی روز سے تذکرہ کر رہے ہو۔ مگر میں راضی نہیں ہوتی۔ اس لئے نہیں کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی یا تمہیں اپنے لائق نہیں سمجھتی، خدا ہی جانتا ہے کہ میں تمہیں کس قدر چاہتی ہوں، تمہارے برعکس میری نسبت دنیا جانتی ہے کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں، کافی تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ صرف کا میبل پاس کر کے لیڈی ڈاکٹر کے درجے تک رہ گئی، خوبصورت بھی نہیں ہوں، تم مجھ سے شادی کی خواہش ظاہر کر رہے ہو، یہ تو میری انتہائی خوش نصیبی ہے، لیکن میں جو راضی نہیں ہوتی، اسکی وجہ تمہیں آج بتاتی ہوں، تم جانتے ہو، میرے ماں نہیں ہے، بہن، بھائی کوئی نہیں ہے، میرے باپ بوڑھے ہیں، بے یار و مددگار ہیں، میرے شوہر کے ہاں چلے جانے کے بعد انکی دیکھ بھال کون کریگا،

کون اُن کی خدمت کریگا؟ اسی لئے مَیں تمہاری تجویز کو قبول نہیں کرتی، اسکے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے۔" یہ کہکر لیلا خاموش ہو گئی۔
سرج کوئی ایک منٹ ساکت کھڑا رہا۔ اسکے بعد اس نے محبت سے لیلا کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا" تمہارے تامل کی وجہ یہی ہے لیلا؟ اتنے دنوں تک یہ بات تم نے مجھے کیوں نہیں کہی؟ اسکی صفائی کبھی کی ہو چکی ہوتی، مَیں ایسا سنگدل نہیں ہوں کہ شادی کرکے مَیں مزے اُڑاؤں گا، تمہارے والد سے تمہیں جُدا کرکے اپنی دُنیا آباد کرونگا، مَیں اُنہیں اپنے گھر لاؤنگا، اُنہیں اپنا بزرگ بنا کر رکھونگا، ابھی تک تم تنہا اُن کی خدمت کرتی اس وقت ہم دونوں مل کر اُن کی خدمت کرینگے، کہو اب تو کوئی امر مانع نہیں ہے لیلا؟"
لیلا نے کہا" لیکن تم جانتے ہو سرج، کہ وہ کتنے آزاد طبع ہیں، وہ داماد پر بار بن کر ایک روز بھی رہنا پسند نہ کرینگے۔"
"کیا مَیں ہاتھ پاؤں جوڑ کر بھی اُن کو آمادہ نہ کر سکوں گا؟"
"کم اُمید ہے، تم اُن سے کہکر دیکھ سکتے ہو، ایک بات کہتی ہوں، بُرا نہ ماننا سرج! اگر تم ہر مہینے اُن کا خرچ لینا منظور کر لو تو ہم دونوں منت سماجت کرکے اُن کو راضی کر سکتے ہیں۔"
سرج نے کہا" اگر وہ اس شرط کے علاوہ کسی اور صُورت سے راضی نہ ہونگے تو آخر میں یہی کہا جائیگا۔ دیکھو سبھی رُکاوٹیں تو دُور ہو گئیں، اب بولو لیلا، تم مجھے قبول کرو گی، اب مجھے زیادہ تذبذب میں نہ رکھو، مجھے خوش کرو۔"
لیلا نے محجوب ہو کر کہا" اگر تم میری وجہ سے خوشی حاصل کر سکتے ہو تو مجھے قبول کرو۔"
یورپین سوسائٹی میں شادی کی تاریخ مقرر کرنے کا حق صرف عورت کو ہوتا ہے، سرج لیلا سے اصرار کرنے لگا کہ جہاں تک ممکن ہو شادی کے لئے کوئی قریبی تاریخ مقرر کی جائے۔
لیلا نے کہا" مَیں پہلے والد سے سب باتیں کر لوں کل صبح میرے مکان پر آؤ گے، اُس وقت بتا دوں گی۔"
سرج نے کہا" اچھا لیلا ایک کام کرتا ہوں، اسی وقت تمہارے گھر چلتا ہوں، مَیں نیچے کے درجے میں بیٹھ جاؤنگا۔ والد صاحب سے بات چیت کرکے ایک منٹ کے لئے نیچے آکر مجھ سے کہہ جانا۔"
لیلا نے کہا" نہیں، اس وقت ممکن نہیں ہے، صبح ہی ٹھیک ہو گا، تم اس قدر عجلت کیوں کرتے ہو۔"
"صبر کی ایک حد ہوتی ہے، کہاں تک صبر کروں؟" یہ کہکر سرج نے جوش محبت سے لیلا کو سینے لگا لیا۔
لیلا نے سرج کے بازو پر ہاتھ مار کر کہا" معلوم ہوتا ہے آٹھ بج گئے، مجھے گھر جا کر ابھی والد کے لئے کھانے کا انتظام کرنا ہے۔ اب اُٹھو۔ چلو۔"
دونوں اُٹھ کر باہر کی طرف روانہ ہوئے، اور باغ سے نکل کر کالی گھاٹ جانے والی ٹرام پر سوار ہو گئے، ایلگن روڈ کے موڑ پر اُتر کر لیلا کو اُسکے مکان کے دروازے تک پُہنچا کر سرج اپنے مکان پر چلا گیا، دونوں کے مکان پاس ہی پاس تھے۔
سرج کی قیامگاہ میں اور بھی دو تین کرسچین نوجوان رہتے تھے، سرج نے نوکر سے سُنا کہ اس کے نام سے ایک تار آیا ہے، اس کی ماں اور بھائی وغیرہ آسنسول میں رہتے تھے، اس نے سوچا ممکن ہے اُن میں سے کوئی بیمار ہو، اس نے جلدی سے کمرے میں جا کر ٹیبل پر سے زرد لفافہ اُٹھایا اور چاک کرکے تار کو پڑھا۔ اس نے متواتر دو تین بار تار کو پڑھ ڈالا۔ تار بمبئی سے آیا تھا۔ جرمن لاٹری کے ایجنٹ نے بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ" آپ کے خریدے ہوئے ٹکٹ نے پچاس ہزار پونڈ اسٹرلنگ پرائز حاصل کیا ہے، میرا دلی شکریہ قبول کیجئے۔"
"پچاس ہزار پونڈ۔ ساڑھے سات لاکھ روپیہ" اِن لفظوں کو دو تین بار متواتر دُھرانے کے بعد سرج وہیں غش کھا کر گر پڑا۔
"کیا ہوا کیا ہوا" کہکر نوکر چلا اُٹھا۔ پاس کے کمرے سے مسٹر گھوشال دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے سرج کے ہاتھ سے تار لیکر پڑھا، ایک منٹ میں تمام باتیں ان کی سمجھ میں آگئیں، مکان کے سامنے سڑک کی دوسری جانب برف کی دُکان تھی، نوکر کو برف کے لئے بھیجکر ایک دُوسرے کو ڈاکٹر کے پاس بھیجا۔
ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی سرج کو چارپائی پر لٹا دیا گیا تھا اور اسکے سر پر برف رکھی جا رہی تھی، رات بھر دوا اور

تیمار داری ہوتی رہی، صبح ڈاکٹر نے کہا۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ کہکر وہ چلنے لگا، مسٹر گھوشال نے فیس پوچھی، ڈاکٹر نے کہا، میں تندرست ہونے پر انہیں سے فیس لے لونگا، گھر سے چائے پی کر پھر آتا ہوں۔

لیلا کے باپ مسٹر ہری ناتھ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہو چکی تھی، ایک وقت میں وہ طاقتور آدمی سمجھے جاتے تھے، نائٹو ٹیم میں کرکٹ کھیل کر انہوں نے کافی شہرت حاصل کی تھی، لیکن بدقسمتی سے اس وقت وہ اپاہج ہو گئے تھے، بینائی بھی کم ہو گئی تھی، پہلے وہ فینانس آفس میں کلرک تھے۔ آخر زمانے میں ایک سو پچاس روپیہ مہینہ تنخواہ پاتے تھے، اس وقت وہ پچھتر روپیہ ماہوار پنشن پاتے تھے۔ ان کی بیوی کو مرے دس برس ہو گئے تھے، لیلا کے سوا ان کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اس لئے دنیا میں لیلا ہی ان کی سب کچھ تھی۔

کالج کی تعلیم ہی کے زمانے میں ہری ناتھ نے کرسچین مذہب قبول کر لیا تھا۔ یہی نہیں، بلکہ انہوں نے ہری ناتھ کی بجائے اپنا نام بھی ہری سینڈل رکھ لیا تھا، اس وقت بھی سرکاری کاغذوں میں ان کا یہی نام لکھا جاتا تھا۔ اسی نام سے دستخط کر کے وہ پنشن لاتے تھے۔ لیکن خط و کتابت اب وہ شری ہری ناتھ سانیال کے نام سے کرنے لگے تھے۔ تقسیم بنگال کے بعد ۱۹۰۵ء میں جب ملک میں ایجی ٹیشن پھیلی تو ان میں بھی یہ تبدیلی ہوئی۔ مذہب کا تعلق انسان کے دل سے ہے، دوسرے سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، جس کا جو عقیدہ ہے وہی اس کا مذہب ہے، لیکن قومیت تو ایک خلقی چیز ہے، ایک روز سینڈل صاحب کالج اسکوائر میں وپن پال کی تقریر سننے گئے، وہاں آخر تک تقریر سنتے اور رومال سے آنکھیں خشک کرتے رہے۔ تقریر کے بعد گول دیگھی سے نکل کر سیدھے فرینڈس سوسائٹی کی کپڑے کی دکان پر پہنچے، اور پاس میں جو کچھ روپیہ تھا سب کی مل کی دھوتی اور ساڑھی خرید کر گھر آئے۔ انہوں نے بہت دنوں سے دھوتی پہننا چھوڑ دیا تھا، گھر پر بھی پاجامہ اور سوٹ ہی کا استعمال کرتے تھے، اس روز آفس کے انگریزی سوٹ کو علیحدہ کر کے دھوتی پہنی، قومی جذبہ سے متاثر ہو کر مسز سینڈل پہلے ہی سے مکان میں ولایتی اور باہر نکلتے وقت سودیشی ساڑھی پہنتی تھیں، شوہر کے کہنے سے وہ بھی ولایتی کی بجائے سودیشی ساڑھی پہننے لگیں، اس وقت لیلا کی عمر پانچ برس کی تھی اور اس کا نام للی تھا، ہری بابو نے اسے بدل کر لیلاوتی کر دیا۔ وہ باپ کو ڈیڈی اور ماں کو ممی کہتی تھی۔ انہوں نے اسے ماں باپ کہنا سکھایا۔ ٹیبل کرسی دور ہوئی اور اسکی جگہ کمبل کے آسن پر بھات کھانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ ملکی طرز معاشرت ہو جانے سے خرچ میں بھی کمی ہو گئی۔

ایک تو لڑکی، اس پر بدصورت، پھر ایسی دولت و ثروت بھی نہیں، اچھے گھر اور اچھے شوہر کے ملنے کی کونسی صورت تھی، اس خیال سے کہ لڑکی کو آئندہ تکلیف نہ ہو، ہری بابو نے اسے کیمبل اسکول میں ڈاکٹری پڑھنے کے لئے داخل کر دیا تھا، دو برس ہوئے لیلا نے وہاں سے ڈاکٹری پاس کر لی، لڑکی کی پریکٹس بڑھانے کے لئے ہری ناتھ بابو گلی کے درمیان والے پہلے مکان کو چھوڑ کر ایلگن روڈ پر چلے آئے تھے۔ اب لیلا کو کچھ آمدنی بھی ہونے لگی تھی، عمر بھی کم تھی، کاروبار بھی نیا تھا، اس لئے لیلا کی ڈاکٹری کے تجربے پر لوگوں کو پورا اطمینان نہ تھا، پھر بھی جریان اور پرسوت کے علاج میں لیلا کو اچھی شہرت حاصل ہو رہی تھی۔

سروج رائے سے ان لوگوں کی شناسائی صرف ایک سال سے تھی، سروج پہلے اٹلی میں رہتا تھا، اسکے اس محلے میں آتے ہی اس کے ساتھ گفتگو اور ملاقات کا سلسلہ قائم ہو گیا، اسے تعلیم یافتہ اور نیک سمجھ کر ہری ناتھ بابو اس کی قدر و منزلت کرنے لگے، چند مہینے کے بعد سروج نے لیلا سے شادی کرنے کے متعلق اپنی خواہش ظاہر کی، ہری ناتھ نے کہا۔ بہتر ہے۔ اگر لیلا راضی ہو تو مجھے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تم اس کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔

سروج کا ذکر چھڑتے ہی لیلا اسے کس توجہ سے سننے لگتی ہے، کسی روز وہ آنے والا ہے، مگر آنے میں دیر ہو رہی ہے، اس پر بیتاب ہو کر کس طرح اندر باہر ایک کر دیتی ہے، پھر اس کے آنے پر کس طرح خوشی سے آپے سے باہر ہو جاتی ہے، نگاہ کمزور ہونے پر بھی یہ تمام باتیں ہری بابو سے پوشیدہ نہ رہ سکیں۔

اسکے بعد سیر و تفریح، تھیٹر، بائسکوپ اور دوپہر کے تماشے کے لئے لیلا کو ساتھ لے جانے کی خواہش ظاہر کرنے پر ہری بابو

سرُوج کو خوشی سے اجازت دینے لگے، دُوسرے دنوں میں تو سرُوج آتا ہی تھا، لیکن اتوار کو پابندی کے ساتھ آتا تھا اور انہیں لوگوں کے ساتھ گرجا گھر جاتا تھا۔

دو مہینے بعد ایک روز ہری ناتھ بابو نے لیلا سے پوچھا "بیٹی سرُوج نے تم سے کچھ کہا ہے؟"
ہزار ہو، پھر بھی تو بنگالی کی لڑکی تھی، باپ کے سوال کا مطلب سمجھ کر انجان بن کر بولی "کون سی بات بابا؟"
ہری ناتھ نے کہا "سرُوج نے تجھ سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی"
لیلا فوراً حیا سے سُرخ ہو کر بولی "وہ تو درمیان درمیان میں اکثر کہا کرتے ہیں لیکن میں راضی نہیں ہوتی"
"کیوں بیٹی! سرُوج تو اچھا لڑکا ہے۔ وہ کتنا شریف ہے، کیسا تعلیمیافتہ ہے۔ اور کتنا نیک ہے۔ نوکری میں بھی نیک نام ہے۔ رفتہ رفتہ اسے اور ترقی ہوگی، پھر کیا مضائقہ ہے؟"
"بابا، میں تم پر اس قدر بار ہو گئی ہوں، جو مجھے اپنے ہاں سے دُور کرنا چاہتے ہو؟"
ہری ناتھ بابو نے محبت سے بیٹی کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا "تو مجھ پر بار کیوں ہو گئی بیٹی، تو تو بیٹی ہو کر بیٹے کا کام کر رہی ہے، مجھے جو پنشن ملتی ہے وہ تو خرچ کے لئے کافی ہوتی نہیں، تیری ہی آمدنی سے تو کام چل رہا ہے، لیکن بیٹی، میں بوڑھا ہوں، اب کتنے روز اور جیوں گا، میرے بعد تیری کون خبر گیری کریگا، تو کس کی حفاظت میں رہے گی؟ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے جیتے جی تیرا ٹھکانا ہو جائے میں چند روز کا اور مہمان ہوں"

لیلا نے جھنجھلا کر کہا "یہ سب بدشگونی کی باتیں مجھ سے کیوں کرتے ہو بابا؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سب باتیں مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں؟"
ہری ناتھ بابو نے کہا۔ اچھا، اب میں نہ کہونگا، لیکن کیا مجھے اسکی آرزو نہیں ہے کہ میں تجھے سہاگن دیکھوں، لڑکے بالے والی دیکھوں؟ ان باتوں پر اچھی طرح غور کر لے"

اس روز یہ گفتگو یہیں ختم ہو گئی، لیکن ہری ناتھ بابو گاہ بگاہ اس کو چھیڑتے رہتے تھے، مگر لیلا کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا تھا کہ میرے بعد آپ کی خدمت کون کرے گا؟

آج بابا کو کھلا کر اور انہیں بستر پر سُلا کر ان سے سرُوج کی گفتگو کا تذکرہ کیا۔ بوڑھے نے تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد کہا "اگر تیری یہی ضد ہے کہ تو مجھے چھوڑ کر شادی نہ کریگی تو یہی سہی، میرے خرچ کا پچاس روپیہ اُسے ہر مہینے لینا پڑیگا۔ یہ بات سمجھا کر کہدینا"
لیلا نے شرم کو دُور کر کے شادی کی تاریخ مقرر کرنے کی نسبت سرُوج کے اصرار کو بھی باپ سے ظاہر کر دیا۔ انہوں نے کہا "ٹھیک تو ہے اس مہینے میں تو دس ہی روز اور باقی ہیں۔ آئندہ مہینے کا کوئی اتوار مقرر کر دینا چاہئیے۔ تیرے لئے زیور بنوانے پڑیںگے، کچھ کپڑوں کا انتظام کرنا پڑیگا۔ ان کاموں کیلئے جتنا وقت چاہئیے اس سے زیادہ دیر کرنیکی کیا ضرورت ہے؟"
باپ کو سُلا کر لیلا اپنی خوابگاہ میں گئی اور اسی وقت اتوار ۱۷ امئی کا دن شادی کے لئے مقرر کیا، دس روز اور سترہ ستائیس روز اسکے بعد تقریب وصال، جوش سرور میں لیلا نے سرُوج کا فوٹو نکال کر بار بار اس کا بوسہ لیا آخر میں روشنی گل کر کے فوٹو کو تکیئے کے نیچے رکھکر سو گئی۔ لیکن بہت دیر تک اسے نیند نہیں آئی۔ صبح دُوسرے روز کی نسبت بہت سویرے ہی لیلا نے پلنگ چھوڑ دیا اور باپ کو جگانے سے پہلے ہی غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی، پہلے ہی سے طے تھا کہ ساڑھے سات بجے سرُوج آجائیگا۔ چھوٹی حاضری یہیں کھائیگا۔ اس کے بعد تینوں ساتھ ہی گرجا گھر جائیں گے۔

آج لیلا بہت خوش تھی، باپ کے متعلق اپنے فرض کا لحاظ کر کے آج تک اس نے سرُوج کو کسی طرح کا اطمینان نہیں دلایا تھا اور سرُوج کے دل کو صدمہ پہنچایا تھا۔ آج وہ رکاوٹ دُور ہو گئی تھی، آج وہ مطمئن تھی، سرُوج کے آنے پر اسے خوش کر سکے گی۔
لیلا کے دل میں آج گانے کا ولولہ پیدا ہو رہا تھا، اور وہ دھیرے دھیرے گنگنانے بھی لگتی تھی، گرجا سے واپس ہونے پر آج یہیں کھانے کے لئے سرُوج اصرار کریگی، آج بہت دیر تک دونوں ایک ساتھ رہیں گے معلوم نہیں کسی بائسکوپ میں آج اچھی فلم ہے یا نہیں، اس وقت دونوں دیکھنے

جا سکتے ہیں یا نہیں۔ نہیں، بائسکوپ میں نہیں، ہزاروں آدمیوں کے درمیان نہیں، وہاں دل کی ایک بات بھی کہنے کا موقع نہ ملیگا، اس سے بہتر تو ایڈن گارڈن یا گڑ کا مٹھ ہی ہے، ذرا گھر سے پہلے ہی نکلنے پر شیو پور کے باغ میں بھی جایا جا سکتا ہے۔

اب آٹھ بجنے میں زیادہ دیر نہ تھی، چھوٹی حاضری تیار تھی، سروج کے آتے ہی شروع ہو جائیگی، نیچے صدر دروازے کے پاس ذرا سی آہٹ ہوتے ہی لیلا کے کان کھڑے ہو جاتے، آخر لیلا زیادہ صبر نہ کر سکی اور راستے کے کنارے والے دوتلے برآمدے سے باہر ہو کر ٹکٹکی باندھکر راستے کی طرف دیکھنے لگی، کتنے لوگ چلے آ رہے تھے، لیکن سروج نظر نہ آتا تھا، پانچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ گذر گئے، باپ کی چائے اور چھوٹی حاضری کا وقت ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لیلا نے باورچی کو چائے بھیجکر ٹوسٹ بھیجنے کا حکم دیا۔

ساڑھے آٹھ بجنے پر لیلا کے دل میں بُرے بُرے خیالات پیدا ہونے لگے، اس نے سوچا کہ سروج کسی حادثے میں تو مبتلا نہیں ہو گیا۔ جو شخص رات ہی کو آنے کے لئے بیتاب تھا، وہ کیا بات ہے کہ آج مقررہ وقت پر بھی نہیں آیا، اس نے چاہا کہ سروج کے مکان پر آدمی بھیجکر حال دریافت کرے، لیکن دیر ہونے کے خیال سے باپ کو لیجا کر چھوٹی حاضری پر بٹھا دیا۔

چائے پیتے پیتے سروج بابو کو یاد آ گیا۔ انہوں نے کہا "سروج تو آج نہیں آیا"

لیلا نے مضمحل تبسم کے ساتھ کہا "آج تو اور سویرے آنے کو تھے بابا، نہ معلوم کیا بات ہے"

"معلوم ہوتا ہے کسی کام میں پھنس گیا" یہ کہکر ہری ناتھ نے چائے کی پیالی خالی کر دی۔

برآمدے میں ایک آرام کرسی پڑی رہتی تھی، چھوٹی حاضری کے بعد ہری ناتھ بابو اُسی پر بیٹھکر حقہ پیتے اور اسٹیٹسمین پڑھتے، آج بھی وہ معمول کے مطابق اُسی کرسی پر جا کر بیٹھ گئے، نوکر حقہ بھر کر لایا، کچھ دیر تک حقہ پینے کے بعد انہوں نے چشمہ نکالا اور آنکھوں پر لگا کر اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئے، لیلا باورچی خانے میں کام کر رہی اور درمیان درمیان میں برآمدے سے باہر ہو کر اس طرف بھی آ جاتی تھی، یکایک ہری ناتھ بابو چلا اُٹھے۔ لیلا۔ سُن۔ سُن جا۔

لیلا سلیمٹ کپڑے سے ایک شیشے کے گلاس پر پالش کرتی ہوئی باہر نکل کر بولی۔ کیا بابا؟ اخبار لڑکی کے ہاتھ میں دیکر اور ایک جگہ دکھا کر انہوں نے کہا۔ پڑھ تو اس جگہ کو، بڑی جلی سرخی کے ساتھ سروج کی کامیابی کی خبر چھپی ہوئی تھی، لیلا کا ہاتھ کانپنے لگا اور اسکے ہاتھ سے اخبار گر پڑا، اس نے کرسی پر بیٹھکر کہا۔ ہاں بابا، اب کیا ہو گا؟ ہری ناتھ بابو نے لڑکی کی طرف دیکھا، لیکن نگاہ کمزور ہونے کی وجہ سے وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ لڑکی کا چہرہ کتنا اُتر گیا ہے۔ لیلا نے پھر کہا۔ کیا ہو گا بابا؟

"خدا کا شکر ادا کر بیٹی، اُس نے تجھے ملکہ بنا دیا۔ اُس کے فضل کی بھی انتہا نہیں ہے"

لیلا چُپ چاپ سوچنے لگی، اس نے پھر کہا "خدا کا فضل یا غضب جو کچھ ہے وہ تو سامنے ہی ہے، ساڑھے سات بجے کے اندر ہی آنے کا وعدہ تھا، نو بج گئے، پھر بھی اُن کا پتہ نہیں"

بوڑھے نے کہا "کیا کل شام کو سروج نے تم سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا؟"

"نہیں بابا"

"معلوم ہوتا ہے، اُس نے اسے پوشیدہ رکھا ہے، ممکن ہے وہ یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ وہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں تو اسے قبول کرتی ہے یا نہیں، اگر اسکی اس تبدیلی کے بعد تو اسے قبول کرتی تو اُسکے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ تو نے اُسے نہیں بلکہ اُسکے روپئے کو قبول کیا ہے، اس حالت میں تو اُس نے سمجھ لیا ہو گا کہ تو نے جو اُس سے شادی کرنی منظور کی ہے اس میں اُسکی دولت کے لالچ کو کوئی دخل نہیں ہے"

"کیا خبر بابا، ممکن ہے۔ کل خود وہ اس سے آگاہ نہ رہے ہوں"

"ہاں یہ بھی ممکن ہے"

لیلا نے کہا "لیکن میں نے تو منظوری دیدی ہے، اب کیا ہو گا بابا؟"

لڑکی کی آواز کا انداز سمجھکر ہری ناتھ نے تعجب سے کہا "کس کا کیا ہو گا؟"

لیلا نے کہا "اب وہ ایک رئیس ہیں اور ہم لوگ ہی معمولی آدمی ہیں، اب اُنکے ساتھ ہمارا رشتہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا ہم اُن سے تعلق قائم رکھ سکتے ہیں؟"

"کیا؟ اچھا، میں اب سمجھا، کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ اب وہ ایک رئیس ہو گیا ہے، اسلئے کہیں ہماری حیثیت کے آدمی کے ساتھ ناقدری سے پیش نہ آتے ہوں؟"
لیلا نے کہا۔ "اب جو اُن کا بڑا پاورچی ہو گا اسکی تنخواہ یقیناً تمہاری پنشن سے زیادہ ہوگی تم گیا۔"
"تو، تو یہی پوچھ رہی ہے نہ کہ حالت میں اس قدر تغیر ہو جانے کے بعد بھی داماد کے ہاں رہ سکتا ہوں؟ نہیں! اب یہ ممکن نہیں ہے لیکن اس تغیر کے ساتھ سروج جیسے لڑکے کے اخلاق میں بھی تبدیلی ہو جائیگی؟"
"پہلا ثبوت تو آنکھوں کے سامنے موجود ہے، وہ شادی کی نسبت ہماری رائے معلوم کرنے کیلئے رات کو دو گھنٹے تک نیچے کے درجے میں بیٹھے رہنے کیلئے تیار تھے، میرے منظور نہ کرنے پر آج ساڑھے سات بجے دوڑے ہوئے آتے کو تھے، ساڑھے نو بج رہے ہیں، اب تک نہیں آئے، اب ناقدری کسے کہتے ہیں بابا؟"
ہری ناتھ بابو نے کہا۔ "ممکن ہے صورت واقعہ کچھ اور ہو، اس سلسلے میں کوئی ضروری کام ہلش آگیا ہو اور وہ اُس میں مصروف ہو۔"
لیلا نے کہا۔ "اچھا بابا، جس روز مجھے ڈاکٹری کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اطلاع ملی تھی اُس روز میں خود دوڑی ہوئی آکر تمہیں خبر نہ دیتی اور دوسرے روز تم اسے اخبار میں پڑھتے تو تمہیں کیسا معلوم ہوتا؟"
"اچھا، اُس نے خود آکر تمہیں اطلاع نہیں دی اس لئے آزردہ ہو، معلوم نہیں اسے اب تک اسکی خبر ہوئی یا نہیں، ممکن ہے اُس نے اخبار نہ دیکھا ہو۔"
"گڈ مارننگ، گڈ مارننگ! یہاں تو آپ دونوں موجود ہیں۔"
"کون؟ گھوشال، آؤ آؤ، کیا حال ہے؟"
گھوشال نے کہا۔ "بیٹھنے کا موقع نہیں ہے مسٹر سانیال، کل شام کے بعد یکایک سروج بیمار ہو گیا، آپ دونوں میرے ساتھ چلئے۔"
ہری ناتھ بابو نے بیساختہ کھڑے ہو کر کہا۔ "ایں! سروج بیمار ہو گیا ہے؟ کون بیماری ہے؟ اُس کا کیا حال ہے؟"
گھوشال نے کہا۔ "بیٹھیے بیٹھیے۔ مس سانیال آپ مہربانی کرکے پانچ منٹ کے اندر جوتا بدل آیئے، یہ تو اسٹیٹسمین پڑا ہے، تب تو آپ لوگوں نے بھی یقیناً نئی خبر پڑھ لی ہوگی، کل رات کو آٹھ بجے کے قریب سروج تفریح کرکے گھر آیا تو اُسے بمبئی کا تار ملا، اسے پڑھتے ہی سروج کو غش آگیا، ہم لوگوں نے اُسی وقت ڈاکٹر کو بلوایا، سر پر برف رکھی، وہ تمام رات بیہوش پڑا رہا اس وقت کچھ ہوش آیا ہے۔"
ہری بابو نے بیٹھکر کہا۔ "بڑی مصیبت ہے، ڈاکٹر نے کیا کہا۔ زندگی کا کوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"
"نہیں، ڈاکٹر نے صبح کہا ہے کہ کوئی خطرہ نہیں ہے، ڈاکٹر کے جانیکے بعد سروج نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو ان کی بیماری کی اطلاع کر دوں، اس لئے میں آپ لوگوں کو بلانے آیا ہوں، مس سانیال، مہربانی کرکے پانچ منٹ کے اندر ہی ۔ ۔ ۔ ۔"
لیلا دوڑتی ہوئی اوپر گئی اور فوراً واپس آئی۔ باپ بیٹی دونوں سروج کے مکان پر پہنچے تو وہ سو گیا تھا، ہری ناتھ نے ڈاکٹر کو اشلانے سے بلا کر پوچھا۔ "آپ کے نزدیک ان کی حالت کیسی ہے؟"
ڈاکٹر نے ہنسکر کہا۔ "اب کوئی خطرہ نہیں ہے، دو تین روز میں تندرست ہو جائیں گے۔"
لیلا نے تمام دن سروج کے پاس بیٹھکر گذار دیا۔ سروج درمیان درمیان میں جاگتا، بات چیت کرتا اور پھر سو جاتا، جب جب جاگتا لیلا اسے تھوڑا تھوڑا گرم دودھ پلا دیتی، یہ دن اسی طرح گذر گیا، دوسرے روز حالت اور بھی بہتر معلوم ہوئی۔
لیلا کے سوا کسی کو گھر میں نہ دیکھکر سروج نے پوچھا۔ "بابا سے سب باتیں کہیں تھیں لیلا؟"
"کہا تھا۔"
"وہ راضی ہیں؟"
"ہو گئے تھے۔"
لیلا نے "ہیں" کی جگہ "تھے" کہا، لیکن بیمار کا دماغ اس کو نہ سمجھ سکا۔
"خدا کا شکر ہے" یہ کہکر سروج پھر سو گیا، سروج کا بشاش چہرہ دیکھکر لیلا کا دل اندر ہی اندر بیچین ہو گیا۔ کیونکہ اب اس نے سروج سے شادی کرنیکا ارادہ بدل دیا تھا اور طے کر لیا تھا کہ سروج پورے طور پر تندرست ہو جائیگا تو منت سماجت سے اپنے وعدے کو

واپس لے لیگی، ڈاکٹر کا کہنا درست ثابت ہوا، دوسرے روز سروج کو کامل صحت ہو گئی، تار کے ذریعے جو خبر آئی تھی اُسکی اطلاع خط سے بھی جرمنی لاٹری کے بمبئی کے ایجنٹ نے دی۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ تین ہفتے کے بعد جرمنی سے چیک آجائیگا۔

سروج اپنی نوکری سے استعفا دینے پر تیار ہو گیا تھا مگر ہری ناتھ بابو کے مشورے سے اس نے ارادہ ملتوی کر دیا، میڈیکل سرٹیفکیٹ دیکر ایک مہینے کی چھٹی لے لی۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ جرمنی سے ڈاک آنے میں اب بھی دیر تھی۔ اس وعدے پر اس نے ۲۲ ہزار روپیے کی "رولس رائس" موٹر کار خرید لی کہ جرمنی سے چیک آتے ہی قیمت ادا کر دیجائیگی، ابھی موٹر کار دُکان ہی کے گیرج میں تھی اور طے تھا کہ مکان کی خریداری ہوتے ہی موٹر گھر کے گیرج میں چلی جائے گی، روزانہ صبح و شام کار آکر سروج کے دروازے پر کھڑی ہوتی تھی، سروج کا جہاں جی چاہتا تھا اس پر سوار ہو کر جاتا تھا۔ وہ ایک اچھے مکان کی تلاش میں بھی تھا۔ آٹھ بجے کے قریب سروج موٹر پر سوار ہو کر سانیال کے ہاں گیا، دیکھا کہ لیلا نیچے باورچی خانے میں ہے، اسکے باپ چھوٹی حاضری ختم کر کے اوپر چلے گئے ہیں، سروج نے کہا۔ لوور سرکلر روڈ پر ایک اچھے مکان کا پتہ چلا ہے، اُس کے موجودہ مالک نے پانچ چھ برس پہلے ڈیڑھ لاکھ روپے میں خریدا تھا، اس وقت اُسکی حالت اچھی نہیں ہے معلوم ہوا ہے کہ وہ ستر پچھتر ہزار میں مکان دیدیگا۔ چلو بابا کو ساتھ لے کر تینوں آدمی دیکھ آئیں۔

لیلا نے کہا "بابا کو لیجاؤ، میں اس وقت نہیں جا سکتی، مجھے کام ہے"۔

"کون ایسا کام ہے لیلا؟ چلو، اُٹھو"۔

لیلا نے کہا "مجھے ابھی کئی مریضوں کو دیکھنے جانا ہے"۔

"بہت اچھا، میں اتنی دیر بابا سے باتیں کرتا رہوں گا، تم اپنا کام کر آؤ۔ اس کے بعد تینوں آدمی ساتھ چلیں گے، تم میری ہی گاڑی پر مریضوں کو دیکھنے چلی جاؤ"۔

لیلا نے کہا "چار روپے فیس کی لیڈی ڈاکٹر "رولس رائس" پر سوار ہو کر مریضوں کو دیکھنے جائیگی؟ میں نے کرائے کی گاڑی کیلئے آدمی بھیج دیا ہے"۔

سروج نے لیلا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا "آجکل تم ایسی کیوں ہو گئی ہو لیلا! میرے سائے سے بھی بھاگتی پھرتی ہو، میں نے کیا کیا ہے؟ کونسی خطا کی ہے؟"

"نہیں تو خطا کیسی؟" یہ کہتے ہوئے لیلا کے دل کو کپکپاتی ہوئی ایک ٹھنڈی سانس نکل گئی، اسی وقت باہر گھوڑا گاڑی کے آکر ٹھیرنے کی آواز سنائی دی "اچھا تو میں جا رہی ہوں، ممکن ہے میری واپسی میں دیر ہو، تم بابا کو لے کر مکان دیکھ آؤ" یہ کہکر لیلا نے اپنا ڈاکٹری بیگ اُٹھایا اور باہر چلی گئی۔

سروج نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر دل میں کہا کہ نہ معلوم کیا بات ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

واقعی آجکل سروج کے ساتھ لیلا کا برتاؤ انتہائی حد تک ناقابل اطمینان ہو گیا تھا۔ اسے تنہا پا کر سروج جب کبھی اس سے اظہار محبت کرتا وہ اس سے علیحدہ ہٹ کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ وہ مُنہ بھی ہر وقت بنائے رہتی تھی، معلوم نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔

مکان دیکھکر واپس آتے وقت ہری ناتھ بابو نے شام کے کھانے کی دعوت دیکر سروج کو رخصت کیا، ابھی تک لیلا مریضوں کو دیکھکر واپس نہیں آئی تھی۔

رات کو کھانے کے بعد لیلا نے سروج سے کہا کہ تم ٹھیرو، میں بابا کو سُلا کر آتی ہوں۔

دو تلے کے اندرونی برآمدے کی ریلنگ پکڑ کر سروج کھڑا رہا۔ مارچ کی صاف چاندنی سے فضا منور ہو رہی تھی، دس منٹ کے انتظار کے بعد لیلا آئی، سروج نے کہا۔ لیلا! اس برآمدے میں آؤ، لیلا کے آنے پر سروج نے کہا "آج کیسی خوبصورت چاندنی پھیلی ہوئی ہے لیلا"۔

لیلا سُست آواز میں بولی "ہاں"۔

"جانتی ہو، میرا کیا دل چاہ رہا ہے؟ اس چاندنی میں ہم دونوں میدان یا بارکپور کی سڑک پر تھوڑی دیر تک تفریح کر آئیں، اگر کہو تو ابھی سامنے والے مکان سے فون کر کے گاڑی منگا لوں؟"

لیلا نے کہا "بابا سوئے ہوئے ہیں"۔

"کیا تم اُن کی اجازت کے بغیر رات کو میرے ساتھ گھومنے نہیں چل سکتیں؟ دو روز میں جو شخص تمہارا شوہر ہونیوالا ہے اُسکے ساتھ رات میں تفریح کے لئے جانے پر ہرگز با خفا نہ ہوں گے، بولو گاڑی منگواؤں؟"

لیلا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "نہیں"۔

"ہر بات میں" نہیں" تمہارا سخن تکیہ ہو گیا ہے۔ تم اس قدر سنگدل کیوں ہو گئی ہو لیلا؟ تم ایسی تو نہ تھیں، اچھا گھومنے نہ چلو گی تو آؤ ہم یہیں خوب رات تک بیٹھکر باتیں کریں۔ اس طرف کئی دنوں کے درمیان تم نے مجھے ایک بوسہ تک نہیں دیا ہے۔ آؤ آج ایک بار تمہیں اپنے سینے سے لگالوں" یہ کہکر اس نے لیلا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

"نہیں" کہکر لیلا نے ہاتھ چھڑا لیا اور جاکر دور کھڑی ہو گئی، سروج نے افسوس کے لہجے میں کہا "کیوں لیلا! میں کیوں تمہارے نزدیک قابل نفرت ہو گیا ہوں؟ کیا میں نے تمہیں کسی بات اپنے طرز عمل سے صدمہ پہنچایا ہے۔ کیا میں چلا جاؤں؟"

"نہیں"

"کیا" نہیں" کے سوا زندگی میں اور کوئی لفظ نہ سُن سکوں گا؟

لیلا نے کہا "سروج تم اپنے دل میں کسی طرح کا خیال نہ کرو۔ اب تمہارے ساتھ شادی کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ میں نے تمہیں جو زبان دی تھی اُسے واپس کردو"۔

سروج کھسک کر لیلا کے قریب ہو گیا اور اسے مس کئے بغیر ہی بولا "تم نے یہ کیا کہا؟ جو بات ایک ہفتہ پہلے ممکن تھی وہ آج ناممکن کیوں ہے؟ کیا میرے چال چلن کے بارے میں تمہیں کسی نے جھوٹی اطلاع دی ہے جو تم نے ترک تعلق کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اگر تم نے کوئی ایسی بات سُنی ہے تو وہ محض جھوٹ ہے۔ کسی خود غرض نے اپنی غرض کے لئے یا کسی حاسد نے محض حسد سے ایسی بات کہدی ہے"۔

لیلا نے کہا "نہیں سروج، ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم پوچھ رہے ہو کہ جو بات ایک ہفتہ پہلے ممکن تھی وہ اب ناممکن کیسے ہو گئی؟ اس کو مجھ سے سُنو، جس وقت ہمارا تمہارا تعلق ممکن تھا اُس وقت ہماری تمہاری دُنیاوی حالت یکساں تھی، اب تمہیں ایک رئیس کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور میں جیسے پہلے ایک غریب لڑکی تھی ویسے ہی اب بھی ہوں، ایسی مختلف حالت میں ہمارا تمہارا رشتہ کیونکر راحت بخش ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے جو میں نے تم سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، میں غریب کی لڑکی ہوں، اور غریبی میں ہی میری زندگی گذری ہے، آج تم سے شادی کر کے امیرانہ زندگی گذارنا میرے لئے ناممکن ہے۔ سروج! تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، اگر واقعی تمہیں مجھ سے محبت ہے تو مجھے یہ ناقابل برداشت تکلیف نہ دو، میں کسی طرح تمہاری نہیں ہو سکتی" یہ کہکر لیلا دونوں ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر رونے لگی۔

سروج نے کہا "اچھا لیلا، پہلی بات تو نہیں مگر تمہاری بات قبول کرتا ہوں۔ میں جا رہا ہوں، لیکن یہ جتائے جا رہا ہوں کہ تمہاری محبت میرے دل میں ذرہ برابر کم نہ ہوگی، میں تمہیں کبھی بھول نہیں سکتا، قبر میں جاکر بھی، اچھا رخصت" یہ کہکر دیوانوں کی طرح جھومتا ہوا سیڑھی کی رسی پکڑ کر نیچے اُتر گیا۔

دو ہفتے کے بعد سروج کے نام بمبئی سے خط آیا جسے پڑھکر کچھ دیر تک سروج پژمردہ صورت بنائے بیٹھا رہا، پھر یکایک اُس کے چہرے نے شگفتہ انداز اختیار کر لیا، اس نے خط کو جیب میں رکھ لیا اور بعجلت تمام لیلا کے ہاں پہنچا، گیارہ بجے کا وقت تھا، نوکر سے معلوم ہوا کہ صاحب کھانا کھا کر نیشن لینے گئے ہیں، مس صاحبہ اوپر ہیں، سروج نے اوپر جاکر دیکھا کہ لیلا نشست کے کمرے میں صوفے پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی ہے، اس کا چہرہ نہایت پژمردہ ہو رہا تھا۔ اس دو ہی ہفتے کے عرصے میں وہ بالکل دُبلی ہو گئی تھی خلاف توقع سروج کو دیکھکر اُٹھ بیٹھی، اور حیرانی سے سروج کی صورت دیکھنے لگی۔

سروج نے پاس جاکر کہا "لیلا! خدا کا شکر ہے، ہمارے تمہارے درمیان جو روپے کا پہاڑ حائل ہو کر ہمیں جُدا کر دینا چاہتا تھا خدا نے اُسے دور کر دیا۔ اس خط کو پڑھ کر دیکھ لو، یہ کہکر سروج نے جیب سے لفافہ نکالا اور لیلا کے ہاتھ میں دے دیا۔ لیلا نے لفافے سے خط نکال کر پڑھا۔

تحریر سر! گذشتہ مہینے کی بیس تاریخ کو ہم نے آپ کو تار نیز خط کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ آپکے خریدے ہوئے

جرمن لاٹری کے ٹکٹ نے پچاس ہزار پونڈ اسٹرلنگ کا پرائز حاصل کیا ہے ۔ لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ یہ اطلاع غلطی پر مبنی ہے، تار کی خرابی سے یہ غلطی وقوع میں آئی ۔ ہمیں جرمنی سے جو تار ملا اُس میں صاف لکھا تھا کہ نمبر ۶۵۹۷ کے ٹکٹ نے پچاس ہزار پونڈ کے پرائز کو حاصل کیا ہے ۔ یہ آپ ہی کے ٹکٹ کا نمبر ہے، اسی کے مطابق ہم نے آپ کو تار دیا تھا، لیکن ہمیں جرمنی سے کل جو خط ملا ہے اُس میں لکھا ہے کہ پرائز حاصل کرنے والے ٹکٹ کا نمبر ۶۵۹۹ ہے ۔ تار والوں کی غلطی سے ٹکٹ کا نمبر گڑبڑ ہو گیا تھا ۔ اس لئے غلط اطلاع دینے کے لئے ہمیں معاف فرمایئے ۔

خط کو ختم کر کے لیلا نے کہا "یہ کیا معاملہ ہے سروج ؟"

سروج نے کہا "اب تو میں رئیس نہیں ہوں ؟"

"نہیں"

"فقیر کے ساتھ فقیرن کا رشتہ ممکن ہے نہ ؟"

"ممکن ہے"

"موزوں بھی ہے نہ ؟"

"موزوں ہے"

"اور وہ جتنا جلد ہو سکے اُتنا ہی مناسب ہے نہ ؟"

"ضرور مناسب ہے حضور"

"تم حضور کہہ کر میرا مذاق اُڑا رہے ہو"

"مذاق نہیں اُڑاتا ۔ تمہیں اپنے دل کے مالک کی حیثیت سے حضور کہتا ہوں" یہ کہہ کر لیلا نے اسے سینے لگا کر اپنی محبت کا مظاہرہ کیا ۔

نہ مکان خریدا گیا، نہ موٹر خریدی گئی، فرم کے بڑے صاحب نے تمام باتیں سُن کر سروج کو مطالبے سے بری کر دیا ۔ ایک ایک مہینے کے کرایے کے طور پر پانسو روپیہ طلب کیا جسے لیلا نے زیور فروخت کر کے ادا کر دیا ۔

تینوں غریب غریبوں کی طرح، انتہائی خوشی کے ساتھ رہنے لگے ۔ تقریباً ایک سال کے بعد لیلا کے بیٹا پیدا ہوا اور سروج ہیڈ کلرک ہو گیا ۔

انسان کامل — انسان کامل کی تعریف اور کامل و مکمل انسان کے صفات۔ مصنفہ حضرت سید عبدالکریم جیلانی قدس سرہٗ قیمت عہ

میزان عمل — حضرت امام غزالی رحؒ کی کتاب کا اردو ترجمہ۔ خواہشات اور نفس کی جنگ۔ تزکیہ نفس، مجاہدۂ نفس کی تفصیل غرض دنیائے جہان کی کل کامیابیوں کی یہ کتاب کلید ہے۔ قیمت عہ

بدایت الہدایت — حضرت امام غزالی رحؒ کی کتاب کا اردو ترجمہ۔ اس میں اخلاق و آداب۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔ قیمت صرف ۱۲؍

قسطاس المستقیم — حضرت امام غزالی رحؒ کی کتاب کا اردو ترجمہ۔ تصوف کی اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۱۰؍

نفحات — یہ کتاب حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی نایاب تصنیف ہے۔ تصوف میں بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ ترجمہ اردو۔ قیمت صرف دس آنے (۱۰؍)

آداب المریدین — شیخ الاکبر حضرت محی الدین عربیؒ کی تصنیف ہے۔ پیر و مرید کے تعلقات اور آداب پر بہترین کتاب ہے ۲؍

شرح درود کبریت احمر — یہ درود شریف حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے جس کی شرح مولانا عبدالمالک صاحب سابق مشیر مال ریاست بہاولپور نے کی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے ... (۱۲؍)

شرح قصیدہ غوثیہ — حضرت غوث اعظمؒ کے قصیدہ کی شرح اردو میں از مولانا عبدالمالک صاحب قیمت عہ

الرسالۃ والنبوۃ — از مولانا عبدالمالک صاحب سابق مشیر مال ریاست بہاولپور قیمت صرف ۲؍

اسلامی سپاہیانہ زندگی — اس کتاب میں تاریخی واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نکبت اور افلاس کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے سپاہیانہ زندگی کو چھوڑ کر شاہانہ اور امیرانہ زندگی اختیار کر لی ہے۔ پھر اس مرض کا علاج تجویز کیا ہے۔ مصنفہ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

اکابر قوم — مسلمان عالموں، فقیروں، امیروں اور لیڈروں میں جو خرابیاں ہیں ان کو بیان کر کے ان کی اصلاح کے طریقے بتائے ہیں۔ قیمت صرف چھ آنے ... (۶؍)

دربار علم — مؤلفہ مولینا عبدالماجد صاحب۔ جس میں ارکان اسلام اسرار فلسفہ وغیرہ نہایت تفصیل و شرح سے درج ہیں قیمت عہ

تحقیق الروح — از مولینا نور عالم صاحب۔ اس کتاب میں روح کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت صرف تین آنے (۳؍)

درس محبت — از حضرت ابوالبرکات سید محمد افضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف۔ قیمت صرف دو آنے (۲؍)

رشد الراشدین — شیعہ مذہب کے نوادر یعنی سوالات اعتراضوں کا خود انہی کی کتاب سے جواب دیا گیا ہے۔ قیمت عہ

فطرت نسوانی — لڑکیوں کی تربیت میں بہترین کتاب ہے۔ مؤلفہ مولینا عبدالسلام ندوی۔ قیمت عہ

دختر سمرنا — خالدہ خانم وزیر تعلیم ترکی گورنمنٹ نے تسخیر سمرنا کے حالات کو ناول کے پیرایہ میں لکھا ہے۔ قیمت عہ

دختران شمشیر — تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر جانباز اور حوصلہ مند خواتین کے حالات۔ قیمت صرف عہ

فلسفہ خواب — اس کتاب میں خواب کا فلسفہ قدیم و جدید بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر اردو کی یہ پہلی کتاب ہے قیمت صرف دس آنے ... (۱۰؍)

المسئلہ شرقیہ — مصطفیٰ کامل پاشا کی تصنیف۔ مترجمہ مولانا نیاز فتحپوری۔ یہ کتاب سیاسیات اسلامی کے اسرار کا محرم راز ہے۔ قیمت دو روپے ... (عہ)

تفسیر سورۂ یوسف — یہ اس سورہ کی مکمل تفسیر ہے۔ اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ نے احسن القصص لکھا ہے قیمت صرف آٹھ آنے ... (۸؍)

مجموعہ وظائف — خاندان چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، نظامی کا سلسلہ معہ شجرہ وظائف جو روزمرہ معمول سے پڑھے جاتے ہیں قیمت مکمل مجموعہ مجلد ... دس آنے ... (۱۰؍)

مجموعہ وظائف خورد قیمت تین آنے ... (۳؍)

سات ستارے — اس کتاب میں سرزمین پنجاب کے سات درخشندہ ستاروں کے حالات نہایت تحقیق سے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف تیرہ آنے ... (۱۳؍)

اسلامی کہانیاں حصہ دوم قیمت چار آنے (۴؍)

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

ضحاک ڈرامہ سانپوں والے بادشاہ ضحاک اور فریدوں کا قصہ شاہنامہ میں اُستاد ادبا فردوسی نے فصاحت و لطافت سے بیان کیا ہے مگر اس کی تاریخی حیثیت معتبر نہیں۔ فاضل ادیب جناب اختر شیرانی نے اس ڈرامہ کو تاریخی رنگ دینے کی بجائے ایک خیالی و تصوری افسانہ کے واقعہ بنا دیا ہے قیمت عمر

معصوم کلیسا دورِ حاضرہ کا بہترین ادبی شاہکار ڈرامہ جس میں محبت کے اسرار مرمزی بے نقاب کئے گئے ہیں قیمت ۱۲/

رموزِ شادی خانہ آبادی اس کتاب میں جو بات لکھی گئی ہے وہ قانون طب۔ سائینس اور مذہبی اصول سے باہر نہیں ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے .. .. (۱۲/)

رشوت رشوت کے اقسام۔ رشوت کیونکر پکڑی جاتی ہے اور اسکی اصلاح۔ ایک ریٹائرڈ مجسٹریٹ و کلکٹر کے مشاہدات۔ قیمت ۶/

پھل اور میوہ جات ہر قسم کے پھل دار بوٹے اور درخت و باغات لگانے کے طریقے اور پھل محفوظ رکھنے کی ترکیبیں۔ قیمت ۸/

ترکاریاں ترکاریوں کی کاشت اور اسے تجارتی اغراض کے فائدہ اٹھانے کے علم پر زمانہ حال کی تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے۔ قیمت ۸/

حالات مولانا رومؒ حضرت مولانا رومؒ کے مفصل حالات زندگی اور فرقہ مولویہ رقص کا نظارہ۔ قیمت ۱۲/

شمس تبریزؒ مولانا رومؒ کے مرشد خواجہ شمس الدین تبریزیؒ کے حالات و خوارقِ عادات۔ قیمت صرف ۶/

ہندوستان میں عرفان کی پہلی تجلی خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔ قیمت صرف چھ آنے .. .. (۶/)

میر درد دہلوی ہندوستان کے مشہور صوفی اور اہلِ دل شاعر کے حالات۔ قیمت صرف دو آنے (۲/)

سید جمال الدین افغانی موجودہ ترک احرار پارٹی کے سب سے پہلے بانی کے حالات قیمت صرف ۳/

حیات سعدیؒ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ کے حالات ہر مرد اور بچے بوڑھے کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے قابل ہیں۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵/)

سیرۃ النعمانؓ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات قیمت صرف چار آنے .. .. (۴/)

حیات امام مالکؒ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قیمت صرف تین آنے .. (۳/)

حیات امام مسلمؒ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قیمت صرف چار آنے .. .. (۴/)

فضل الرحمنؒ حضرت فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے حالات۔ قیمت صرف دو آنے (۲/)

حیاتِ حالی مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی کے باتصویر حالات۔ قیمت صرف ۶/

حیات داغ جہانِ اُستاد مرزا داغ دہلوی کے باتصویر حالات قیمت صرف چھ آنے .. .. (۶/)

دیوان غالب مع شرح و مقدمہ مشتمل بر سوانح و تنقید کلام غالب قیمت دو روپے چار آنہ .. .. (عہ)

شرح دیوان حافظؒ لفظی ترجمہ نکات و حل شرح قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عمر

دیوان حافظ مترجم ترجمہ مع شرح از جناب خواجہ محمد عبدالشکور اختر بی۔ اے تحصیلدار قیمت ۸/

احسن القصص مسلمان بچوں کے لئے برگزیدہ مشاہیر کے حالات کے منتخب قصص و حکایات قیمت حصہ اول چھ آنے (۶/) حصہ دوم چار آنے (۴/)

مذاق العارفین تصوف کی سب سے بہتر کتاب حضرت امام غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم کا ترجمہ چار جلد ... مکمل کتاب۔ قریباً چھ سیر۔ قیمت سولہ روپے

اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت حضرت امام غزالیؒ قیمت تین روپے .. .. (سے)

القول المتین سورۃ والتین کی تفسیر اردو زبان میں مولانا ابو الکلام آزاد کے شحات قلم سے۔ قیمت آٹھ آنے (۸/)

العقیدۃ الوسطیہ اصول ایمان کی تفسیر ہے ترجمہ اردو قیمت صرف چھ آنے (۶/)

الوصیۃ الصغریٰ رسول کریم صلعم نے معاذ بن جبل صحابی کو جو تقویٰ توبہ استغفار وغیرہ مکارم اخلاق کے متعلق جامع وصیت فرمائی تھی اسکی پوری تشریح ہے مترجم اردو۔ قیمت صرف چار آنے (۴/)

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ افسانہ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

ہفت بہشت یعنی سوانح عمری خواجگان چشت اہل بہشت جس میں ثنات اولیائے کرام کے حالات وواقعات درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے .. (عہ/)

کملی والا پنجابی زبان میں حضرت سرورِ کائنات سردار دو جہان صلعم کے حالات زندگی کو ایسی خوبی سے نظم کیا ہے کہ مصنف کی محنت کی داد دینی پڑتی ہے۔ قیمت دو روپے چار آنہ (عہ/)

سعادت الکونین فی فضائل الحسنین یہ کتاب امام حسن و حسینؑ سبطین رسول مقبول صلعم کے مناقب اور فضائل شریف میں لکھی گئی ہے قیمت صرف ایک روپیہ .. .. (عہ/)

فردوس آسیہ فضائل صحابہ میں بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ/)

تصدیق صداقت حضرت رسول کریم صلعم کے حالات کلام اللہ شریف اور اسلام کی صداقت کلیہ غیر مسلموں کی سند اور تائید سے ثابت کی گئی ہے۔ قیمت صرف ۱۲/

سیرت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ یہ کتاب آپ کی زندگی کے جامع و مانع حالات اور آپ کی زبردست تبلیغی کارناموں کا عدیم النظیر مجموعہ ہے ابتداء میں آپ کا مولد اور نسب بیان کرنے کے بعد آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی ولادت اور زمانہ طفولیت۔ تحصیل علوم۔ شریعت و طریقت کے دلکش واقعات درج ہیں قیمت عہ/

سیرت امام ربانیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے زمانہ طفولیت سے لے کر تمام حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ قیمت دو روپے آٹھ آنہ .. .. (عہ/)

مکتوبات شریف حضرت خواجہ محمد معصومؒ

حضرت امام ربانی کے خلف الرشید حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکاتیب شریف کا مجموعہ فن تصوف کی پاک اور اصلی تعلیم پر مشتمل ہے۔ قیمت عہ/

سیرت صابرؒ یہ کتاب حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ کے مفصل حالات زندگی کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ قیمت صرف چھ آنے .. .. (۶/)

سیرت غوث اعظمؒ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی یہ سوانح عمری بالکل نئے اور دلکش انداز میں لکھی گئی ہے۔ آپ کے خاندان۔ آپ کی ولادت سے لے کر آخیر عمر تک کے تمام حالات۔ تکالیف و مصائب کا مقابلہ۔ تبلیغ اسلام۔ ایک لاکھ فساق و فجار کا توبہ کرنا۔ پانچ ہزار یہود و نصاریٰ کا حلقہ اسلام میں داخل ہونا۔ آپ کی کرامات۔ اخلاق و عادات مجاہدات۔ عراق کے بیابانوں کی سیاحت۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کے مفصل اور صحیح حالات درج کئے گئے ہیں۔ چہل کاف اور قصیدہ غوثیہ کی شرح بھی درج ہے۔ قیمت تین روپے .. .. (سے/)

سیرت بابا فرید گنجشکرؒ یہ حضرت بابا فرید گنجشکر پاک پٹنیؒ کی مفصل سوانحعمری ہے۔ اس میں آپ کے خاندان۔ آپ کی ولادت۔ بچپن۔ تحصیل علوم دین۔ مختلف ممالک کی سیاحت۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا۔ مجاہدات کر کے خلافت حاصل کرنا۔ اشاعت اسلام کرنا۔ پاک پٹن میں روحانی فیض جاری کرنا۔ وفات۔ آپ کی کرامات۔ ملفوظات۔ عملیات۔ آپ کے خلفاء۔ اولاد۔ عرس مبارک اور تصانیف وغیرہ وجد میں لانے والے مضامین درج ہیں۔ قیمت آٹھ آنے .. .. (۸/)

ہدایت الطالبین یہ تصوف کی ایک بے نظیر کتاب ہے جس کے اندر سلوک نقشبندیہ کو پوری شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے سالک فی الحقیقت بغیر کسی پیر طریقت کے مقامات سلوک طے کر سکتا ہے۔ غرض طریقت کا دریا کوزہ میں بند ہے۔ اس سے عمدہ سلوک کی کوئی اور کتاب ملنی مشکل ہے۔ قیمت صرف چودہ آنے .. (۱۴/)

عملیات مشائخ یہ عملیات کی نادر کتاب ذیل کے اولیاء اللہ کے مستند تیر بہدف عملیات کا مجموعہ ہے۔

(۱) حضرت غوث اعظمؒ (۲) خواجہ حسن بصریؒ (۳) امام غزالیؒ (۴) خواجہ نقشبند بخاریؒ (۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ (۶) خواجہ معین الدین اجمیریؒ (۷) داتا گنج بخش لاہوریؒ (۸) بابا فرید گنجشکرؒ (۹) حضرت صابر کلیریؒ (۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

یہ بے نظیر مجموعہ حال ہی میں طبع ہوا ہے ہر شیخ کے عملیات الگ الگ درج ہیں۔ قیمت صرف چھ آنے .. .. (۶/)

(محصولڈاک ہر ایک کتاب بذمہ خریدار ہوگا)

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

قرآن کے عملیات

قرآن پاک کے بیشمار زود اثر عملیات کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ اس میں وہ سربستہ عملیات ظاہر کئے گئے ہیں۔ جو برسوں صوفیاء کی خدمت کرنے سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتے۔ عملیات کے چند عنوان یہ ہیں۔ حُب۔ بُغض۔ تسخیر۔ ہلاکت دُشمن۔ زبان بندی دُشمن۔ کشائش رزق۔ دولت مند بننا۔ تسخیر حکام۔ شناخت چور۔ رفع آسیب۔ تجارت میں ترقی کرنا۔ دفع امراض۔ آئندہ حالات معلوم کرنا۔ استخارہ جات حصول مُلازمت۔ سرکار مدینہ کی زیارت۔ حل مشکلات۔ حصول مرادات۔ ادائیگی قرضہ وغیرہ۔ قیمت صرف آٹھ آنے ... ... (۸/)

اسلام اور تعدد ازدواج

اس کتاب میں مسئلہ تعدد ازدواج کو پُر زور عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے تائید میں محققین یورپ کے خیالات نقل کئے گئے ہیں۔ توریت انجیل کی تعلیم ویدک اور ویدک رشیوں کے طرز عمل سے غیر محدود اور غیر مشروط تعدد ازدواج کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ پھر کئی ابواب میں آنحضرت صلعم کے نکاحوں کی بیشمار حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ آپ کے تمام نکاحوں کی اصلی غرض و غایت اور ان کے حقیقی مصالح پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مخالفین کے تمام اعتراضات کا جو انہوں نے آنحضرت صلعم کے نکاحوں کے متعلق کئے ہیں نہایت ہی معقول اور خوب مدلل مسکت جواب دیا گیا ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے ... ... (۱۲/)

خونِ کربلا

اس کتاب میں واقعہ کربلا کے پُر درد مُفصل اور صحیح حالات اس انداز سے بیان کئے ہیں کہ کربلا کا پورا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یزید کی حرکات قبیحہ کا انجام بھی درج ہے قیمت ۸/

چاہ بابل

اس کتاب میں حدیث کی تمام کتابوں سے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کے حیرت انگیز حالات دلکش پیرایہ میں ایک جگہ جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف تین آنے ... ... (۳/)

آسمانی کرڈک

اس کتاب میں ان معیاروں کی جو مرزائی حضرات مرزا صاحب کے صدق میں پیش کیا کرتے ہیں بڑے زور سے تردید کی گئی ہے کتاب کے آخر حصہ میں ختم نبوت پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت صرف ۷/

مرزائیوں سے فسخ نکاح

یہ فتویٰ حال ہی میں ترتیب دیا گیا ہے قیمت صرف تین آنے (۳/)

شمائل ترمذی مُترجم اردو

یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حسنہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ عربی عبارت جلی باعراب لکھی گئی ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ ... ... (عہ/)

تعلیم دینیات

یہ سلسلہ مدرسوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے لکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے صرف تین رسالے ہیں۔ ان میں نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ جنازہ۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ وغیرہ تمام ضروری مسائل نہایت ہی آسان اور عام فہم اُردو زبان میں لکھے گئے ہیں تاکہ بچے تمام ضروری اسلامی احکام اور مسائل سے واقف ہو سکیں۔ تعلیم دینیات کا پہلا رسالہ ۱/ تعلیم دینیات کا دُوسرا رسالہ ۲/ تعلیم دینیات کا تیسرا رسالہ ۲/

اسلامی دینیات

اس کتاب کے چار حصے ہیں۔ ان میں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ صدقہ فطر۔ عید۔ قربانی۔ جنازہ۔ نکاح۔ طلاق۔ نجاست پاکی و ناپاکی۔ حلال و حرام وغیرہ وغیرہ کے تمام مسائل واحکام پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ فقہ کی ضخیم کتابوں سے پوری تحقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں پیدائش سے لیکر موت تک انسانی زندگی کا کوئی ضروری مسئلہ نہیں جو اس کتاب میں موجود نہ ہو۔ گویا فقہ کا مکمل نصاب ہے۔ اس کتاب کے مُطالعہ کے بعد بڑی بڑی فقہی کتابوں کے مطالعہ سے آپ بے نیاز ہو جائیں گے۔ جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں اُن کے لئے یہ ایک بےنظیر مجموعہ ہے۔ بیشمار اسلامی مدرسوں میں بطور نصاب داخل کیگئی ہے۔ قیمت حصہ اوّل ۲/ دوم ۴/ سوم ۳/ چہارم ۲/

بےنظیر خوشخط مُعرّا جلی حمائل شریف

یہ حمائل شریف کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد تیار ہوئی ہے۔ حروف موتیوں کی طرح خوشنما ہیں باوجودیکہ سائز چھوٹا ہے لیکن خط بہت جلی اور صاف ہے۔ کمزور نظر والا بھی اسے بلا تکلف پڑھ سکتا ہے۔ صحت میں انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت مجلد صرف ایک روپیہ ... ... (عہ/)

صحیح مُسلم شریف پارہ اوّل مُترجم و محشّٰی اُردو

عربی عبارات باعراب خوشخط جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ ترجمہ بین السطور ہے اسکے ہر صفحہ پر بہت سے مُفید حواشی درج کئے گئے ہیں جن سے کتاب الایمان کے تحت میں جو ۲۵ ابواب ہیں سب کے سب درج ہیں۔ قیمت صرف عہ/

توضیح الفرقان

یعنی تفسیر پارہ عم جو حسن معانی اور تشریح مطالب کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ قیمت عہ/

قاعدہ تیسیر القرآن

یہ قاعدہ مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب فاروقی بی۔ اے کی تصنیف ہے اسکے پڑھنے سے بچہ چند ہی ماہ میں ہر خط کا لکھا ہوا قرآن شریف فرفر پڑھنے لگتا ہے آخر میں مکمل نماز درج کیگئی ہے۔ قیمت ۲/

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

تصانیف علامہ راشد الخیری دہلوی

سیدہؓ کا لال } شہیدِ کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر بہترین کتاب۔ قیمت عہ/

آمنہؓ کا لال } اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف جس کا کئی سال سے تعلیمیافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا چھپکر تیار ہے قیمت عہ/

حیاتِ صالحہ } اس میں نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے .. .. (عہ/)

بیلہ میں میلہ } غدر دہلی کی لٹی ہوئی شہزادیوں کی دردانگیز سرگذشت۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲/)

صبحِ زندگی } اس کتاب میں لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قیمت عہ/

شبِ زندگی } یہ کتاب صبحِ زندگی کا دوسرا حصہ ہے۔ قیمت حصہ اول عہ/ حصہ دوم عہ/

نوحہ زندگی } نوحہ زندگی کا ہر فقرہ درد و اثر سے لبریز ہے۔ نوحہ زندگی بتائیگی کہ سنگدل ماں اور جفاشعار باپ کی بدولت ایک لڑکی نکاحِ ثانی کے جرم میں کس طرح قید کی مصیبتیں بھگت رہی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے .. .. (۱۲/)

نسوانی زندگی } نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ ہونے کے ساتھ سبق آموز اور درد و اثر سے لبریز ہے۔ قیمت ۸/

وداعِ خاتون } وہ خون کے آنسو جو تعلیمیافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشار پرداز محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر مرحومہ کے خسر علامہ راشد الخیری نے گرائے ادبِ اردو کے وہ قیمتی موتی ہیں۔ جو سے زمانہ ابد تک ہمیشہ جگمگاتا رہیگا۔ وداعِ خاتون انہیں مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۱۲/

منازل السائرہ } ایک لڑکی کی عملی زندگی کا مکمل درس خانہ جس کے پڑھنے کے بعد وہ ایک تجربہ کار سن رسید کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ قیمت حصہ اول عہ/ قیمت حصہ دوم عہ/

منازلِ ترقی } اس کتاب میں ترقی یافتہ انسانوں کی اندرونی زندگی کی تصویر ہے جس میں ایک سچا واقعہ بیان کیا گیا ہے قیمت ۴/

ستونتی } کہنے کو افسانہ ہے پڑھنے کو کہانی لیکن اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتاب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

تیغِ کمال } اگر آپ کو غازیِ اعظم مصطفیٰ کمال کی سوانحعمری۔ یونان کے خلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے منظر دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھئے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے .. .. .. (عہ/)

یاسمینِ شام } تسخیرِ شام۔ ہلال وصلیب کے معرکہ ہائے کے واقعات حضرت عمرؓ کے دقت کی داستان حسن و عشق کا دلچسپ فسانہ۔ قیمت عہ/

عروسِ کربلا } کربلا کے تاریخی واقعات کچھ پہلے ہی کم دردانگیز نہیں اس پر مولینا راشد کے قلم گوہر رقم نے قیامت ڈھادی ہے۔ قیمت عہ/

جوہرِ قدامت } مغربی تعلیم اور مشرقی تربیت کا مقابلہ دو بہنوں کی پرتکلف داستان ناول کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ قیمت عہ/

موؤدہ } ایک لڑکی کی دردانگیز کہانی علامہ راشد کی زبانی۔ قیمت صرف آٹھ آنے .. .. .. (۸/)

سرابِ مغرب } تعلیمِ نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے۔ حضرت مصنف کا فیصلہ قابلِ دید ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

شہیدِ مغرب } شہیدِ مغرب اور دوسرے دردانگیز جگرخراش افسانے جو درد و اثر کے لحاظ سے علامہ راشد کے تمام افسانوں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ .. .. .. (عہ/)

طوفانِ حیات } شرک اور دوسری بیہودہ رسوم کے ازالہ کے لئے یہ کتاب بطور ناول لکھی گئی ہے قیمت صرف عہ/

تفسیرِ عصمت } ایسا نہایت حیرت انگیز اور مؤثر و سبق آموز افسانہ ہے قیمت صرف چھ آنے .. .. .. (۶/)

جوہرِ عصمت کلاں } اس میں تیرہ ۱۳ مختلف نہایت دلچسپ سبق آموز افسانے درج ہیں۔ قیمت عہ/

جوہرِ عصمت خورد } فسانہ تنویر اور ملکہ شہزادہ دو دلچسپ قصے معہ خاتمہ بالخیر۔ قیمت صرف ۶/

امین کا دمِ واپسیں } شہنشاہ ہارون الرشید کے لختِ جگر اور اسکی مشہور ملکہ زبیدہ خاتون کے لعل شہزادہ امین الرشید کا قتل۔ ماں کی بیچینی۔ باپ کی تڑپ۔ ایک لاجواب تاریخی ناول ہے قیمت صرف چھ آنے .. .. (۶/)

درِ شہوار ۔ ایک ایران کی شہزادی کا واقعہ۔ قیمت صرف ۱۰/

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

نوبت پنج روزہ — اس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلواد ینگی۔ بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تصویریں بھی دیگئی ہیں۔ قیمت عہ/

وِڈیا کی سرگذشت — فیشن اور جوش کی دیوانی ایک خاتون کی سرگذشت خود اُسی کی زبانی۔ قیمت ۶/

تمغہ شیطانی — اس کتاب میں اُمت شیطانی کے آٹھ بے مثل کیرکٹر ہیں اور ہر کیرکٹر ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرت ہو بہو فوٹو ہے۔ افسانہ کی دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ قیمت صرف بارہ آنے ... ... (۱۲/)

قلبِ حزیں — بیس چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ علامہ راشد کی انشاپردازی کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ۔ قیمت صرف ۸/

انگوٹھی کا راز — تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے قیمت صرف آٹھ آنے ... ... (۸/)

طوفانِ اشک — اُن بارہ درد انگیز افسانوں کا مجموعہ ہے۔ جن کی ہندوستان بھر میں دھوم مچ چکی ہے۔ قیمت عہ/

سیلابِ اشک — علامہ راشد کے سات ایسے ہی معرکۃ الآرا افسانے جن کا ڈنکا بج چکا ہے ہر افسانے کے ساتھ ہاف ٹون بلاک کی تصاویر ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ/)

گلدستہ عید — علامہ راشد کے اُن چودہ مؤثر مضامین و افسانوں کا مجموعہ جن کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے کسی ایسی عید کی سیر کرادیگا جو مدت العمر فراموش نہ ہوگی۔ قیمت صرف بارہ آنے .. .. (۱۲/)

منظرِ طرابلس — تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیرؓ بن عوام کی بے مثل بہادری۔ ایثار۔ شجاعت۔ محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی۔ حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشوؤں کی سیہ کاریاں اور شہزادی لیبو کی کہانی۔ فتح طرابلس کا آخری منظر۔ قیمت صرف ۵/

محبوبہ خداوند — اس کتاب کو پڑھکر عہد عثمانی کی تاریخ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت صرف ۱۲/

روداد قفس — مولانا راشد کی بے نظیر اور پُر درد نظموں کا مجموعہ قیمت صرف چھ آنے ... ... (۶/)

گرفتارِ قفس — روداد قفس کا دوسرا حصہ قیمت صرف ۴/

شہنشاہ کا فیصلہ — عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز افسانہ قیمت صرف چار آنے (۴/)

سودائے نقد — ایک نہایت دلآویز افسانہ۔ کنواری لڑکیاں نہ منگوائیں۔ قیمت صرف چھ آنے .. (۶/)

ولائتی نتھی — ایک نہایت دلآویز افسانہ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

جمالِ ہمنشیں — جنت مکانی خاتون اکرم کے ادبی مضامین کا نہایت خوبصورت مجموعہ۔ قیمت عہ/

پیکرِ وفا — جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کا ایک نتیجہ خیز دلآویز مختصر افسانہ۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

بچھڑی بیٹی — خاتون اکرم مرحومہ کا ایک دلچسپ اور مختصر افسانہ قیمت صرف آٹھ آنے ... ... (۸/)

گلستانِ خاتون — محترمہ خاتون اکرم کے بے مثل افسانوں کا مجموعہ جو نسوانی دنیا میں غیر فانی اثر رکھتے ہیں قیمت عہ/

عصمتی دسترخوان — اُردو زبان میں مشرقی و مغربی کھانے تیار کرنیکی بہترین کتاب ہے۔ قیمت عہ/

عصمتی کشیدہ — اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/)

عصمتی کروشیا — کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین کتاب جس کی تصویریں مشہور مصور مسٹر سمیع۔ جی۔ ڈی آرٹ سے بنوائی گئی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے .. .. (عہ/)

عصمتی ہنڈکلیا — کھانا تیار کرنے کی بہترین کتاب جس میں تمام ترکیبیں تجربہ کرلینے کے بعد درج کی گئی ہیں قیمت صرف آٹھ آنے ... ... (۸/)

انوری بیگم — انوری بیگم ایک انگریزی تعلیمیافتہ شریف اور معزز گھرانے کی چشم و چراغ ہے اسکی بیمارداری اور تیمارداری منگنی اور شادی کے واقعات نہایت خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت عہ/

غیرت کی پتلی — ایک دلآویز سبق آموز افسانہ از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل۔ قیمت صرف چھ آنے (۶/)

مختصر دنیا — گلیور صاحب کی سیاحت دنیا کا اُردو ترجمہ قیمت صرف پانچ آنے ... ... (۵/)

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ افسانہ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

مسلمان لڑکیوں کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی تعلیم کا سلسلہ

تعلیم النسا کا قاعدہ جس میں حروف شناسی اور عبارت خوانی کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے خیالات اور محاورات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے اور اس سلسلہ کی آیندہ دینی و ادبی تعلیم کا آغاز مفرد و مرکب الفاظ کی صورت میں کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ (۱؍)

تعلیم النسا کی پہلی کتاب جس میں آیندہ دینی و ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کیلئے آسان لفظوں میں توحید و رسالت کے تصور کی طرف رہنمائی کی گئی ہے پھر چند مناظر قدرت دکھائے گئے ہیں اور کئی نصیحت آمیز کہانیوں کے نتائج پر توجہ دلائی ہے۔ قیمت صرف تین آنے (۳؍)

تعلیم النسا کی دوسری کتاب جس میں دینداری اور سلیقہ، عام آداب اور اخلاق کے متعلق ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے مذاق اور ادراک کے موافق مختلف دلچسپ پیرایوں میں درج ہیں قیمت ۶؍

تعلیم النسا کی تیسری کتاب جس میں اسلامی عقائد اور مسائل طہارت و نماز کا بیان۔ بزرگوں اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب، خانداری کے ہر شعبہ کا ذکر، شبا روزی کاروبار کے آداب اور نیک اخلاق کا بیان تفصیل کے ساتھ مختلف پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت صرف ۹؍

تعلیم النسا کی چوتھی کتاب متعلقہ مسائل دینیہ۔ اس کتاب میں نہایت محنت سے فقہ حنفیہ کی مشہور کتابوں سے تمام دینی مسائل کو نہایت آسان اردو میں لکھا گیا ہے شروع سے لیکر آخر تک کوئی ایسا ضروری مسئلہ نہیں جو درج نہ کیا گیا ہو۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲؍)

تعلیم النسا کی پانچویں کتاب جس میں شوہر اور اسکے فضائل و آداب کا ذکر خانہ داری کے شعبوں میں سے گھر بار مال و متاع۔ کھانے پینے کے سامان۔ کپڑے، زیور، کام کاج۔ کھانے پکانے۔ سینے پرونے عورتوں کے شغل وغیرہ کا تفصیلی بیان درج ہے۔ قیمت صرف ۱۵؍

تعلیم النسا کی چھٹی کتاب جس میں تربیت اولاد کے متعلق مفصل و مکمل بیان موجود ہے۔ قیمت عہ

تعلیم النسا کی ساتویں کتاب (الملقب بہ شیر منزل) یعنی کتاب و سنت کی اخلاقی تعلیم کی لب لباب۔ بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کے لئے ضابطہ آداب دین اسلام کا معیار تہذیب۔ غافلین لوپ کے لئے تازیانہ تادیب طالب ہدایت کے لئے رہنمائے دینی و دنیوی۔ ذوات بصیرت کے لئے اردو کی مثنوی و معنوی۔ قیمت ایک روپیہ پانچ آنے (۱؍۵)

سوانح سلطان صلاح الدین اعظم سلطان صلاح الدین اسلام کے ان تاجداروں میں سے تھا جن کی سطوت و جلالت کا سکہ تمام دنیا مانتی تھی۔ انصاف اور رحمدلی کے تمام دوست دشمن قائل تھے قیصر ولیم ثانی جب روم و شام کی سیاحت کو گیا تو اس نے سلطان کے مزار پر سونے کا تاج چڑھایا۔ اس اولوالعزم سلطان کی شاندار سوانح زندگی چھپکر تیار ہے۔ کتاب کے شروع میں سلطان کا فوٹو اور اخیر میں سلطان کی مزار کا عکسی فوٹو دیا گیا ہے۔ حجم ۳۰۰ صفحے۔ قیمت دو روپے (عہ)

تاریخ حریت اسلام جس میں زمانہ رسالت، عہد خلافت راشدہ، عہد بنی امیہ، عہد بنی عباسیہ، عہد بنی بویہ و سلجوقیہ، دولت ہسپانیہ و غزنویہ، ترکی، مصر، الجزائر، مراکش، فرمانروایان ہند، خاندان فاغنہ و غلامان، عہد مغلیہ، مسلمان بادشاہان دکن۔ سندھ و کشمیر کے عہدہائے گذشتہ کے باعتبار حق پرست۔ حق گو بزرگوں کے حیرت خیز جرأت آفرین اور ولولہ انگیز استقلال اور جوش و ایثار کے حریت آمیز حالات اور عدل و انصاف حریت و مساوات خداترسی و پاکیزہ نفسی کے حامی بادشاہوں کے سبق آموز واقعات کے علاوہ پرستاران حق و صداقت و فدائے مذہب و ملت عورتوں کی سوانح حیات درج ہیں۔ قیمت تین روپے (سہ؍)

تاریخ سلاطین آل عثمان معہ جنگ ترکان احرار و یونان تمام سلاطین آل عثمان کی تصاویر اور چند ایک نقشوں کے ساتھ کتاب کو شائع کیا گیا ہے۔ قیمت صرف دو روپے (عہ)

[illegible] اس کتاب میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ تمام اہم اور ضروری باتیں جو مذہبی معلومات سے تعلق رکھتی ہیں درج کی گئی ہیں۔ قیمت صرف عہ

اسلامی زندگی کلاں جس میں اہلسنت والجماعت کے عقائد کے ماتحت اسلامی معاشرت سے تعلق رکھنے والے ان تمام ضروری اور نازک مسائل کو نہایت تحقیق و تصدیق کے بعد معتبر کتب سے جمع کیا گیا ہے۔ قیمت تین روپے (سہ)

عارفات سلطانی ہندوستان کی تعلیمیافتہ خواتین کیلئے چالیس فی الحمد عورتوں کے حالات و اقوال۔ قیمت مجلد عہ

ترکی حرم اس کتاب میں ترکی خواتین کی معاشرت پر ایک نظر غائر ڈالی گئی ہے اور تصویر کا اصلی پہلو دکھایا ہے۔ قیمت ۸عہ

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ افسانہ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

عالمگیر الیکٹرک پریس سید مٹھا بازار لاہور میں باہتمام مسٹر چمنی لال پرنٹر چھپا کر دفتر رسالہ افسانہ چوک بازار مزنگ لاہور سے شائع ہوا

لکھ پتی بننے کا نسخہ

کئی ہزار آدمی اس بے نظیر نسخہ کے استعمال سے لکھ پتی بن چکے ہیں کوئی وجہ نہیں کہ آپ کیوں نہ بن جائیں!

پریمیم بانڈ خرید کر مالا مال بن جائیے

پریمیم بانڈ کیا چیز ہیں؟ جس طرح سرکار انگریزی وقتاً فوقتاً ہندوستان یا انگلستان میں قرضہ حاصل کرتی ہے اور رقم قرضہ کے عوض تمسکات جاری کرتی ہے یا جس طرح بمبئی اور کلکتہ شہروں کی میونسپل کمیٹیاں شہر کی حدود بڑھانے کے لئے قرضہ لیتی اور تمسکات جاری کرتی ہیں! اسی طرح یورپ میں بعض گورنمنٹیں اپنے ملک کی تجارت، صنعت و حرفت یا غیر آباد اضلاع جزائر کی آبادی کے لئے قرضہ حاصل کرتی ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں حاصل کردہ انگریزی قرضہ کو جس طرح گورنمنٹ آف انڈیا لون بانڈ سنہ ۱۹۳۱ء کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فرانس میں کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۰ء بانڈ ہوتا ہے یعنی حکومت فرانس نے سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک سو پچاس کروڑ قرضہ جنگ حاصل کیا ہر ایک تمسک پانسو فرانک (فرانس کے سکہ کا نام ہے جو عموماً چار آنہ کے مساوی ہوتا ہے مگر اس کی قیمت انگریزی پونڈ کی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے) کا جاری کیا گیا جس پر انکم ٹیکس معاف ہے اور پانچ فیصدی سالانہ سود اس پر دیا جاتا ہے۔ علاوہ سود کے گورنمنٹ فرانس اس قرضہ کے قرضخواہوں کو ان کے تمسکات پر ہر سال پانچ کروڑ فرانک (قریباً سوا کروڑ روپیہ) بطور انعام تقسیم کرتی ہے۔ انعام سال میں آٹھ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ایک قرعہ اندازی میں پہلا انعام دس لاکھ فرانک یا قریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے۔ باقی چھوٹے انعام ہوتے ہیں اور معقول تعداد تمسکات کی پوری رقم معہ سود خریداران تمسکات کو واپس ادا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ قرضہ جو سنہ ۱۹۲۰ء میں حاصل کیا گیا ہے سنہ ۱۹۹۵ء میں کلہم ادا ہو جاتا ہے۔

تمسکات قرضہ بطور کرنسی نوٹ یہ تمسک فرانس میں اور دوسرے یوروپین ممالک میں بطور کرنسی نوٹوں کے بوقت ضرورت ایک آدمی دوسرے کو دے سکتا اور خرید و فروخت میں ان کو استعمال کر سکتا ہے۔ اپنی رقم ایسی ہے جیسے کہ امپیریل بنک یا ڈاکخانہ میں جمع کرا دی۔ جب ضرورت پڑی نکالی۔

ہندوستان میں یہ تمسکات ہندوستان میں بھی آپ ان تمسکات کو جب اور جس وقت چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔ فروخت کرنے کے وقت جو شرح تبادلہ ہو اس کے مطابق نقد قیمت پر بک سکتے ہیں۔ تمسکات کے ساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں وہ بیچ کر سود لے سکتے ہیں یا ان کو دیگر تمسکات کی خرید میں ادا کر سکتے ہیں۔

آپ کی رقم کو کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل محفوظ رہیگی انعامات بذریعہ قرعہ اندازی (لاٹری کے طریقہ پر) حکومت کے اعلیٰ افسروں و عام پبلک کے سامنے نکالے جاتے ہیں۔ شیشہ کا ایک بہت بڑا کرہ یا گول بکس ہوتا ہے جس میں تمسکات کے نمبر ڈالے ہوئے ہوتے ہیں۔ نمبران باہر سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس بکس کو گورنمنٹ کے انتظام سے سربمہر رکھا جاتا ہے۔ جب سب لوگ پورا اطمینان کر لیتے ہیں کہ مہریں درست ہیں تو ان کے سامنے مہریں توڑی جاتی ہیں اور فرانس کے قومی یتیم خانہ سے ایک ننھی لڑکی بلائی جاتی ہے وہ ایک نمبر نکالتی ہے۔ یہ جس خوش قسمت کا تمسک ہوتا ہے جس کو پہلا انعام ملتا ہے اس کے بعد وہ دوسرا نکالتی ہے۔ علی ہذا القیاس سب نمبر نکالے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بکس کو اسی طرح بند کر دیتے ہیں اور مہریں لگا کر امپیریل بادشاہی خزانہ میں بحفاظت رکھ دیا جاتا ہے اور پھر دوسری تاریخ تقسیم انعامات کو نکال کر پبلک کے سامنے نکالا جاتا ہے۔ تاریخ مقررہ کے بغیر اس میں کوئی نمبر داخل نہیں ہو سکتا نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کوئی تمسک خالی نہیں رہ سکتا جس پر انعام نہ نکلے۔ اس کی اصل زر کی واپسی ضروری اور یقینی ہے۔ اس طرح آپ کی ادا کردہ رقم کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس کا اصل محفوظ رہے گا۔ اور چھ ماہ بعد اس کا سود بھی آپ کو ملتا رہے گا۔

تمسک کے ساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں جو کسی بنک کی معرفت دے کر ان کی رقم وصول کر لی جاتی ہے۔ اور ہم بھی آپ کے کوپن سے کر سود ادا کرتے رہیں گے۔ ہر ایک تمسک پر ایک نمبر دیا ہوتا ہے اور اسی نمبر سے اس کی خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے۔ جب انعام نکلتا ہے تو گورنمنٹ گزٹ میں یہی اعلان ہوتا ہے کہ تمسک نمبر فلاں پر اس قدر انعام نکلا۔

انعامات کا روپیہ کس مد سے دیا جاتا ہے؟

بعض لوگ حیران ہوتے ہیں کہ یہ لاکھوں روپیہ کے انعامات کہاں سے دیے جاتے ہیں ہم اُن کو سمجھانے کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ فرض کرو ہماری سرکار پچاس کروڑ روپیہ چھ فیصدی سود پر قرض لیتی ہے اس کا سود سالانہ تین کروڑ روپیہ ہوگا۔ انگریزی گورنمنٹ سارا روپیہ سود کے طور پر ادا کرتی۔ مگر حکومت فرانس بجائے چھ فیصدی کے چار فیصدی سود دے گی اور دو فیصدی بچا کر جس کا ایک کروڑ روپیہ بنتا ہے ایک کروڑ کی رقم ہر سال تمسکات قرضہ کے خریداروں میں بطور انعام تقسیم کرے گی۔ جن تمسکات پر انعام نکلے گا اُن کے قرضہ کے تمسکات کی رقم ادا شدہ سمجھی جاوے گی۔ اور تمسک واپس لے کر انعام کی رقم ان کے حوالے کی جاوے گی۔ اس طرح قرضہ کا ایک معقول رقم خود بخود ادا ہوتی رہے گی۔

تمسکات لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا ہیں

پریمیم بانڈز (انعامی تمسکات قرضہ) لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا چیز ہیں۔ آپ کسی گھوڑ دوڑ میں یا لاٹری میں خواہ وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری ایک ٹکٹ خرید کرتے ہیں ہزاروں میں سے کسی ایک کے نام انعام نکل آتا ہے باقی سب ٹکٹوں کی رقم ضائع ہو جاتی ہے گویا جوا یا قمار بازی ہے جس میں ایک جیت گیا باقی ہار گئے۔ لاٹری میں ایک دفعہ ٹکٹ خرید وہ اسی لاٹری کے لئے کارآمد ہے جب لاٹری کی تاریخ گذر گئی اور آپ کے ٹکٹ پر کوئی انعام نہ نکلا وہ رقم تباہ ہو گئی۔ اور وہ روپیہ جو آپ نے اپنا اور اپنے عزیز بچوں کا پیٹ کاٹ کر بچایا اور کسی بڑے انعام کی امید پر ٹکٹ خریدنے میں لگایا تھا تباہ ہو گیا۔ مگر پریمیم بانڈ میں ایسا نہیں۔ سال میں چار دفعہ یا آٹھ دفعہ یا بعض تمسکات میں بارہ دفعہ آپ کے تمسک کا نمبر نکلنے کیلئے پیش ہوتا رہے گا۔ اور ایک دفعہ کا خریدا ہوا تمسک ہمیشہ انعام کے بکس میں محفوظ رہے گا۔ جب تک یا تو اس پر بہت بڑا یا کوئی چھوٹا انعام نہ نکلے۔ مگر بدقسمتی سے کوئی انعام نہ نکلے تو اصل روپیہ یا قرضہ کی پوری رقم جلدی یا بدیر ضرور مل جاوے گی اور سود مزید برآں۔ اس کو کہتے ہیں کہ آم کھاؤ اور گٹھلیوں کے دام چکا لو۔ بلکہ بعض دفعہ ایک آم خریدنے سے ایک باغ خریدا جا سکتا ہے یعنی ایک تمسک خرید کر اگر پہلا انعام نکل آوے تو آپ لکھ پتی ہو کر روپیوں سے کھیل سکتے ہیں۔

اس قدر رقم جو خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی

چونکہ ہر ایک تمسک پر انعام یا ادائیگی قرضہ ضروری ہے۔ اس لئے آنے والی تاریخ پر اگر آپ نے تمسک خریدا ہوا ہے تو بہت اغلب ہے کہ پہلا یا دوسرا انعام آپ کے تمسک پر ہی نکل آوے۔ ایسی صورت میں آپ اس قدر امیر ہو جاویں گے جس کا گمان آپ کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی

یورپ میں ان تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی اس قدر زیادہ ہے کہ جب ۲۴ مارچ ۱۹۳۲ء کو گذشتہ سال حکومت فرانس نے ایک نئے قرضہ کا اعلان کیا جس میں تمسک کی قیمت ایک ہزار فرانک تھی تو یہ رقم جس کی حکومت کو ضرورت تھی صرف دس کروڑ فرانک تھے لیکن یکم مئی ۱۹۳۲ء تک ایک مہینہ اور سات روز میں حکومت کے پاس دو ارب فرانک کو قرضہ دیئے جانے کی درخواستیں موصول ہو گئیں۔ فرانس کے اس اعتبار اور کامیابی پر وزیر اعظم انگلستان اور انگریزی اخبارات حیران رہ گئے۔ اور برٹش وزیر مال کو آخر کار اپنی ہم مائیگی اور فرانس کے تدبر کا سرکاری طور پر اعتراف کرنا پڑا۔ انگلستان کے نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے لکھا۔ کہ باوجود گورنمنٹ فرانس نے اس قرضہ کیلئے قوم سے اپیل نہیں کی تاہم مطلوبہ قرضہ سے بیس گنا مل جانا حکومت کے اعتبار اور ایمانداری سے انعام تقسیم کرنے اور دیانتداری سے نباہنے کا صاف نتیجہ ہے۔ حکومت فرانس نے نہ صرف پانچ فیصدی کی معقول شرح سود پیش کی بلکہ کئی کروڑ روپیہ سالانہ کے انعامات کا اضافہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ انگلستان کے تمام پریس اور مشہور اخبارات کے علاوہ بمبئی کے مشہور عالم اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا کہ فرانس کے انعامی تمسکات کا قرضہ نہ صرف اپنی حالت کو بعد از جنگ درست کرنے میں کمال کر دیا۔ بلکہ اس کے مشیران مال کے تدبر نے ایسے طریق حصول قرضہ کو ایجاد کر دیا جس کے باعث صد ہا خاندان ہر سال افلاس سے نکل کر امیر کبیر بن جاتے ہیں۔ کفایت شعاری سکھلانے خصوصاً غریب خاندانوں میں اور اس سے فائدہ اٹھانے کا فرانس نے جو طریقہ نکالا ہے وہ ہر ایک گورنمنٹ کے لئے جو اپنی قوم کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہے قابل تقلید ہے۔

بیوی بچوں کیلئے بیمہ زندگی سے بڑھ کر مفید

آپ دس ہزار کی رقم کے لئے اپنی زندگی بیمہ کسی کمپنی میں کراتے ہیں اور چالیس روپیہ ماہوار چندہ ادا کرتے ہیں چھ سات سال کے بعد آپ کی حالت اچھی نہیں رہتی اور آپ چندہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں سب بیمہ کمپنیاں ادا شدہ روپیہ ضبط کر لیتی ہیں۔ لیکن اگر آپ نے چالیس روپیہ ماہوار لگا کر بانڈ خریدے ہوتے۔ تو ممکن چھ سات سال کے عرصہ میں کئی لاکھ روپیہ انعام میں مل جاتے۔ ساتھ ساتھ سود ملتا رہتا ہے۔ اور بوقت ضرورت آپ خود یا آپ کے بعد آپ کے بیوی بچے ان کو بطور کرنسی نوٹوں کے فروخت کر کے رقم استعمال کر سکتے ہیں۔

روپیہ فوراً نکالو آپ کا روپیہ اگر گھر میں زیور کی صورت میں بند پڑا ہے تو زیور کو فوراً فروخت کر کے پریمیم بانڈ خرید لو۔ اگر بنک یا ڈاک خانہ میں ہے تو بھی آپ اُس کو فوراً نکال کر پریمیم بانڈ پر لگا دو۔ کیونکہ ان کا روپیہ تو اسی طرح محفوظ ہے گا سود ڈاک خانہ یا بنک کی شرح سے زیادہ ملتا رہے گا۔ اور کچھ نہ کچھ ہو جانے کے مواقع متعدد ہر سال بلکہ ہر ماہ آپ کو حاصل ہوتے رہیں گے۔

اقساط پر تمسک خریدے جا سکتے ہیں اگر آپ کے پاس روپیہ یکمشت نہیں تو اس کی پرواہ نہیں۔ دس۔ بیس۔ چالیس۔ پچاس روپیہ یا زیادہ ماہوار بھیجکر آپ تمسکات محفوظ کرا سکتے ہیں۔ مثلاً ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ اگر آپ یکمشت یہ رقم ادا نہیں کر سکتے تو ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کے ہمراہ بھیج دیجئے۔ ایک تمسک آپ کے لئے محفوظ کر کے ایک معاہدہ کا کاغذ ہم پہلی قسط آنے پر مکمل کر کے آپ کو بھیج دینگے جس پر آپ کے تمسک کا نمبر درج ہو گا۔ معاہدہ لکھے جانے کے بعد اس تمسک پر جو انعام نکلے یا اُس کی رقم واپس ہو تو وہ آپ کا حق ہو گا۔ بشرطیکہ باقی اقساط ماہوار آپ باقاعدہ انتظام سے بھیجتے رہیں ایک تمسک جس کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ بارہ اقساط پر ڈیڑھ سو روپیہ میں آپ کو ملیگا۔ اسی طرح تمسکات کی قیمت نقد علیحدہ ہے اور اقساط پر کچھ زیادہ ہے

انعامات کی مطبوعہ فہرستیں ہم اپنے دفتر میں باقاعدہ رجسٹر رکھتے ہیں اور اُن میں ہر ایک خریدار کا نام اور پتہ اور تمسک کا نمبر درج ہوتا ہے۔ ہر ایک انعامات کے بعد جب گورنمنٹ کی فہرست انعامات شائع ہوتی ہے تو ہم اپنے درج شدہ نمبران سے فہرست انعامات کا مقابلہ کرتے ہیں اور کامیاب خریداران کو بذریعہ تار یا خط جیسی صورت اور انعام کی اہمیت ہو خریداران کو اطلاع بھیج دیتے ہیں یا دہ تمسک جن میں کچھ انعام نکل سکتے ہیں وہ چار تمسکات کے خریداروں کے لئے یہ خدمت ہم خود انجام دے رہے ہیں۔ لیکن بڑی یا زیادہ تعداد میں تمسکات خریدنے والے اگر چاہیں کہ اُن کو فرانس سے سرکاری نتیجہ گزٹ ہمراہ روانہ ہو تو وہ چار روپیہ سالانہ اس کا چندہ ہماری معرفت بھیج کر گزٹ منگا کر خود نمبران کا ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ رسالہ صوفی میں نتیجہ انعامات باقاعدہ چھپتا رہتا ہے آپ دو روپیہ سالانہ ادا کر کے رسالہ صوفی کے خریدار بن جایئے۔ ایک تو بیش قیمت مضامین پڑھیئے اور ساتھ ہی نتیجہ سے مطلع ہوتے رہیئے۔

رقم کی فوری ادائیگی آپ نے ایک تمسک خریدا ہے۔ سال دو سال بعد آپ کو شادی بیاہ یا کسی خانگی ضرورت کے باعث روپیہ کی واپسی کی ضرورت آ پڑی ہے تو آپ اپنا تمسک کسی بنک کی معرفت یا ہماری معرفت فروخت کر سکتے ہیں۔ اُس دن بمبئی اور کلکتہ میں فرانس کے تبادلہ کی جو شرح ہوگی اُس پر دو روپیہ سینکڑہ کمیشن لے کر ہم آپ کا تمسک فروخت کر کے رقم آپ کو دیدینگے۔ اس عرصہ میں جبتک آپ کا تمسک آپ کے پاس رہے گا انعام ملنے کے مواقعات آپ کو ملتے رہیں گے۔ گویا آپ کا روپیہ بنک میں جمع ہے۔

تفصیل قرضہ جات تمسک

کریڈٹ نیشنل ۱۹۱۹ء سود پانچ فیصدی سالانہ۔ بانڈ پانچسو فرانک کا۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں یہ جاری ہوئے اور کُل قرضہ ۱۹۲۲ء میں بیباق ہو جائیگا۔ ۱۹۳۵ء کے بعد گورنمنٹ جب چاہے کُل قرضہ بیباق کر سکتی ہے۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ہوتا ہے دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ پانچ انعامات ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے دس انعامات پانچ پانچ ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ بہت سے تمسکات اصل قرضہ پر ادا ہوتے ہیں۔ ہر سال ۶۰ بڑے انعامات ایک کروڑ فرانک کے ادا کئے جاتے ہیں۔ نقد قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔ انعامات یکم مارچ یکم جون یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو ہر سال تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۰ء سود پانچ فیصدی سالانہ۔ پانچسو فرانک کا بانڈ۔ سال میں آٹھ دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں یہ جاری ہوئے اور کُل قرضہ ۱۹۹۵ء میں بیباق ہو جائیگا۔ ۱۹۳۶ء کے بعد گورنمنٹ جس وقت چاہے کُل رقم قرضہ ادا کر سکتی ہے۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ دو انعامات ہر ایک دو لاکھ فرانک کے۔ تین انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ متعدد تمسکات پر اصل زر واپس کیا جائیگا۔ ہر سال ایک سو چار بڑے انعامات۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔ انعامات ہر سال ۲ جنوری۔ یکم فروری۔ یکم اپریل۔ یکم مئی۔ یکم جولائی۔ یکم اگست یکم اکتوبر اور ۲ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۱ء سود چھ فیصدی سالانہ۔ پانچسو فرانک کا تمسک۔ سال میں چار دفعہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ یکم مارچ یکم جون۔ یکم ستمبر اور ۲ نومبر تقسیم انعامات کے لئے ہر سال مقررہ تاریخیں ہیں۔ سال میں کُل [illegible] (۷۰) انعامات ایک کروڑ [illegible] فرانک کے تقسیم ہوتے ہیں۔

ایک سُنہری موقعہ

حکومت فرانس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر آپ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء کے دونوں تمسک خرید لیں تو ہر ماہ بلا ناغہ آپ کو انعامات میں شامل ہونے کا موقعہ حاصل ہوتا رہے گا۔

یکم پانچ دیکم ستمبر کے انعامات کی تفصیل پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۷۴۰) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم جون و یکم دسمبر کے انعامات کی تفصیل چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۲۴ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۷۴۰) انعامات ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ اول سُود چھ فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں چار دفعہ یکم مئی یکم اگست اور ۳ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ کل انعامات (۲۷۰۰) تعدادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ۵۸ ہزار فرانک کے ہوتے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:۔

یکم مئی کے انعامات چھ انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کا۔ بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۴۸ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا (۱۳۴۳) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔

یکم فروری۔ یکم مئی اور نومبر کے انعامات چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا ۴۸ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۲۲۸) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ ایک بانڈ پانچ سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ دوم ایک بانڈ پانچ سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ شرح سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعامات سال میں چار دفعہ تقسیم ہوتے ہیں۔ کل (۴۸۰۰) انعام سال میں نکلتے ہیں۔ جن کی تعداد ۹۲ لاکھ ۲۷ ہزار فرانک ہوتی ہے تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۲ جنوری۔ یکم اپریل و یکم جولائی کے انعامات چار انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کا۔ چار انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۳۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۱۵۳) انعام ہر ایک ہزار فرانک کا۔

یکم اکتوبر کے انعامات چار انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کا۔ آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کا۔ ۳۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کا۔ (۱۵۲) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کا۔ قیمت فی بانڈ ایک سو پچیس نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۴ء ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے جس پر چھ فیصدی سالانہ سود ملتا ہے سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں (۱۹۲) انعامات اسی لاکھ فرانک کے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا انعام پانچ لاکھ فرانک کا ہوتا ہے۔ انعامات یکم مارچ یکم جون یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک تمسک کی قیمت ایک سو پچیس روپیہ نقد یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں روپیہ لی ہوسکتا ہے۔

فرنچ فونسی آر ۱۹۱۰ء ایک ہزار فرانک کا بانڈ۔ سُود سالانہ چار فیصدی۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام دس لاکھ فرانک کا۔ کل ۱۸۷۶ انعامات۔ قیمت دو سو روپیہ نقد یا پچیس روپیہ ماہوار کی دس قسطوں میں۔

فرنچ فونسی آر ۱۹۱۲ء ایک بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے سال میں چھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں جنوری مارچ مئی ستمبر نومبر اور جولائی کی دس تاریخ۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا دوسرا دس ہزار فرانک کا۔ کل (۳۹۰) انعام ہوتے ہیں قیمت فی بانڈ ساٹھ روپیہ نقد یا چھ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

سٹی آف برسلز یہ قرضہ ایک سو دس فرانک فی بانڈ کا ہے۔ سُود ڈھائی فیصدی۔ [illegible]۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا دو انعام دس ہزار فرانک کے اور بہت سے چھوٹے انعامات بھی ہیں۔ سال میں چار بار یکم مارچ یکم جون یکم ستمبر اور دسمبر کو انعامات نکلتے ہیں یہ قیمت کی آٹھ میں روپیہ نقد یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط ہیں یعنی اقساط میں پچیس روپے۔

پناما بانڈ ہمارے بعض مسلمان دوست سُودی کاروبار سے پرہیز کرتے ہیں یہ بانڈ ان کے فائدہ کے لئے ہے۔ اس میں کوئی سود نہیں۔ یہ چار سو فرانک قرضہ کا ہے۔ سال میں چار بار اس پر انعام نکلتے ہیں قیمت فی بانڈ چالیس روپیہ نقد یا دس روپیہ ہمراہ آرڈر بعد پانچ روپیہ ماہوار کی باقی چھ اقساط پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ ایک انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا۔ باقی ۳۰۰ چھوٹے انعامات ہیں۔

سٹی آف انٹورپ	ایک بانڈ ایک سو دس فرانک کا ہوتا ہے۔ سال میں چار بار انعام نکلتا ہے۔ سود دو فیصدی سالانہ۔ ایک انعام ڈیڑھ لاکھ فرانک کا اور باقی چھوٹے انعامات ہیں۔ قیمت بیس روپیہ نقد یا اقساط پر پچیس روپے یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط ہیں۔
سٹی آف لیگ	ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔ سود دو فیصدی سالانہ۔ ایک انعام پچاس ہزار فرانک کا۔ باقی چھوٹے بہت سے انعامات ہیں۔ سال میں چار بار انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ قیمت نقد بیس روپیہ اقساط پر پچیس روپیہ یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط ہیں۔
سٹی آف اوسٹینڈ	پہلا انعام تیس ہزار فرانک کا باقی چھوٹے انعامات۔ سود دو فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں دو بار۔ قیمت نقد بیس روپے اقساط پر پچیس روپے یعنی پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط۔ ایک بانڈ سو فرانک کا ہے۔
سٹی آف گھنٹ	انعام سال میں چار بار تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا باقی چھوٹے انعامات۔ سود سالانہ دو فیصدی قیمت نقد بیس روپیہ یا پانچ روپیہ ماہوار کی پانچ اقساط ہیں
کانگو فری سٹیٹ	ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ سود دو فیصدی سالانہ اصل قرضہ سو فرانک فی بانڈ ۱۹۳۳ء میں قیمت ایک سو بیس فرانک۔ سود ساتھ جمع ہوتا ہے علیحدہ نہیں ملتا۔ پانچ فرانک ہر سال سود کے طور پر بانڈ کے ساتھ جمع ہوتا رہتا ہے۔ پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا۔ سال میں چھ بار انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ قیمت نقد چالیس روپے۔ اقساط پر پچاس روپے دس روپیہ پیشگی اور آٹھ روپیہ ماہوار کی پانچ قسطیں۔
بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۱ء	ڈھائی سو فرانک کا بانڈ۔ سود چار فیصدی۔ سال میں آٹھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا۔ دوسرا انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا۔ سال میں ۴۶ انعامات ہیں۔ قیمت فی بانڈ پچاس روپیہ نقد یا اقساط پر ساٹھ روپیہ یعنی دس روپیہ ماہوار کی چھ اقساط ہیں۔
بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۲ء	تین سو فرانک کا بانڈ۔ سود پانچ فیصدی سالانہ۔ ہر ماہ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا۔ دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ سال بھر میں کل ۴۷ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ قیمت نقد ستر روپے۔ اقساط پر چوراسی روپے یعنی بارہ روپیہ ماہوار کی سات قسطیں۔
بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۳ء	پانچ سو فرانک کا بانڈ۔ سود پانچ فیصدی سالانہ جو سال میں ایک بار ماہ جولائی میں ادا ہوتا ہے۔ انعامات ہر ماہ تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا۔ دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا۔ کل (۱۸۰) انعامات سالانہ۔ قیمت نقد نوے روپے۔ اقساط پر ایک سو آٹھ روپے یا بارہ روپیہ ماہوار کی نو اقساط ہیں۔
نیا بلجیم قرضہ ۱۹۳۲ء	گذشتہ سال کا قرضہ۔ انعامات ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ کو تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام پچاس لاکھ فرانک کا۔ ہر ماہ ۳۴ انعام ملتے ہیں سال میں کل (۴۱۲) انعامات۔ قیمت فی بانڈ نقد ایک سو پچیس روپیہ یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط ہیں۔ سود پانچ فیصدی ہر سال ۱۵ مارچ کو ملتا ہے۔

ہمارے علاقہ میں کس کو انعام ملا؟

بعض لوگ اپنی تسلی اور اطمینان کے لئے دریافت کرتے ہیں کہ خریداری سے پہلے ہمیں اطلاع دیں کہ ہمارے علاقہ میں بھی کسی کو انعام ملا۔ افسوس ہے کہ اس امر کی اطلاع ہم نہیں دے سکتے۔ ہماری بہت خریدار ہیں بعض گورنمنٹ افسر ہیں۔ سجادہ نشین اور دنیاوی حیثیت سے بہت بڑے آدمیوں کے نام ہیں جن کے متعلق ان کے ناموں کے اظہار کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس لئے افسوس ہے کہ سوائے بانڈ کے نمبر اور اس کے انعام کی تعداد کے ہم نام اور پتے بتلانے سے مجبور ہیں۔ بعض صاحب یہاں تک محتاط ہیں کہ انہوں نے لکھ رکھا ہے کہ اگر ہمارے نام کوئی بڑا انعام نکلے تو آپ ہرگز تار کے ذریعہ ہمیں اطلاع نہ دیں بلکہ بذریعہ رجسٹری خط پرائیویٹ طور سے مطلع کریں تاکہ ہمارے شہر یا گاؤں میں کسی کو اطلاع نہ ہو جائے۔ اس کے بہت سے وجوہات ہوتے ہیں۔ بعض بدمعاشوں کا خوف۔ بیٹھے والوں کا مانگنا، بند رہ جانا اور بعض ایسے وجوہات ہیں جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں۔ اس لئے جب تک کوئی صاحب خاص طور پر اپنا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہ دیں۔ ہم کسی انعام لینے والے صاحب کا نام اور پتہ ہرگز ظاہر نہیں کر سکتے۔ البتہ نتیجہ انعامات ہر ماہ باقاعدہ صوفی میں شائع ہوتا رہے گا۔

منیجر رسالہ "افسانہ" پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

نتیجہ انعامات

کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۰ء انعامات یکم جولائی سنہ ۱۹۳۳ء } بانڈ نمبر ۵۲۳۴۳۸۵ کو پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ملا۔ بانڈ نمبر ۵۵۹۳۵۴۸ کو پانچ لاکھ فرانک ملا۔ بانڈ نمبر ۱۵۱۰۱۲۴ و ۶۶۸۳۳۱۰ دونوں سے ہر ایک کو دو دو لاکھ فرانک ملے۔ تین نمبران ۱۱۶۷۸۷۹ - ۴۵۶۶۸۹۲ - ۷۲۳۹۸۱۲ سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ فرانک ملا۔ مندرجہ ذیل چھ نمبران سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار فرانک دیئے گئے۔ ۹۹۱۶۷۴۴ - ۱۵۹۵۲۱۷ - ۳۲۱۸۹۲۷ - ۳۶۶۱۳۳۲ - ۴۴۳۴۷۹۰ - ۵۹۸۰۲۰۳ -

کریڈٹ نیشنل جون سنہ ۱۹۲۳ء کے انعامات } چار نمبران مندرجہ ذیل سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ فرانک ملا۔ ۲۷۷۹۴۳ - ۴۳ - ۱۲۷۷۹۴۳ - ۲۲۷۷۹۴۳ - ۳۲۷۷۹۴۳ - چار نمبران مندرجہ ذیل سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار فرانک ملے ۱۸۷۹۴۳ - ۱۱۸۷۹۴۳ - ۲۱۸۷۹۴۳ - ۳۱۸۷۹۴۳ - آٹھ نمبران مندرجہ ذیل سے ہر ایک کو دس دس ہزار فرانک ملے - ۴۳ - ۱۵۷۹۴۳ - ۵۶۷۹۴۳ - ۱۱۵۷۹۴۳ - ۱۵۶۷۹۴۳ - ۲۱۵۷۹۴۳ - ۲۵۶۷۹۴۳ - ۳۱۵۷۹۴۳ - ۳۵۶۷۹۴۳ - مندرجہ ذیل ۳۲ نمبران سے ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار فرانک ملے - ۴۳ - ۱۱۷۹۴۳ - ۱۱۱۷۹۴۳ - ۲۱۱۷۹۴۳ - ۳۱۱۷۹۴۳ - ۳۲۷۹۴۳ - ۱۳۲۷۹۴۳ - ۲۳۳۷۹۴۳ - ۳۳۲۷۹۴۳ - ۳۵۷۹۴۳ - ۱۳۵۷۹۴۳ - ۲۲۵۷۹۴۳ - ۳۲۵۷۹۴۳ - ۵۰۷۹۴۳ - ۱۵۰۷۹۴۳ - ۲۵۰۷۹۴۳ - ۳۵۰۷۹۴۳ - ۶۲۷۹۴۳ - ۱۶۲۷۹۴۳ - ۲۶۲۷۹۴۳ - ۳۶۲۷۹۴۳ - ۸۷۷۹۴۳ - ۱۸۷۷۹۴۳ - ۲۸۷۷۹۴۳ - ۳۸۷۷۹۴۳ - ۸۸۷۹۴۳ - ۱۸۸۷۹۴۳ - ۲۸۸۷۹۴۳ - ۳۸۸۷۹۴۳ - ان کے علاوہ جن نمبران کے پہلے چار ہندسے اکائی کی طرف سے ۱۶۲۱ - ۵۶۴۶ اور ۷۹۴۳ ہیں ان سب کو ایک ایک ہزار فرانک دیئے گئے۔

کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۰ء انعامات یکم اگست سنہ ۱۹۳۳ء } بانڈ نمبر ۶۳۳۱۶۲۹ کو دس لاکھ فرانک ملا۔ بانڈ نمبر ۵۸۱۶۲۳۴ کو پانچ لاکھ فرانک ملا۔ نمبران ۳۲۷۰۷۸۴ - ۷۹۲۴۲۳۱ سے ہر ایک کو دو دو لاکھ فرانک ملے۔ تین نمبران ۴۲۵۲۴۵ - ۳۱۰۴۵۶۷ - ۵۴۸۷۶۸۴ سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ فرانک ملا۔ چھ نمبران ۶۴۸۸۲۰ - ۲۶۶۳۰۸۴ - ۲۹۵۰۶۳۰ - ۳۹۳۱۴۹۲ - ۵۱۳۲۰۲۲ - ۷۶۷۹۴۱۵ سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار فرانک ملے۔

کریڈٹ نیشنل جنوری سنہ ۱۹۲۳ء انعامات یکم اگست سنہ ۱۹۳۳ء } چھ نمبران ذیل سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ فرانک دیئے گئے۔ ۹۱۴۶۱۳ - ۱۹۱۴۶۱۳ - ۲۹۱۴۶۱۳ - ۳۹۱۴۶۱۳ - ۴۹۱۴۶۱۳ - ۵۹۱۴۶۱۳ - مندرجہ ذیل چھ نمبران سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار فرانک ملے۔ ۵۲۴۶۱۳ - ۱۵۲۴۶۱۳ - ۲۵۲۴۶۱۳ - ۳۵۲۴۶۱۳ - ۴۵۲۴۶۱۳ - ۵۵۲۴۶۱۳ - مندرجہ ذیل ۱۲ نمبران سے ہر ایک کو دس دس ہزار فرانک ملے۔ ۷۷۴۶۱۳ - ۸۶۴۶۱۳ - ۱۷۷۴۶۱۳ - ۱۸۶۴۶۱۳ - ۲۷۷۴۶۱۳ - ۲۸۶۴۶۱۳ - ۳۷۷۴۶۱۳ - ۳۸۶۴۶۱۳ - ۴۷۷۴۶۱۳ - ۴۸۶۴۶۱۳ - ۵۷۷۴۶۱۳ - ۵۸۶۴۶۱۳ مندرجہ ذیل ۴۸ نمبران سے ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار فرانک دیئے گئے۔ ۱۸۴۶۱۳ - ۱۱۸۴۶۱۳ - ۲۱۸۴۶۱۳ - ۳۱۸۴۶۱۳ - ۴۱۸۴۶۱۳ - ۵۱۸۴۶۱۳ - ۲۲۴۶۱۳ - ۱۲۲۴۶۱۳ - ۲۲۲۴۶۱۳ - ۳۲۲۴۶۱۳ - ۴۲۲۴۶۱۳ - ۵۲۲۴۶۱۳ - ۳۴۴۶۱۳ - ۱۳۴۴۶۱۳ - ۲۳۴۴۶۱۳ - ۳۳۴۴۶۱۳ - ۴۳۴۴۶۱۳ - ۵۳۴۴۶۱۳ - ۴۰۴۶۱۳ - ۱۴۰۴۶۱۳ - ۲۴۰۴۶۱۳ - ۳۴۰۴۶۱۳ - ۴۴۰۴۶۱۳ - ۵۴۰۴۶۱۳ - ۵۰۴۶۱۳ - ۱۵۰۴۶۱۳ - ۲۵۰۴۶۱۳ - ۳۵۰۴۶۱۳ - ۴۵۰۴۶۱۳ - ۵۵۰۴۶۱۳ - ۵۳۴۶۱۳ - ۱۵۳۴۶۱۳ - ۲۵۳۴۶۱۳ - ۳۵۳۴۶۱۳ - ۴۵۳۴۶۱۳ - ۵۵۳۴۶۱۳۔ ۶۷۴۶۱۳ - ۱۶۷۴۶۱۳ - ۲۶۷۴۶۱۳ - ۳۶۷۴۶۱۳ - ۴۶۷۴۶۱۳ - ۵۶۷۴۶۱۳ - ۸۹۴۶۱۳ - ۱۸۹۴۶۱۳ - ۲۸۹۴۶۱۳ - ۳۸۹۴۶۱۳ - ۴۸۹۴۶۱۳ - ۵۸۹۴۶۱۳ - انکے علاوہ اکائی کی طرف سے جن بانڈوں کے پہلے چار ہندسے حسب ذیل ہوں گے اُن کو ایک ایک ہزار فرانک دیئے گئے۔ ۰۰۲۲ - ۴۶۱۳ - ۹۵۱۲ -

کریڈٹ فونسی آر ۱۹۰۹ء انعامات ۵ اگست ۱۹۳۳ء بانڈ نمبر ۱۱۶۳۵۹۴ کو ایک لاکھ فرانک ملا۔ بانڈ نمبر ۱۰۸۹۶۳ کو دس ہزار فرانک ملا۔ نمبران مندرجہ ذیل سے ہر ایک کو ایک ایک ہزار فرانک ملا۔ ۲۲۳۷۰۳-

۳۶۲۴۴۸-۶۱۵۴۹۰-۶۹۷۷۹۶-۸۸۰۳۱۵-۸۹۸۶۷۶-۸۹۹۰۴۷-۹۷۹۱۸۱-۹۸۵۲۳۳-۱۳۰۴۲۲۵-

بلجیم ۱۹۲۱ء انعامات ۱۵ جولائی ۱۹۳۳ء بانڈ نمبر ۲۶۴۷۴/۱۱ کو دس لاکھ فرانک انعام ملا۔

بلجیم ۱۹۲۲ء انعامات ۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء بانڈ نمبر ۱۹۷۶۵۷/۹ کو ڈھائی لاکھ فرانک ملے۔ بانڈ نمبر ۹۰۳۰۷/۳ اور ۱۹۷۶۵۷/۱ کو فی بانڈ ایک لاکھ فرانک ملا۔

بلجیم ۱۹۲۳ء انعامات ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء بانڈ نمبر ۱۳۰۶۷۷/۱ و ۲۸۷۴۶/۱ سے ہر ایک کو ایک لاکھ فرانک ملا۔ نمبران ۳۷۶۲/۳، ۵۹۱۴۳/۲، ۱۹۰۰۱۰/۱ سے ہر ایک کو پچاس ہزار فرانک ملے۔ نمبران ذیل سے ہر ایک کو دس ہزار فرانک ملے۔ ۲۵۸۷۸/۵، ۵۵۹۹۴/۱، ۱۵۳۴۸۴، ۱۹۲۳۳۷/۲، ۲۰۶۸۵۸، ۲۴۱۸۵۵/۲، ۲۴۳۳۵۲/۳، ۲۵۹۷۷۵/۵، ۲۸۶۵۴۱/۴، ۲۸۹۰۲۱/۳، ۲۸۹۹۵۸/۴، ۲۹۲۵۳۴/۲، ۲۹۶۱۹۸/۱، ۳۷۵۴۴۸/۲، ۳۸۷۰۵۵،

بلجیم نیا قرضہ ۱۹۳۲ء انعامات ۲۶ جولائی ۱۹۳۳ء بانڈ مکمل سلسلہ نمبر ۲۷۸۷۶۸ کو دس لاکھ فرانک ملے۔ مندرجہ ذیل ۳۳ نمبراں سے ہر ایک کو پچیس ہزار فرانک فی بانڈ مکمل سلسلہ ملے۔ ۱۱۶۵۹۰-۱۲۰۰۶۲-۱۲۳۵۸-۱۲۷۸۷۴-۱۴۲۱۶۵-۱۴۷۷۰۹-۱۵۴۵۷۲-۱۵۷۰۲۰-۱۶۲۵۰۰-

۱۴۷۰۸۳-۱۷۷۸۹۹-۱۸۱۱۴-۱۸۳۲۴۶-۱۸۶۶۹۶-۱۹۲۰۵۵-۱۹۳۰۶۶-۱۹۸۳۷۷-۲۰۸۶۹۴-۲۱۳۹۰۴-

۲۱۶۸۷۳-۲۲۱۸۳-۲۲۲۲۷۴-۲۲۲۷۷۹-۲۳۲۵۴۳-۲۳۸۸۰۶-۲۴۳۱۰۴-۲۴۵۱۸۹-۲۵۶۵۱۳-

۲۵۷۳۵۵-۲۶۹۵۶۶-۲۶۹۷۴۶-۲۹۳۳۵۹-۲۹۳۵۴۰-

برسلز بانڈ ۱۹۰۵ء انعامات ۱۵ جولائی ۱۹۳۳ء بانڈ نمبر ۱۴۱۵۰۵/۲۲ کو پچاس ہزار فرانک ملے۔ بانڈ نمبر ۱۲۶۱۴۱ کو ڈھائی ہزار فرانک ملے۔ بانڈ نمبر ۲۹۷۲۸/۹ کو ایک ہزار فرانک ملے۔ بانڈ نمبران ۴۶۶/۱ و ۱۰۷۱۸/۶ سے ہر ایک کو پانچسو فرانک ملے۔

دی طفیل آرٹ پریس ریلوے روڈ لاہور